مَردوں کی جسمانی زیب وزینت کے اسلامی آداب اور معاصر رجحانات کا تجزیاتی مطالعہ

تحقیقی مقالہ برائے ایم۔فل (علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

حافظ بہروز احمد سالک

ایم فل سکالر، شعبہ اسلامی فکر وثقافت

رجسٹریشن نمبر: 1800 Mphil / IS/F-19

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

نومبر،2022ء

مَردوں کی جسمانی زیب وزینت کے اسلامی آداب اور معاصر رجحانات کا تجزیاتی مطالعہ

تحقیقی مقالہ برائے **ایم۔فل (علوم اسلامیہ)**

مقالہ نگار

حافظ بہروز احمد سالک

شہادۃ العالمیۃ فی العلوم السلامیۃ والعربیۃ (جامعہ اشرفیہ، لاہور) 2017ء

یہ مقالہ ایم فل علوم اسلامیہ کی جزوی تکمیل کے لئے پیش کیا گیا ہے۔

ایم۔فل علوم اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

© (حافظ بہروز احمد سالک، 2022)

بسم الله الرحمن الرحيم

منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval Form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انھوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالے کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی اف سوشل سائنسز سے اس مقالے کی منظوری کی سفارش کی کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **مَردوں کی جسمانی زیب وزینت کے اسلامی آداب اور معاصر رجحانات کا تجزیاتی مطالعہ**

Murdon Ki Jismani Zebo Zenat Kay Islami Adab Awr Muasir Rujhanaat ka Tajziyati Mutala

Analytical Study of Islamic Etiquette And Modern Trends In Body Adornments in Men

نام ڈگری: ماسٹر آف فلاسفی علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: حافظ بہروز احمد سالک　　رجسٹریشن نمبر: 1800 Mphil /IS /F-19

پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی ____________

(نگران مقالہ)　　نگران مقالہ کے دستخط

پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی ____________

(صدر، شعبہ اسلامی فکر وثقافت)　　صدر شعبہ کے دستخط

پروفیسر ڈاکٹر خالد سلطان ____________

(ڈین، فیکلٹی آف سوشل سائنسز)　　ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز کے دستخط

بریگیڈیر سید نادر علی ____________

(ڈائریکٹر جنرل، نمل)　　دستخط ڈائریکٹر جنرل، نمل

تاریخ ____________

حلف نامہ فارم

Candidate Declaration Form

میں **حافظ بہروز احمد سالک** ولد **ذوالفقار احمد سالک**

رول نمبر :MP-F19-531 رجسٹریشن نمبر: 1800 Mphil /IS/ F-19

طالب علم، ایم فل، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ

مقالہ بعنوان: **مردوں کی جسمانی زیب وزینت کے اسلامی آداب اور معاصر رجحانات کا تجزیاتی مطالعہ**

Murdon Ki Jismani Zebo Zenat Kay Islami Adab Awr Muasir Rujhanaat ka Tajziyati Mutala

Analytical Study of Islamic Etiquette And Modern Trends In Body Adornments in Men

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے۔ اور **پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی صاحب** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کرایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

میں اس بات کو جانتا ہوں کہ ایچ ای سی (HEC) اور نمل (NUML) علمی سرقہ (Plagiarism) کے حوالے سے عدم برداشت کی پالیسی پر سختی سے عمل پیرا ہے۔ اس لیے بطور مقالہ نگار اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ یہ میرا ذاتی علمی کام ہے۔ اس مقالہ کا کوئی حصہ بھی سرقہ شدہ نہیں ہے۔ اور میں نے جہاں سے بھی کسی علمی کام کو اپنے مقالے میں شامل کیا ہے اس کا باقاعدہ حوالہ دیا ہے۔ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اگر میرے مقالے میں کسی بھی قسم کا باقاعدہ علمی سرقہ پایا جائے تو یونیورسٹی میری ڈگری کو ختم کرنے / واپس لینے کا اختیار رکھتی ہے۔

نام مقالہ نگار: حافظ بہروز احمد سالک

دستخط مقالہ نگار: ______________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، نمل، اسلام آباد

Abstractملخص

Islam is a complete code of conduct and one of its major features is that it commands moderation in all matters. On the contrary, it is undesirable in the eyes of Shari'ah to go beyond the limits of moderation.

Cleanliness and beautification are integral part of human nature. Beautification is an important aspect of life. Islam has also given such comprehensive instructions regarding this aspect. Every Man wants to look good in every aspect and he has tried for this in every era but most people either exceed or fall behind the set limits of Islam. Islam is the religion of nature, so in the matter of beautification, Islam has guided the people in the right way, keeping in mind the natural taste and beauty of man. Islam has also pointed out significant boundaries according to the role of Muslims in real beauty life. Islam has made and beautified the concept of beauty by removing the predominant contamination so that beauty can be expressed in the realm of virtue free from stupidity and shamelessness without being injured by masculine distinctions and perfections. Also, that the one who adopts beauty should not be exposed to the misconceptions or suspicions that are forbidden by Allah Almighty or that spoil the creation. It is obvious that the one who crosses the set boundaries among man and woman regarding beautification is undesirable in Islam.

Different aspects in terms of personal beautification and makeup

The first aspect of beauty in which man tries to get rid of stench, filth and dirt because these impurities are against the human nature. Man can not only attain cleanliness by removing filth from himself and attaining cleanliness, but people also seem to forget the natural form bestowed by Allah Almighty. Achieving this aspect of beauty is a must. There are many rules in Islam which are based on inside-out cleanliness such as cutting nails, removing unnecessary hair, bathing and ablution rules etc. The second aspect of beautification in which man regularly adapts. Such as the beauty of clothing, hair styling, make-up on the face and other exposed parts, etc. The third aspect of beautification is that in which a person becomes engrossed in makeover of himself. And to try to make oneself attractive all the time apart from every work or to try to become beautiful by changing the nature made features of man etc. pulchritude.

Attempts have been made to solve these questions regarding the physical beautification of men. What is the importance of beautification of men? What are the Islamic etiquettes of men's physical beautification? What are the contemporary trends in men's physical beautification?

Beautification is how you make it whereas physical attractiveness is how you were created. The Qur'an and Sunnah recommends and encourages the adoption of ways to look attractive & beautiful. In adopting physical beautification, it is necessary to adopt the path of moderation and to avoid arrogance, extravagance, change in the attributes of creation, and artificial deception. It has a profound effect on heart and body. The purpose of avoiding the use of gold, silver and silk is to evade arrogance and extravagance. It is advisable to avoid any beautification which is a waste of time and money.

فہرست مضامین بالترتیب

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	مقالہ کی منظوری کا فارم (Thesis Accepatance Form)	viii
2	حلف نامہ (Declaration)	v
3	مخلص (Abstract)	viii
4	فہرست عنوانات (Table of Contents)	viii
5	اظہارِ تشکر (Acknowledgements)	viii
6	انتساب(Dedication)	viii
7	مقدمہ	1
8	**باب اول: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں زیب وزینت کا تصوّر**	8
9	فصل اول: زیب وزینت کا اسلامی تصوّر	9
10	فصل دوم: زیب وزینت کے اسلامی اصول	27
11	فصل سوم: مَردوں کی جسمانی زیب وزینت کے اسلامی آداب	37
12	**باب دوم: پہناوے اور بالوں کے ذریعے تزئین و آرائش کا جائزہ**	60
13	فصل اول: لباس کی زیبائش	61
14	فصل دوم زیورات اور دیگر اشیاء زینت	81
15	فصل سوم: بالوں کی تزئین وآرائش	103
16	**باب سوم: سرجری کے ذریعے حصول حسن کا تجزیہ**	121
17	فصل اول: سرجری کے ذریعے حصول حسن	122
18	فصل دوم: کان، ناک اور دانتوں کی آرائش	141
19	فصل سوم: اعضاء جسمانی پر نقش ونگار	148
20	خلاصہ بحث	155
21	نتائج تحقیق	160

162	تجاویز و سفارشات	22
163	فہارس	23
163	فہرست قرآنی آیات	24
165	فہرست آحادیث	25
168	فہرست مصادر و مراجع	26

اظہار تشکر (Acknowledgements)

تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔جو کائنات کا خالق و مالک اور علیم و قدیر ہے۔اللہ تعالی کا شکر ادا کرتا ہوں جس کی توفیق نے ہر مرحلہ زندگی پر حق کی راہنمائی نصیب فرمائی۔مجھے حضرت محمد ﷺ کے امتی ہونے کا شرف بخشتے ہوئے بے شمار نعمتوں کے ساتھ حصول علم کے شوق سے بھی نوازا۔اپنی لازوال نعمتوں سے بہرا ور فرمایااور اس قابل بنایا کہ یہ علمی کاوش بخیریت پایا تکمیل تک پہنچاسکوں۔میں کروڑوں مرتبہ اس ذات باری تعالی کے آگے سر بسجود ہوں اور اس کے آگے نہایت ادب اور عجز وانکساری کے ساتھ شکر گزار ہوں کہ اس نے میرے قلم پر احسان کیا،طاقت بخشی اور توفیق عطا کی۔جس کی بدولت آج ایک چھوٹی سی علمی کاوش پوری ہونے جارہی ہے۔ان گنت درود و سلام پیش کرتا ہوں،رسول اللہ ﷺ کی ذات برکت پر جو رہبر کائنات ہیں۔

میں اپنے والدین کا نہایت شکر گزار ہوں جن کی مخلصانہ تعاون نے مجھے علم کے زیور سے بہراور کیا۔ہر مشکل میں ساتھ دیا اور میرے واسطے دعاؤں کے لئے ہاتھ اٹھائے۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ اللہ تعالی کا محض فضل اور ان کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ آج مجھے ایم فل کا مقالہ مکمل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔

میں اس تحقیقی کاوش کو اپنے مقالہ کے نگران پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی صاحب (صدر،شعبہ اسلامی فکر و ثقافت، نمل، اسلام آباد) اور ڈاکٹر حافظ راؤ فرحان علی صاحب کی معاونت،راہنمائی اور تعاون کا ثمرہ سمجھتا ہوں۔جن کی علمی سرپرستی اگر مجھے نہ ملتی تو آج مجھے اس تحقیقی مقالہ کو لکھنے کی سعادت نصیب نہ ہوتی۔مقالہ نگاری کے دوران ان کے لحہ بہ لحہ نگرانی،معاونت،انتہائی قیمتی ہدایات اور مشوروں سے یہ مقالہ تکمیل کے مراحل تک پہنچا۔علاوہ ازیں میں اپنے ان تمام اساتذہ کرام کا مشکور ہوں جنہوں نے مقالہ ہذا کی تکمیل میں میری ہر قدم پر مدد کی۔اور اس کے ساتھ ساتھ میں اپنے دوستوں خصوصا(مولانا مراد گل،مولانا امین اللہ ، مولانا عبد الرحیم اسد اور مولانا رمیض)ان تمام صاحبان کا بھی مشکور ہوں۔جہوں نے مقالے کے دوران پیش آنے والی مشکلات میں میری مدد اور حوصلہ افزائی کی۔میں نمل یونیورسٹی کا بھی ممنون ہوں، کہ مجھے اس مقالہ کے لکھنے کا موقع دیا۔اور اس کے تکمیل کے لئے نہایت قابل، مخلص و مشفق، محنتی،باذوق اور خوش اخلاق شخصیت کے حامل اساتذہ فراہم کئے۔

انتساب(Dedication)

اس ذات باری کے نام جس کے کلام کو میں پڑھنے اور یاد کرنے کے قابل ہوا!

اور والدین کے نام جنہوں نے اس کلام کو پڑھنے کے لئے میری رہنمائی کی۔۔!

اور ان اساتذہ کرام کے نام جو میرے مشفق اور مربی رہے۔۔۔

مقدمہ

موضوع کا تعارف (Introduction of the topic)

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور اس کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے ہر معاملے میں راہِ اعتدال اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کے برعکس حدِ اعتدال سے بڑھنا یا کم ہو جانا (افراط و تفریط) دونوں شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ ہیں۔

طہارت و نظافت اور زینت انسان کی فطرت میں شامل ہیں۔ زیب و زینت اور حسن و جمال زندگی کا اہم پہلو ہے۔ اسلام نے اس پہلو کے متعلق بھی ایسی جامع ہدایات دی ہیں۔ جو حد اعتدال سے نہ بڑھی ہوئی ہیں اور نہ ہی اس سے کم ہیں، جیسا کہ خوبصورت نظر آنا ہر انسان کی ایک فطری خواہش ہے۔ جس کی انسان نے ہر زمانے میں کوشش کی ہے مگر اکثر لوگ اس معاملے میں افراط و تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اسلام دین فطرت ہے اس لیے زیب و زینت کے معاملے میں اسلام نے انسان کے فطری ذوق و جمال کو ملحوظ خاطر رکھ کر لوگوں کی بالکل صحیح طور پر رہنمائی کی ہے۔

اسلام نے حقیقی خوبصورتی زندگی میں مسلمان کے کردار کے مطابق نمایاں حدود و علامات کی نشاندہی بھی کی ہے۔ اسلام نے خوبصورتی کے مفہوم پر غالب آلودگیوں کو دور کرتے ہوئے اسے خوب بنایا اور سنوارا ہے تاکہ حماقت و بے شرمی سے پاک فضیلت کے دائرے میں خوبصورتی اور مردانہ امتیازات و کمالات کے مجروح ہوئے بغیر حسن و جمال کا اظہار کیا جا سکے۔ نیز یہ کہ خوبصورتی اختیار کرنے والا کہیں اللہ تعالی کے ناراض کرنے والے ممنوع عمل یا تخلیق کو خراب کرنے والے غلط مفہوم یا شبہات کا شکار نہ ہو جائے۔ یہ بات واضح ہے کہ مرد و زن کی زیب و زینت کے مابین فرق کرنے والی حدود سے تجاوز کرنا اسلام کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔

ذوقِ جمال اور تزئین و آرائش کے اعتبار سے مختلف پہلو

خوبصورتی کا پہلا پہلو جس میں انسان کی کوشش ہوتی ہے کہ بدبو، غلاظت اور میل کچیل سے نجات حاصل کی جائے کیونکہ یہ نجاستیں ذوقِ سلیم پر سخت گراں گزرتی ہیں۔ انسان گندگیوں کو اپنے سے دور کرکے اور صفائی ستھرائی حاصل کر کے نہ صرف پاکیزگی حاصل کر سکتا ہے بلکہ اللہ تعالی کی عطاکردہ فطری شکل وصورت میں لوگوں کو بھلا بھی لگتا ہے۔ خوبصورتی کے اس پہلو کا حصول لازمی ہے۔ دین اسلام میں کثرت کے ساتھ ایسے احکام بیان ہوئے ہیں جو صفائی ستھرائی اور پاکیزگی پر مبنی ہیں مثلاناخن تراشنے، غیر ضروری بال صاف کرنے اور غسل و وضو کے احکام وغیرہ۔

زیب و زنیت کا دوسرا پہلو جس میں انسان باقاعدہ طور پر زیب و زینت اختیار کرتا ہے۔ جیسے لباس کی خوبصورتی، بالوں کی آرائش، چہرے اور دیگر کھلے رہنے والے اعضاء پر بناؤ سنگھار وغیرہ۔

زیب و زینت اختیار کرنے کا تیسرا پہلو یہ بھی ہے کہ جس میں انسان تزئین و آرائش میں منہمک ہو جاتاہے۔ اور ہر کام سے ہٹ کر ہر وقت خود کو جاذب نظر بنانے میں لگ جانا یا پھر انسان کی فطری خلقت میں تبدیلی کرکے خوبصورت بننے کی کوشش کرنا وغیرہ۔ مذکورہ صورتوں میں مردوں کی جسمانی زیب وزینت کے اسلامی آداب اور معاصر رجحانات کس طرح کے ہیں؟ ان کی جانکاری ضروری ہے۔

موضوع تحقیق سے متعلق سابقہ کام کا جائزہ (Literature Review)

ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر مختلف جامعات میں درج ذیل مقالاجات لکھے گئے ہیں۔

1- عورتوں کے لئے زیب و زینت کے شرعی احکام، مقالہ نگار: سبین اکبر ، مقالہ برائے ایم فل ، بلوچستان یونیورسٹی، 2015

اس مقالے میں خواتین کی زیب وزینت کے حوالے صرف شرعی احکام کو بیان کیا گیاہے۔ جبکہ زیر نظر موضوع میں مَردوں کی جسمانی زیب وزینت کے اسلامی آداب اور معاصر رجحانات کو بیان کیا جائے گا۔

2- عورت کی زیب و زینت (قرآن و سنت کی روشنی میں)، مقالہ نگار: گلریز محمود، مقالہ برائے ایم فل، پنجاب یونیورسٹی، جنوری 2012،

اس مقالے میں عورت کی زیب وزینت کے حوالے سے قرآن مجید اور سنت کی روشنی میں جو تعلیمات بیان ہوئی ہیں ان کو ذکر کیا گیا ہے، جبکہ زیر نظر موضوع کی تحقیق اس موضوع سے مختلف ہے اور صرف مَردوں کے ساتھ خاص ہے۔

3-خواتین کے زیب وزینت کے شرعی احکام اور ان کی سائنسی حکمتیں، مقالہ نگار: مفتی ضیاء الرحمن

اس مقالے میں بھی زیادہ تر خواتین کی زیب وزینت کو سائنس کی حکمت کو سامنے رکھتے ہوئے بیان کیا گیا ہے۔

4۔لباس اور زینت کی اسلامی حدود اور عصر حاضر، مقالہ نگار (سرفراز بانو، مقالہ برائے ایم اے، پنجاب یونیورسٹی، 2011

اس مقالے میں صرف لباس کی زیب وزینت کی حدود اور عصر حاضر کو بیان کیا گیا ہے۔ لباس میں مردوں اور عورتوں دونوں کو شامل بحث لایا گیا ہے۔

5۔ عورت کی زیب وزینت کے حدود و آداب (قرآن و سنت کی روشنی میں)، مقالہ نگار (ماریہ اقبال، مقالہ برائے ایم اے، نمل یونیورسٹی، اسلام آباد 2016

اس مقالے میں زیب وزینت کی ان حدود و آداب کو بیان کیا گیا ہے جن کا تعلق صرف عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔

6۔انسانی جسم کی تزئین و آرائش کی جدید صورتیں اور ان کے متعلق فقہاء کرام کی آراء کا تحقیقی جائزہ، مقالہ نگار: عنایت الرحمن، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان 2020

اس مقالے میں عمومی طور پر تزئین و آرائش کی صورتوں کا ذکر فقہاء کرام کی آراء میں بیان کیا گیا ہے۔ اور جبکہ زیر نظر مقالہ میں زیب وزینت کے آداب کو صرف مَردوں کے جسم کے ساتھ خاص کر کے بیان کیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا مقالہ جات میں جتنا بھی تحقیقی کام ہوا، ان میں عورتوں کی تزئین و زیبائش کا ذکر کیا گیا تھا۔ ان کی صورتوں کو قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کیا گیا۔ اگر تزئین و آرائش کی صورتوں کا ذکر کیا بھی گیا تو ان کا تعلق صرف عورتوں کے ساتھ خاص تھا۔ زیر بحث موضوع کے حوالے سے پہلے کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا، لہذا اس موضوع کو زیر تحقیق لایا جارہا ہے۔

زیر بحث مقالہ میں زیب وزینت کے اسلامی آداب کو بیان کیا گیا ہے۔ اور ان اسلامی آداب کا تعلق صرف مردوں کے جسم کے ساتھ خاص ہے۔ اور معاصر رجحانات کیا کیا ہو سکتے ہیں ان کو بیان کیا گیا ہے۔

جواز تحقیق (Rationale of the study)

زیب وزینت اور تزئین وآرائش کے حوالے سے جو بھی تحقیقی کام ہوا اس میں خواتین کی زیب وزینت کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ خواتین کی زیب وزینت کے ہر پہلو کا ذکر مختلف انداز سے بیان کیا گیا۔ لیکن آج کے دور میں مَردوں میں بھی زیب زینت اور تزئین وآرائش کے نت نئے فیشن کا رواج عام ہوتا جارہا ہے۔ مَردوں میں جسمانی زیب وزینت کے اسلامی آداب اور زیب وزینت کے عصری رجحانات کیا ہیں؟ اس پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

بیان مسئلہ (Statement of the Problem)

انسان کی زندگی میں زیب وزینت اور حُسن وجمال ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ زیب وزینت کے حوالے سے اسلام نے کیا آداب بتائے ہیں اور عصر حاضر میں اس کے معاصر رجحانات کون سے ہیں، اس کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس موضوع میں مردوں کی جسمانی زیب وزینت کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔

موضوع کی ضرورت واہمیت(Signification of the Study)

خوبصورت نظر آنا ہر انسان کی ایک فطری خواہش ہوتی ہے۔ انسان ہر زمانے میں خود کو خوبصورت بنانے کی کوشش کرتا رہا ہے مگر دورِ حاضر میں یہ رجحان کچھ زیادہ ہی بڑھ چکا ہے۔ لباس اور پہناوے میں تبدیلیوں سے لے کر بیوٹی پارلر اور سیلون میں خوبصورتی تک، رجحان میں آئے روز اضافہ دیکھنے میں آرہا ہے۔ پہلے یہ رجحان عورتوں تک محدود رہا لیکن اب یہ رجحان مَردوں میں بھی تیزی کے ساتھ بڑھنے لگا ہے۔ زیر نظر مقالہ میں اسی حوالے سے بحث کی گئی ہے کہ زیب وزینت کے اسلامی آداب اور معاصر رجحانات کیا ہیں؟ اورزیب وزینت کے اسلامی آداب اور معاصر رجحانات کو صرف مردوں تک محدود رکھا گیا ہے۔

مقاصدِ تحقیق(Objectives of the Study)

1۔ مَردوں کی جسمانی زیب وزینت کے اسلامی تصوّر سے آگاہی حاصل کرنا

2۔ مَردوں کی جسمانی زیب وزینت کے اسلامی آداب کی تحقیق اور اس پر بحث

3۔ عصری رجحانات کے مطابق مَردوں کی تزئین و آرائش کا تجزیہ کرنا

تحقیقی سوالات(Research Questions)

1۔ قرآن و سنت کی روشنی میں جسمانی زیب وزینت کا تصوّر اور آداب کیا ہیں؟

2۔ مَردوں کی جسمانی زیب وزینت کے اسلامی اصول کیا ہیں اور ان کی فطری حسی جمالیات سے کیا مطابقت پائی جاتی ہے؟

3۔ مَردوں کی جسمانی زیب وزینت کے معاصر رجحانات کس نوعیت کے ہیں؟ اور ان کی جانچ پرکھ اسلامی اصولوں کے مطابق کیسے ممکن ہے؟

تحدید اور دائرہ کار موضوع(Delimitations of the Study)

مقالہ ہذا میں جسمانی زیب و زیت کے اسلامی آداب اور معاصر رجحانات کا دائرہ کار صرف مَردوں کی جسمانی زیب وزینت کے اسلامی آداب اور معاصر رجحانات تک محدود رکھا گیا ہے۔

منہج تحقیق(Research Method)

مقالہ کی تحقیق کے لیے درج ذیل اسلوب اور طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے۔

• تحقیق ہذا میں تجزیاتی اسلوب اپنایا گیا ہے۔

• موضوع سے متعلقہ بنیادی(قرآن مجید،حدیث(صحاح ستہ)فقہ(المبسوط،بنایۃ،رد المختار)تفسیر(مفاتیح الغیب،جامع البیان فی تفسیر القرآن)وثانوی کتب،رسائل و جرائد(خصائل النبوی،سیرت مصطفی)سے استفادہ کرتے ہوئے مواد اخذ کیا گیا ہے۔

• ای لائبریریوں سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے، تحقیق کے جدید ذرائع:مکتبہ شاملہ اور انٹرنیٹ وغیرہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

• مقالہ کی ترتیب تسویب کے لئے یونیورسٹی فارمیٹ کو مد نظر رکھا گیا ہے۔

ابواب وفصول کی تقسیم وترتیب(Chapterization of Research Theme)

زیر نظر مقالہ کو تین ابواب پر تقسیم کیا گیا اور پھر ہر باب کو تین تین فصلوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے باب میں زیب وزینت کے اسلامی تصوّر، زیب وزینت کے اسلامی اصولوں اور مَردوں کی جسمانی زیب وزینت کے اسلامی آداب کو بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں لباس کی زیبائش، زیورات اور دیگر اشیاء زینت اور بالوں کی تزئین و آرائش کو بیان کیا گیا ہے۔ تیسرے باب میں سرجری کے ذریعے حصول حُسن اور ناک، کان اور دانتوں کی آرائش اور اعضاء جسمانی پر نقش ونگار کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔

حافظ بہروز احمد سالک(20-04-2022)

باب اول

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں زیب وزینت کا تصوّر

فصل اول: زیب وزینت کا اسلامی تصوّر

فصل دوم: زیب وزینت کے اسلامی اصول

فصل سوم: مَردوں کی جسمانی زیب وزینت کے اسلامی آداب

فصل اول

زیب وزینت کا اسلامی تصوّر

زینت کا اصل مادہ "زین" ہے اس لئے بننے سنورنے والے کو مزین کہتے ہیں۔اسی طرح زینت کے معنی ہر اس چیز کے آتے ہیں جس سے آراستگی کی جائے، آراستہ ہوا جائے یا بنا سنورا جائے۔اس کا ایک لفظ "تزئین" بھی آتا ہے جس کے باب تفصل ہونے کی وجہ سے ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ "زینت" کا لغت میں کسی زائد چیز پر اطلاق ہوتا ہے۔"[1] زیب وزینت کے لغوی معنی آراستگی اور خوبصورتی کے ہیں۔عربی میں امراۃ زائنۃ کے لغوی معنی "بنی سنوری ہوئی عورت" کے آتے ہیں۔[2]

تزئین عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کا مادہ ز۔ی۔ن ہے۔مجرد میں باب ضرب یضرب اور مزید فیہ میں باب تفعیل ، تفعل اور افتعال سے استعمال ہوتا ہے اور اس کا معنی ہے خوبصورتی اختیار کرنا۔زینت کی ضد الشین ہے، جس کا معنی ہے پراگندگی۔اور یہ ایسا جامع اسم ہے جو ہر اس چیز کو شامل ہے جس سے خوبصورتی حاصل کی جاتی ہے۔عید کے دن کو بھی یوم الزینہ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے، کہ لوگ اس میں زینت کا اظہار کرتے ہیں۔زیب وزینت کا استعمال تجمل اور تزئین میں ہے اور اس کے معنی کوشش کرنا اور خوبصورت بننے اور خوبصورت بننے کے ذرائع استعمال کرنا ہے۔[3]

مذکورہ بالا تشریح کی روشنی میں زیب وزینت کا اصطلاحی معنی واضح ہوتا ہے کہ زیب وزینت سے مراد وہ تمام ذرائع یا طریقے ہیں جن کی مدد سے کوئی بھی شخص خود کو آراستہ کرتا ہے۔اور اس کے علاوہ زیب وزینت کا لفظ اصلی حُسن کو بھی شامل ہے۔

---

[1] ابن منظور،محمدبن مکرم،**لسان العرب**(بیروت :دارالفکر 1956ء)،201/13

[2] وحید الزمان کیرانوی،**القاموس الوحید**(لاہور:ادراہ اسلامیات 2001ء)،ص:73

[3] محمد بن ابی بکر ،**مختار الصحاح**(بیروت:المکتبة العصریة 1140ھ)،ص :139

زیب وزینت یا تزئین و آرائش کے اختیار کرنے کو تجمیل یا تجمل بھی کہا جاتا ہے جو کہ جمل سے ماخوذ ہے۔اسی لئے حسن اور خوبصورتی کے لئے جمال کا لفظ بھی مستعمل ہے۔جمال جمل کا مصدر ہے۔[1] اور قبح کا ضد ہے اور حسن کو کہتے ہیں۔جو فعل (اخلاق) اور خلق (تناسب اعضاء) میں واقع ہوتا ہے۔لفظ جمال کا اطلاق معانی اور صورتوں دونوں پر ہوتا ہے۔عربی میں تجمل بمعنی تزین بھی استعمال ہوتا ہے یعنی اس نے زینت اختیار کی۔[2]

ان تمام معانی کی روشنی میں یہ اخذ ہوتا ہے کہ جمال خلقت کے اعتبار سے تناسب، برابری اور اعتدال کو شامل ہے۔کافی صورتوں (شکلوں) کی خلقت میں تناسب تو ہوتا ہے، لیکن حُسن نہیں پایا جاتا۔ حُسن آنکھوں کی ملاحت اور چہرے کی خوبصورتی کو کہتے ہیں۔[3]

لغوی اعتبار سے لفظ الزینۃ اور الجمال میں باریک فرق یہ ہے کہ جمال کا تعلق خلقت کے ساتھ ہے یعنی جس خلقت پر انسان کی فطری طور پر تخلیق ہوئی ہے۔اور خارج کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔جیسے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ﴾ [4]

(اور جب تم انہیں شام کے وقت گھر واپس لاتے ہو، اور جب انہیں صبح کو چرانے لے جاتے ہو تو ان میں تمہارے لئے ایک خوشنما منظر بھی ہے۔)[5]

(يَمْتَنُّ تَعَالَى عَلَى عِبَادِهِ بِمَا خَلَقَ لَهُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ,وَبِمَا جَعَلَ لَهُمْ فِيهَا مِنَ الْمَصَالِحِ وَالْمَنَافِعِ، مِنْ أَصْوَافِهَا وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا يَلْبَسُونَ وَيَفْتَرِشُونَ، وَمِنْ أَلْبَانِهَا يَشْرَبُونَ، وَيَأْكُلُونَ مِنْ أَوْلَادِهَاوَمَا لَهُمْ فِيهَا مِنَ

---

[1] ابن منظور ،**لسان العرب**: 126/11

[2] الفیروز آبادی، محمد بن یعقوب،**القاموس المحیط**(بیروت:دارالسلام1426ھ)،979/1

[3] ابن تیمیه، احمد بن عبد الحلیم،**الجمال فضلة حقيقية**، (ریاض:دارالشریف1413ھ)،ص:164

[4] القرآن،النحل:6

[5] عثمانی، مفتی محمد تقی، **آسان ترجمہ قرآن**(کراچی:مکتبہ معارف القرآن 2011ء)

الْجَمَالِ وَهُوَ الزِّينَةُ وَهُوَ وَقْتُ رُجُوعِهَا عَشِيًّا مِنَ الْمَرْعَىوَهُوَ وَقْتُ رُجُوعِهَا عَشِيًّا مِنَ الْمَرْعَىخَوَاصِرَ، وَأَعْظَمَهُ ضُرُوعًا، وَأَعْلَاهُ أَسْنِمَةً غُدوة حِينَ تَبْعَثُونَهَا إِلَى الْمَرْعَى)[1]

اللہ تعالیٰ اس آیت مبارکہ میں بندوں پر اپنے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے تمہارے لئے جو حیوانات پیدا کیے ہیں، اس میں تمہارے لئے مصالح اور منافع ہیں۔ تم ان کی اون اور بالوں سے فائدہ اٹھاتے ہو، لباس بنا کر پہنتے ہو اور ان کے دودھ سے مختلف چیزیں بناتے ہو، ان سے گوشت حاصل کر کے کھاتے ہو۔ ان میں تمہارے لئے حُسن و جمال ہے۔ اور شام کو چراگاہ سے واپسی کے وقت ان کے تھن دودھ سے بھرے ہوتے ہیں اور ان کی کوکھ بھی بھری بھری نظر آتی ہے اور ان کے کوہان اونچے اور بھرے بھرے لگتے ہیں۔

جمال اور زینت میں یہاں پر اس طرح فرق واضح ہو تا ہے کہ کوہان اونچے اور بھرے بھرے نظر آنا، کوکھ اور تھنوں کا بھرنا، اس منظر کا تعلق جسم کی خلقت کے ساتھ ہے، خارج کے ساتھ اس کا تعلق نہیں ہے، جو جمال کو ظاہر کرتا ہے۔ لہذا جمال سے مراد وہ خوبصورتی جس کا تعلق خلقت کے ساتھ ہو اضافی اور خارجی نہ ہو۔ جبکہ الزینۃ کا تعلق خارجی سجاوٹ اور خوبصورتی کے ساتھ ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ بوڑھی عورتوں کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ ﴾ [2]

(اور جن بڑی بوڑھی عورتوں کو نکاح کی کوئی توقع نہ رہی ہو، ان کے لئے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اپنے زائد کپڑے، (مثلاً چادریں، نامحرموں کے سامنے) اتار کر رکھ دیں، بشرطیکہ زینت کی نمائش نہ کریں۔)

---

[1] ابن كثير، إسماعيل بن عمر، **تفسير القرآن العظيم**(دارطيبة للنشر والتوزيع 1420ھ)،557/4

[2] النور:60

علامہ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب پاجامہ، خضاب، بال رنگنا، بالیاں، سونے کی انگوٹھی، پازیب اور باریک کپڑے پہننے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اے عورتو! تمہارا سب کا قصہ ایک ہی ہے، اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے سب چیزوں کو حلال کیا ہے لیکن زینت عیاں نہیں ہونی چاہیے۔ اس روایت میں جن اشیاء (خضاب، رنگ، پاجامہ، سونے کی انگوٹھی وغیرہ) کی نسبت زینت کی طرف کی گئی ہے، اور یہ اشیاء اصل حقیقت پر اضافی ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید میں بھی زیورات کی نسبت زینت کی طرف کی گئی ہے اور وہ اصل خلقت پر اضافی چیز ہے۔[1]

زیب وزینت سے متعلق علمائے اسلام کے تصوّرات و آراء

امام رازیؒ کے نزدیک الزینۃ یہ اسم ہے اور اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ تمام پیدائشی محاسن اور وہ اشیاء جن کے ذریعے انسان اپنے آپ کو آراستہ کرتا ہے جیسے زیورات اور لباس وغیرہ پر ہوتا ہے۔[2] ان کے مطابق زینت کی دو قسمیں ہیں، زینت خلقی اور زینت کسبی۔ زینت خلقی کا اطلاق تمام پیدائشی محاسن پر ہوتا ہے اور جبکہ کسبی زینت ان تمام اشیاء کو شامل ہے، جن کے ذریعے انسان اپنے آپ کو آراستہ کرتا ہے، مثلاً لباس وغیرہ۔

امام راغبؒ کے ہاں زینت کا حقیقی معنی یہ ہے کہ انسان کسی بھی حال میں پراگندہ نہ ہو۔ نہ اس دنیا میں اور نہ ہی آخرت کی زندگی میں ہو۔ زینت کا تعلق بدن، نفس اور خارج کے ساتھ ہے۔ ان کے نزدیک زینت بدنی کی مثال طاقت اور دراز قد اور زینت نفسی کی مثال درست عقائد اور علم اور زینت خارجی کی مثال مال وجاہ ہے۔[3]

قرآن مجید میں اس لفظ کے استعمال کی مثال وہ آیت ہے بھی ہے جہاں پر خواتین کو اپنے حسن کے چھپانے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے کہ:

---

[1] ابن کثیر، **تفسیر القرآن** :77/6

[2] الرازی ، أبو عبد اللہ محمد بن عمر، **مفاتیح الغیب**(بیروت:دار إحیاء التراث العربي1420ھ)،336/23

[3] الاصفهانی ،حسین بن محمد، **المفرادات فی غریب القرآن**(بیروت:دار القلم1428ھ)،388/1

﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾[1]

(اور مؤمن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنی سجاوٹ کو کسی پر ظاہر نہ کریں، سوائے اس کے جو خود ہی ظاہر ہو جائے۔)

(يغضّ مِن بَصَرِه: أن يَنظُر إلى مَا لَا يَحِلّ لَه، إذا رَأى مَا لَا يحلّ لَه غضّ مِن بَصَرِه لَا يَنظُرإليه، وَلَا يَستَطِيع أحد أن يَغضّ بَصَره كله،وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ عَن أَن يَراها من لا يحلّ له رؤيتها، بِلُبس مَا يسترهاعَن أَبصَارِهِم، وَلَا يُظهرن لِلنَّاسِ الذِينَ لَيسُوا لَهُنَّ بمحرم زينتهنّ، وَهُمَا زِينَتَانِ: إحدَاهُمَا: مَا خفي وذلك كَالخَلخَالِ وَالسوارين والقرطين والقَلَائِد،عَن عَبدِ الله، أَنَّهُ قَالَ: (وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلا مَا ظَهَرَ مِنْهَا): قال: هِي الثِياب)[2]

مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں ستر پوشی، زینت اور حُسن اصلی کی نمائش کو مراد لیا گیا ہے۔اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں کہ عورتوں کو چاہیے کہ اجنبی مردوں کے سامنے اپنی زینت کی چیزوں کو ظاہر نہ کریں، ہاں اگر اس کا چھپانا ناممکن ہو تو اور بات ہے۔ مثلاً چادر اور اوپر کے کپڑے جن کا عورتوں کے لیے پوشیدہ رکھنا ناممکن ہے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد پہنچوں تک کے ہاتھ، چہرہ اور انگوٹھی ہے۔ جبکہ سیدنا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنی زینت کا اظہار نہ کریں یعنی بالیاں بار پاؤں کا زیور وغیرہ۔ ان کے نزدیک زینت دو طرح کی ہے ایک وہ ہے جس کو صرف خاوند ہی دیکھے اور دوسری وہ ہے کہ جس کو غیر بھی دیکھیں، مثلاً اوپر کا کپڑا وغیرہ۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنی سجاوٹ کو ظاہر نہ کریں مگر وہ جو خود ظاہر ہے، اس سے مراد کپڑے ہیں۔

---

[1] النور:31

[2] الطبری،محمد بن جرير بن يزيد، **جامع البيان في تأويل القرآن** (مؤسسة الرسالة 1420ھ)،155/19

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ زینت کا مفہوم یوں لکھتے ہیں کہ:

"سنگھار عرف میں خارجی اور کسبی آرائش کو کہتے ہیں جو مثلا لباس یا زیور وغیرہ سے حاصل ہو۔ احقر کے نزدیک یہاں "زینت" کا ترجمہ "سنگھار" کے بجائے زیبائش کیا جاتا تو زیادہ جامع اور مناسب ہوتا، زیبائش کا لفظ ہر قسم کی خلقی اور زینت کو شامل ہے۔ خواہ جسم کی پیدائشی ساخت سے متعلق ہو یا پوشاک وغیرہ خارجی ٹپ ٹاپ سے۔"[1]

امام رازیؒ زینت کا اطلاق پیدائشی اور کسبی دونوں محاسن پر کرتے ہیں۔ الزینة اسم ہے اور اس کا اطلاق اللہ تعالی کی پیدا کردہ تمام پیدائشی محاسن پر اور ان پر جن کے ذریعے انسان اپنے آپ کو آراستہ کرتا ہے، مثلا لباس اور زیورات وغیرہ، پر ہوتا ہے۔[2]

اللہ تعالی کی عطاء کردہ نعمتوں سے مستفید ہونا مقبول عمل میں سے ہے جبکہ ان نعمتوں پر تکبر کرنا ایک لعنت ہے۔ اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ آرائش و زینت کا اظہار دل کو خوش کرنے اور اللہ تعالی کی نعمتوں کے اظہار کے لئے ہوتا ہے جو کہ حدود کے اندر رہتے ہوئے ہوں اور جو حسن و جمال اللہ کی طرف سے عطاء کردہ ہوتا ہے اس کو انسان اپنے لئے مستحق نہیں سمجھتا بلکہ اللہ تعالی کی عطاء اور اس کا فضل سمجھتا ہے۔ اور اس عطاء کردہ نعمت کی وجہ سے دوسروں کو گھٹیا نہیں سمجھتا۔ اور تکبر یہ ہے کہ خود کو اس نعمت کا حقدار سمجھنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو گھٹیا سمجھ لے۔ اس تمام بحث سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ الزینۃ اور الجمال کے اصطلاحی معنی میں فرق ہے کہ جمال کا تعلق اصطلاح اعتبار سے خلقت کے ساتھ ہے اور زینت کا تعلق کسب کے ساتھ ہے۔

زینت کی اصطلاح کے حوالے سے فقہاء کرام سے مختلف عبارات مروی ہیں، لیکن مفہوم کے اعتبار سے ان تمام مروی عبارت کا مصداق ایک ہی ہے۔ فقہی مستند کتب کے مطالعے سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ زینت سے مراد وہ تمام ملبوسات اور مباح اشیاء ہیں جن سے انسان خود کو مزین کرتا ہے۔

---

[1] عثمانی، شبیر احمد، **فوائد القرآن** (لاہور: تاج کمپنی لیمیٹڈ 2001ء)، ص: 609

[2] الرازی، **مفاتیح الغیب**: 363/23

احناف کے ہاں زینت سے مراد ملبوسات اور وہ اشیاء ہیں جن سے خوبصورتی حاصل کی جاتی ہے۔اس لئے ہدایہ کی شرح البنایۃ فی شرح الھدایۃ میں ہے کہ قرآن مجید کی آیت﴿ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ ﴾ میں زینت سے مراد زیورات اور سرمہ لگاناہے، جن کے ساتھ عورت خود کو خوبصورت اور مزین بناتی ہے۔اس آیت میں عورت کو زینت کے اظہار سے منع کیا گیاہے۔تاکہ اس سے معلوم ہو کہ عورت کی طرف دیکھنا درست نہیں ہے۔[1] فقہاء مالکیہ کے ہاں زینت سے مراد وہ اشیاء جن سے خوبصورتی اختیار کی جاتی ہے۔مثلا ملبوسات،خوشبو، سرمہ، مہندی، کنگھی وغیرہ۔فقہ مالکیہ کی مشہور کتاب بدایۃ المجتھد میں ہے کہ زینت ظاہری چادر اور اس کے علاوہ ایسے ملبوسات ہیں،جو زینت کے لئے پہنے جاتے ہیں۔[2]

فقہاء شوافع کی زینت کی تعریف فقہاء احناف کی تعریف کے قریب تر ہے۔وہ یہ ہے کہ زینت سے مراد وہ تمام اشیاء ہیں جن کے ذریعے خوبصورتی اختیار کی جاتی ہے، مثلا لباس وغیرہ۔حاشیہ الجمل علیٰ شرح المنھج میں ہے کہ زینت سے مراد وہ اشیاء ہیں جن کے ذریعے خوبصورتی اختیار کی جاتی ہے ۔الزینۃ ضد ہے الشین (پراگندگی) کی۔فقہاء حنابلہ کے ہاں زینت ظاہری سے مراد ملبوسات اور زیورات ہیں۔کشاف القناع میں ہے کہ امام محمدؒ نے اس بات کی تشریح کی ہے کہ زینت ظاہری سے مراد کپڑے ہیں۔[3]

مذاہب اربعہ کے فقہاء نے زینت کے جو مفاہیم بیان کیے ہیں،ان میں اگرچہ متون اور عبارت کے اعتبار سے فرق ہے، لیکن مفہوم کے اعتبار سے سب کا ماحاصل ایک ہی ہے۔لہذا یہ مفہوم کہ زینت سے مراد وہ اشیاء ہیں جن سے زینت اختیار کی جاتی ہے،مصدر بول کر مفعول مراد لینا،سب میں مشترک ہے۔جن اشیاء سے زینت اختیار کی جاتی ہے،ان میں زیورات، لباس، مہندی، خوشبو اور سرمہ وغیرہ شامل ہیں۔

---

[1] العینی، محمود بن احمد ،**بنایة فی شرح الهدایة**(بیروت :دار الکتب1420ھ)،120/2

[2] ابن رشد ، محمدبن احمد،**هدایة المجتهد ونهایةالمقتصد**(بیروت: دار الحدیث1420ھ)،122/1

[3] البهوتی،منصور بن یونس،**کشاف القناع عن المتن الاقناع** (بیروت :دارالکتب العملیة 2006ء) ،469/1

زیب وزینت انسان کی فطری ضرورت

شریعت مطہرہ نے جیسے دیگر تمام امور میں عرف وعادات کو سوارِ حکم بنایاہے۔اسی طرح زیب وزینت کے معاملے میں بھی وسیع دائرہ رکھاہے۔دین حنیف کو قانون الہی کا شرف حاصل ہے جو کہ انسان کی فطرت کے عین مطابق ہے۔اس لئے اس میں بھی ان فطری تقاضوں کالحاظ ایک لازمی امرہے۔پاک صاف اور نفیس قیمتی لباس، عمدہ جوتے، خوشبو، زینب وزینت اور زیبائش کی مروجہ تمام مشروع چیزوں کے ذریعے فضول خرچی اور رنمودو نمائش سے بچ کر نیک نیتی سے تجمل اختیار کرنااور اپنی خوبصورتی کا اہتمام کرنا کوئی غیر شرعی کام نہیں ہے۔

کپڑے ہر انسان کی ضرورت ہیں، خواہ مرد ہو یا عورت اگر فطرت سلیم پر قائم و دائم ہو۔جسم کی صفائی و ستھرائی اور لباس وپوشاک کا خیال رکھتاہے۔انسانی فطرت کا تقاضہ ہے کہ اس کالباس ایساہو جو اس کو دوسروں سے مستور رکھے۔اسلامی لباس دوسری قوموں کے لباس سے ایک منفرد حیثیت رکھتاہے اور اسلام نے کسی خاص لباس کوشرعی لباس قرار نہیں دیاہے۔بلکہ ہمیں لباس پہننے کا مقصد بتادیاہے کہ لباس ایساہو جو انسان کو سر سے پاؤں تک چھپاسکے۔لباس کا مقصد اللہ تعالی نے قرآن مجید کی اس آیت میں ارشاد فرمادیاہے کہ:

﴿يَابَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَى ذَلِكَ خَيْرٌ ذَلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ﴾[1]

(اے آدم کے بیٹو اور بیٹیو! ہم نے تمہارے لیے لباس نازل کیاہے جو تمہارے جسم کے ان حصوں کو چھپا سکے جن کا کھولنا براہے، اور جو خوشنمائی کا ذریعہ بھی ہے۔اور تقوی کالباس سب سے بہتر ہے۔یہ سب اللہ تعالی کی نشانیوں کا حصہ ہے، جن کا مقصد یہ ہے کہ لوگ سبق حاص کریں۔)

یعنی اس سے ہرگز یہ نہ سمجھا جائے کہ ظاہری نعمت صرف لباس کا پہنناہی ہے لہذاوہ لباس جس طرح کا بھی ہو بلکہ لباس شرعی کا اصل مقصد یہ ہے کہ اس سے تقوی یعنی پرہیز گاری حاصل کیاجائی اور گناہوں سے حد درجہ دور

---

[1] الاعراف:26

رہنے کا لباس مقصود ہے۔ مزید یہ کہ لباس میں نمائش، فخر اور تکبر کا عنصر شامل نہ ہو بلکہ لباس اپنی استطاعت کے مطابق ہو۔ فخر و نمائش سے پرہیز کرنا ضروری ہے اس لئے آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

((مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ، أَلْبَسَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ))[1]

(جس شخص نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ذلت کے لباسوں میں سے لباس پہنائے گئے۔)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس لباس کے پہننے کا مقصد صرف لوگوں میں مقبول ہونا ہو خواہ وہ مقبولیت دنیاوی زینت کے لئے ہو یا ریاکاری کے اظہار کے لئے تو اس لباس کے پہننے سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ لباس قیامت کے دن انسان کے لئے ذلت اور رسوائی کا سبب بنے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہر چیز کو خوبصورت بنانے کے ساتھ ساتھ انسان کو بھی خوبصورت بنایا ہے، اور ساتھ میں انسان کو خوبصورتی اختیار کرنے کی ترغیب بھی دی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِی اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾[2]

(یقیناً ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھال کر پیدا کیا ہے۔)

امام ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں کہ احسن تقویم سے مراد اعضاء میں تعدیل اور حُسن صورت مراد ہے[3]۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہر مخلوق کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ اس کا منہ نیچے کی طرف جھکا ہوا ہے سوائے انسان کے کہ وہ دراز قامت اور سیدھا ہے۔ جو اپنے ہاتھوں سے ہی کھاتا پیتا ہے اور پھر اس کے اعضا کو نہایت تناسب کے

---

[1] ابن ماجه، محمد بن يزيد، السنن (بيروت: دار الرسالة العالمية 1430ھ)، كتاب الباس، باب من لبس شهرة من الثياب، ح 3607
علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ الالبانی، محمد ناصر الدين، **صحيح وضعيف سنن ابن ماجة** (مكتبة المعارف 1413ا)، 106/8
[2] التین: 4
[3] الطبری، محمد بن جرير، **جامع البيان فى تفسير القرآن** (بيروت: دار الكتب 1420ھ)، 256/17

ساتھ بنایا ہے۔ اس کو جانوروں کی طرح بے ڈھنگا پن نہیں بنایا ہے۔ ہر اہم عضو دو دو بنائے اور ان میں نہایت مناسب فاصلہ رکھا ہے۔ پھر اس کو فہم و حکمت، عقل و تدبر اور سمع وبصر کی قوتیں سے نوازہ ہے۔ اس لئے یہ انسان اللہ کی قدرت کا ایک مظہر ہے۔

امام رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

وَكَانَ بَعْضُ الصَّالِحِينَ يَقُولُ: إِلَهَنَا أَعْطَيْتَنَا فِي الْأُولَى أَحْسَنَ الْأَشْكَالِ، فَأَعْطِنَا فِي الْآخِرَةِ أَحْسَنَ الْفِعَالِ، وَهُوَ الْعَفْوُ عَنِ الذُّنُوبِ، وَالتَّجَاوُزُ عَنِ الْعُيُوبِ۔[1]

اور بعض صالحین کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی نے جس طرح ہمیں پہلی دفعہ اچھی شکل و صورت سے نوازا ہے اسی طرح آخرت میں بھی ہمیں اچھے اعمال سے نوازے گا اور وہ نوازنا یہ ہو گا کہ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے گا اور ہمارے عیوب کو در گزر فرمائے گا۔

اسلام کی بڑی خوبی یہ کہ اس نے ہر معاملے میں اعتدال اختیار کرنے کا حکم دیا ہے یعنی ہر معاملے میں بہترین راستہ میانہ روی کا راستہ ہے۔ حد اعتدال سے بڑھنا یا کم ہو جانا بھی دونوں شریعت کی نگاہ میں برے ہیں۔ اس لئے جب بھی زیب وزنت اختیار کی جائے اس میں میانہ روی کو اپنایا جائے۔ طہارت و نظافت اور زینت انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ انسان کو عملی زندگی میں اعتدال و توازن کی روش پر قائم رہنا چاہیے۔ انسان کو زندگی کے ہر شعبے میں اعتدال اور توازن کے ساتھ زندگی بسر کرنی چاہیے۔ آپ ﷺ نے انسانوں کو زیب وزینت کا معتدل راستہ دکھایا ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے اعتدال پسندی کے بارے میں مطلقا ارشاد فرمایا کہ میانہ روی اختیار کرو کیونکہ جس کام میں میانہ روی ہوتی ہے، وہ کام سنور جاتا ہے اور جس کام میں میانہ روی نہیں ہوتی، وہ کام بگڑ جاتا ہے۔ میانہ روی سب کے لیے ضروری ہے اور ہر کام میں ضروری ہے، صرف دنیاوی معاملات اور معاشی مسائل ہی میں مفید نہیں ہے، بلکہ دینی معاملات میں بھی اعتدال مستحسن ہے۔

[1] الرازی، محمد بن عمر، **مفاتيح الغيب** (بيروت: دار إحياء التراث العربي 1420ھ)، 212/32

زینت اختیار کرنے کی ترغیب

زینب وزینت اور زیبائش کی مروجہ تمام مشروع چیزیوں کے ذریعے فضول خرچی اورر نمود و نمائش سے بچ کر نیک نیتی سے تجمل اختیار کرنا اور اپنی خوبصورتی کا اہتمام کرنا کوئی غیر شرعی کام نہیں ہے بلکہ قرآن مجید میں زیب وزینت اختیار کرنے کی ترغیب بھی مختلف انداز سے دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿يَابَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴾[1]

(اے آدم کے بیٹو اور بیٹیو! جب کبھی مسجد میں تو اپنی خوشنمائی کا سامان (یعنی لباس جسم پر) لے کر آو، اور کھاؤ اور پیو، اور فضول خرچی مت کرو۔ یاد رکھو کہ اللہ فضول خرچ لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔)

علامہ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

قَالَ ابن عَبَاس، كَانَ رِجَالٌ يَطُوفُونَ بِالْبَيْتِ عُرَاةً، فَأَمَرَهُمُ اللَّهُ بِالزِّينَةِ -وَالزِّينَةُ: اللِّبَاسُ، وَهُوَ مَا يُوَارِي السَّوْأَةَ، وَمَا سِوَى ذَلِكَ مِنْ جَيِّد البَزِّ وَالْمَتَاعِ[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت بعض لوگ بیت اللہ کا طواف برہنہ ہو کر کرتے تھے پس اللہ تعالی نے انہیں زینت اختیار کرنے کا حکم دیا اور زینت سے مراد لباس ہے۔ اور لباس ایسا ہو کہ جو اعضاء مخصوصہ کو چھپالے اور جو اس کے علاوہ ہو مثلاً اچھا کپڑا وغیرہ۔

اسبابِ زیب وزینت کی تلاش

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

---

[1] الاعراف:31

[2] ابن کثیر، **تفسیر القرآن**:405/3

﴿وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا﴾[1]

(اور وہی ہے جس نے سمندر کو کام پر لگایا تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے وہ زیورات نکالو جو تم پہنتے ہو)

علامہ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی انسانوں پر ایک احسان جتلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمھارے قبضے میں سمندر اور دریا بھی ہیں اس میں تمہاری کشتیاں اور جہاز چلتے ہیں اور یہ سب چیزیں تمہارے تابع ہیں۔ اسی طرح اس سمندر میں تمہارے لئے مچھلیاں بھی ہیں جن کو تم کھاتے ہو اور اس میں سے جو جواہر نکالتے ہو اوران کو تم بطور زینت استعمال کرتے ہو۔[2]

لباس کی مناسبت

دوستوں سے ملاقات کے وقت عام لباس کی بجائے اگر اچھا اور مناسب لباس پہنا جائے تو اس سے ملاقات پر ایک اچھا اثر پڑتا ہے۔ اسی وجہ سے ایسے موقعوں پر آپ ﷺ نے بننے سنورنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ حضرت ابن حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک مرتبہ سفر سے واپسی پر اپنے ہمراہ ساتھیوں سے فرمایا کہ:

((إِنَّكُمْ قَادِمُونَ عَلَى إِخْوَانِكُمْ، فَأَصْلِحُوا رِحَالَكُمْ، وَأَصْلِحُوا لِبَاسَكُمْ، حَتَّى تَكُونُوا كَأَنَّكُمْ شَامَةٌ فِي النَّاسِ، فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ، وَلَا التَّفَحُّشَ))[3]

---

[1] النحل:14

[2] ابن کثیر، **تفسیر القرآن**:562/4

[3] السجستانی، أبو داود سليمان بن الأشعث،**السنن**(بيروت: المكتبة العصرية 1403**ھ**)،کتاب اللباس، باب ما جاء في إسبال الإزار، ح4089

علامہ البانی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔الالبانی،محمد بن ناصرالدين، صحيح وضعيف سنن أبي داود (مكتبة المعارف 1419) ،ص:2

(ابن حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ہم سے فرمایا: تم اپنے بھائیوں کے پاس پہنچنے والے ہو، لہذا اپنے لباس اور سواریوں کو صحیح کرلو، تاکہ تم لوگوں میں نمایا آسکو، لیکن اس بات کا خیال ہو کہ لباس ایسا ہو جو بے حیائی کا سبب نہ بنے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بے حیائی کو کسی صورت پسند نہیں کرتا چاہے وہ ارادے کے ساتھ ہو یا بغیر ارادے کے۔)

اس حدیث شریف کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ عام اور خاص ملاقات میں لباس کا فرق نمایا ہو۔ ملاقات کے وقت خاص لباس پہننے سے ملنے والے پر ایک اچھا اثر پڑتا ہے۔ جس خاص لباس کا اہتمام کیا جائے وہ لباس ایسا ہو جو کسی بھی بے حیائی کا سبب نہ بنے کیونکہ اللہ تعالیٰ بے حیائی کرنے والوں کو قطعا پسند نہیں کرتے۔

عبادات میں زیب وزینت

جس طرح عام زندگی میں پاک صاف رہنے کی ترغیب دی ہے، اسی طرح عبادات میں بھی صاف ستھرا اور زینت کے اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ عبادات میں خصوصا جمعے کی نماز کے لیے اچھے اور پاک کپڑے پہننے کے ساتھ ساتھ جمعے کے دن غسل کرنے کی فضیلت بھی کئی احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے جمعے کی تعظیم اور جمعہ کی نماز میں لوگوں کے راحت کے لئے اور انہیں کسی بھی طرح کی کوفت سے بچانے کے لئے بطور خاص غسل کرنے، خوشبو لگانے، مسواک کرنے، تیل لگانے اور اپنی گنجائش کے مطابق اچھے کپڑے پہننے کی ترغیب فرمائی ہے۔ حضرت سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

((مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ، وَمَنِ اغْتَسَلَ فَهُوَ أَفْضَلُ))[1]

(جو شخص جمعے کے دن نماز جمعہ کے لئے وضو بھی کرلے تو کافی ہے اور جو غسل کرے تو غسل کرنا افضل ہے۔)

---

[1] السجستانی، **السنن**، كتاب الطهارة، باب في الرخصة في ترك الغسل يوم الجمعة، ح 354- **علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے**، الالبانی، صحيح وضعيف سنن أبي داود، ص:2

حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن صرف وضو کرنے پر اکتفاء کرے تو اس نے صرف رخصت پر عمل کیا ہے اور یہ رخصت اس کے لئے نعمت کا درجہ رکھتی ہے اور جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے گا اس کا غسل کرنا افضل اور بہتر ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی بندہ جمعہ کی نماز کے لئے دو کپڑے علیحدہ سے خرید لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو منبر سے ایک مرتبہ یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ:

((مَا عَلَى أَحَدِكُمْ لَوِ اشْتَرَى ثَوْبَيْنِ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ، سِوَى ثَوْبِ مِهْنَتِهِ))[1]

(تم میں سے اس میں کسی کا کوئی نقصان نہیں ہے کہ اگر وہ اپنے روزمرہ کام کے کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے دن کے لئے الگ سے دو کپڑے خرید لے۔)

جمعہ کی طرح عیدین میں بھی زیب وزینت اختیار کرنا مسنون عمل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ دونوں عیدین کے مواقع پر غسل کیا کرتے تھے۔

ظاہری وباطنی زینت

محسن انسانیت اور نبی رحمت ﷺ نے ذاتی وضع قطع اور دیگر دینی امور میں طہارت ونظافت کا ہمیشہ خیال رکھا اور اس کی حکمت یہ ہے کہ ظاہری زینت کا اثر لامحالہ باطن پر بھی لازمی پڑتا ہے۔ اور اس بات کی تائید بعض نصوص سے بھی ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کی یہ چاہت تھی کہ ان کا ہر امتی ظاہر کے ساتھ باطن کے اعتبات سے بھی خوبصورت ہو۔ یہ مشاہدہ ہے کہ نہانے اور غسل کرنے سے اور بدن کی صفائی سے انسان کی روح بھی بشاشت محسوس کرتی ہے۔ اس کے برعکس جسم کے گندے اور بدبودار ہونے کی وجہ سے روح بھی بدبودار ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے جمعہ کے دن غسل کرنے کی خصوصی ترغیب دی گئی ہے۔ لباس اور جسم کے صاف ہونے کی وجہ سے دل میں انبساط کی

[1] ابن ماجه، السنن ،كتاب إقامةالصلوة،باب ما جاء في الزينة يوم الجمعة ،ح 1095- علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے- الالبانی، صحیح وضعیف سنن ابن ماجه: 95/3

کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ کپڑوں میں خوشبو لگانے سے بھی مسرت اور شادمانی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ جبکہ نجاست کی حالت میں بے چینی اور بیزاری کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ ظاہر کا اثر باطن پر ہوتا ہے اس کی وضاحت آپ ﷺ کی ایک حدیث شریف سے معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

((لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُم أو لَيُخَالِفَنَّ الله بين وُجُوهِكُم))[1]

(اپنی صفوں کو ضرور بہ ضرور سیدھا رکھو ورنہ اللہ تعالی تمہارے درمیان مخالفت پیدا فرمادے گا۔)

اس حدیث شریف میں باجماعت نماز کے لئے صف بندی، صفوں کی درستگی اور تیر کی طرح سیدھا کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ صفوں کو سیدھا رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ اگر صفوں کو سیدھا نہ کیا جائے تو ان کا ظاہری طور پر ٹیڑا ہونے کی وجہ سے اس کا اثر دلوں پر بھی پڑے گا۔ اس وجہ سے آپس میں مخالفت اور دوری کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

ملا علی قاری باطن کے ظاہر پر اثر کا ایک واقعہ لکھتے ہیں جس کی تلخیص کچھ اس طرح ہے کہ:

فرعون کے دربار میں ایک مسخرہ تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نقل اتارا کرتا تھا۔ ان جیسا لباس پہن کر اور عصا لے کر اور ان کی آواز میں فرعون کے دربامیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نعوذ باللہ مذاق اڑاتا تھا۔ جب اس مسخرے کو غرق ہونے سے بچالیا گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دربار الہی میں شکوہ کیا کہ اس کو کیوں غرق ہونے سے بچالیا گیا جبکہ مجھے سب سے زیادہ اذیت اسی سے ملتی تھی۔ تو اللہ تعالی نے اس کا جواب دیا کہ بے شک وہ آپ کا مذاق اڑاتا تھا لیکن اس تمسخر کے ساتھ ساتھ وہ تیرے جیسا لباس اور تیرے بات کرنے کے انداز کی طرح بات کرتا تھا۔ اور تیری اداؤں سے ظاہری مشابہت اختیات کر رکھی تھی۔ جس وجہ سے ایک حبیب سے بعید تھا کہ دشمن کو اپنے حبیب کی ذی ہیت اور شکل وصورت میں عذاب دیں۔ اس لئے ہم نے اس کو غرق ہونے سے بچالیا۔[2]

---

[1] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح(بیروت: دار طوق النجاة 1422ھ)، کتاب الاذان، باب تسویة الصفوف عند الإقامة وبعدها، ح 717

[2] ملا علی القاری، علی بن سلطان، **مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح**(لاہور: مکتبہ رحمانیہ 2016ء) طبع دوم، 1/ 100

نشست وبرخاست میں زینت

مجالس میں بیٹھنا یا بیٹھ کر عبادت کرنا، کھانا پینا یا کوئی اور کام کرنا انسانی ضروریات میں سے ہے، جس کو کسی بھی انداز سے کیا جاسکتا ہے۔ مگر آپ ﷺ نے چھوٹے سے چھوٹے کاموں میں بھی زینت کا لحاظ رکھتے ہوئے اغیار کی مشابہت کو اختیار کرنا ناپسندیدہ عمل بتایا ہے۔ چہ جائیکہ کوئی مسلمان غیروں کی تہذیب کو اپنانے میں شرم محسوس نہ کرے۔ حضرت عمرو بن الشرید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ:

((مَرَّ بِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا جَالِسٌ هَكَذَا، وَقَدْ وَضَعْتُ يَدِيَ الْيُسْرَى خَلْفَ ظَهْرِي وَاتَّكَأْتُ عَلَى أَلْيَةِ يَدِي، فَقَالَ: أَتَقْعُدُ قِعْدَةَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ؟))[1]

(ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کا گزر میرے پاس سے ہوا اور میں اس وقت اس حالت میں بیٹھا تھا کہ میں نے اپنا ہاتھ اپنی پیٹھ کے پیچھے رکھا ہوا تھا اور میں نے اپنے ہاتھ کی ٹیک لگا رکھی تھی۔ اس حالت میں آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا: کیا تو ایسے لوگوں کی طرح بیٹھنے کی طرح بیٹھے ہو جن پر اللہ کا عذاب نازل ہوا ہے یعنی یہود و نصری۔)

مذکورہ بالا حدیث میں بیٹھنے کے ایک طریقے کو ذکر کیا گیا ہے اور اس طریقہ کو آپ ﷺ نے یہود و نصری کا طریقہ بتلایا ہے۔ جبکہ آپ ﷺ گوٹ مار کر مجلس میں بیٹھا کرتے تھے۔ گوٹ مار کر بیٹھنے کا مطلب یہ کہ دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر کے سرین کے بل بیٹھنا اور دونوں ہاتھوں سے پنڈلیوں پر حلقہ بنا کر بیٹھنا۔ اس طرح کے بیٹھنے میں تواضع اور انکساری ہے اس لئے آپ ﷺ اکثر اسی طرح مجالس میں تشریف رکھتے تھے۔

[1] السجستانی،السنن،کتاب الأدب،باب في الجلسة المكروهة ،ح4848 علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔الالبانی،صحیح وضعیف سنن أبي داود،ص:2

خلاصہ کلام

الغرض یہ کہ لفظ زینت لغت اور اصطلاح ایک ہی معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔اور یہ ایسا جامع اسم ہے جو ہر اس چیز کو شامل ہے جس سے خوبصورتی حاصل کی جاتی ہے۔زیب وزینت کے اختیار کرنے کو تجمیل بھی کہا جاتا ہے۔جو کہ جمل سے ماخوذ ہے۔اور جمال خلقت کے اعتبار سے تناسب، برابری اور اعتدال کو شامل ہے۔جمال سے مراد وہ خوبصورتی جس کا تعلق خلقت کے ساتھ ہو اضافی اور خارجی نہ ہو جبکہ زینت کا تعلق خارجی سجاوٹ اور خوبصورتی کے ساتھ ہے۔

زیب وزینت سے متعلق مختلف علماء اسلام کے تصوّرات مختلف ہیں۔امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ زینت کا اطلاق اللہ تعالی کی پیدا کردہ تمام پیدائشی محاسن اور وہ اشیاء جن کے ذریعے انسان اپنے آپ کو آراستہ کرتا ہے جیسے زیورات اور لباس وغیرہ پر ہوتا ہے۔امام راغبؒ زینت کے متعلق لکھتے ہیں کہ زینت کا حقیقی معنی یہ ہے کہ انسان کسی بھی حال میں پراگندہ نہ ہو نہ اس دنیا میں اور نہ ہی آخرت کی زندگی میں۔ان کے نزدیک زینت کا تعلق بدن نفس اور خارج کے ساتھ ہے۔زینت کی اصطلاح کے حوالے سے فقہاء کرام سے مختلف عبارات مروی ہیں لیکن مفہوم کے اعتبار سے ان تمام عبارات کا مطلب ایک ہی ہے ملبوسات اور مباح اشیاء انسان خود کو مزین کرتا ہے زینت کہلاتا ہے۔

قرآن وسنت میں زیب وزینت کی اہمیت کو مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے۔زیب وزینت انسان کی فطری ضرورت ہے اور اس فطری ضرورت کی شریعت مطہرہ نے بھی حوصلہ افزائی کی ہے۔پاک صاف اور نفیس قیمتی لباس جوتے خوشبو زیب وزینت اور زیبائش کی مروجہ تمام مشروع چیزوں کے ذریعے فضول خرچی اور نمود و نمائش سے بچ کر نیک نیتی سے تجمل اختیار کرنا اور اپنی خوبصورتی کا اہتمام کرنا کوئی غیر شرعی کام نہیں ہے۔

اللہ تعالی نے انسانوں پر احسان جتلاتے ہوئے اسباب زیب و زینت کی تلاش کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح معاشرے میں دوستوں سے ملاقات کے وقت عام لباس کی بجائے مناسب اور اچھا لباس پہننا، لیکن وہ لباس ایسا ہو جو کسی بھی بے حیائی کا سبب نہ بنے۔ جس طرح عام زندگی میں پاک صاف رہنے کی ترغیب دی ہے اسی طرح عبادات میں بھی صاف ستھرا اور زینت اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ذاتی وضع قطع اور دیگر دینی

امور میں طہارت و نظافت کا ہمیشہ خیال رکھا ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ ظاہری زینت کا اثر باطن پر بھی ہوتا ہے۔ مجالس میں بیٹھنا یا بیٹھ کر عبادت کرنا کھانا پینا یا کوئی اور کام کرنا انسانی ضروریات میں سے ہے جس کو کسی بھی انداز سے کیا جا سکتا ہے مگر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے چھوٹے سے چھوٹے کاموں میں بھی زینت کا لحاظ رکھتے ہوئے اغیار کی مشابہت کو اختیار کرنا ناپسندیدہ عمل بتایا ہے۔

فصل دوم

زیب وزینت کے اسلامی اصول

شریعت اسلامی کا بنیادی ماخذ قرآن وسنت ہیں۔ جب مسلمان عملاً اصولوں پر عمل کرتا ہے تو اس پر کتاب اللہ اور سنت نبویہ میں جو آحکام موجود ہیں ان کو مد نظر رکھتے ہوئے عمل کرتا ہے۔ بحیثیت مسلمان انسان کی یہ سوچ ہوتی ہے کہ اس کا ہر کام قرآن و سنت کے مطابق ہو اور تمام عبادات وعادات، معاشرت و معاملات اور رہن سہن وغیرہ۔ اور ایک المیہ یہ ہے کہ مسلمان اتباع سنت کا کماحقہ حق ادا نہیں کر رہا۔ ہمارا ہر کام اسلامی اصول و قواعد کو مد نظر رکھتے ہوئے بڑے آسانی سے ہو سکتا ہے۔ زیب وزینت اور حُسن جمال زندگی کا اہم پہلو ہے۔ اسلام میں اس کے متعلق بھی جامع ہدایات اور اصول موجود ہیں۔

زیب وزینت کے تمام اصولوں میں راہ اعتدال کو اپنانے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ جہاں مال ودولت کو اپنے لباس کی عمدگی سے ظاہر کرنے کا بتلایا ہے وہاں باوجود قدرت واختیار کے ترکِ زیب وزینت پر آخرت میں بڑا رتبہ بھی عطاء ہو گا۔ اسی طرح جہاں بالوں کو سلیقے سے رکھنے کی ترغیب ہے وہاں روزانہ کنگھی کرنے سے بھی منع کیا ہے۔ زیب وزینت کے اصولوں میں ایک اہم اصول یہ بھی ہے کہ ایسا اندازِ زینت اختیار نہ کیا جائے جس کی وجہ سے عورتوں سے مشابہت ہو۔ ذیل میں شریعت اسلامیہ نے زیب وزینت جو اسلامی اصول مقرر کیے ہیں ان کی تفصیل بیان کی جائے گی۔

1۔ حسن نیت

شریعت میں تمام اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے۔ نیت درست ہونے پر ہی اعمال موجب اجر وثواب ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اس بنا پر اچھا اور صاف ستھرا لباس پہنے کہ صفائی اور جمال اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور بطور تحدیث نعمت بھی ہو اور اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نیت بھی ہو۔ اور عورت کی نیت شوہر کی خوشنودی اور اس کی غض بصر کی بھی ہو، تو یہ مقاصد حسنہ میں سے ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کو ثواب ملے گا۔ لیکن اگر

زینت سے صرف مقصد فخر، شہرت، دھوکہ، تکبر، نمائش، بے حیائی یا خلقت میں تبدیلی ہو تو یہ موجب وبال بھی ہو گا۔

نیت کے بارے میں آپ ﷺ کا مبارک ارشاد ہے کہ:

((إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ)) [1]

(اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور ہر عمل کا نتیجہ ہر انسان کو اس کی نیت کے بدلے ہی ملے گا۔ لہذا جس کی ہجرت کا مقصد دنیا کا حصول ہو یا کسی عورت سے نکاح کی نیت ہو، تو اس کی ہجرت ان ہی چیزوں کے لئے ہو گی جس کی اس نے نیت کی ہو گی۔)

اس حدیث مبارکہ کو بعض علماء کرام کے نزدیک تہائی اسلام گردانا جاتا ہے۔ مؤمن کو اس کے اعمال کا ثواب اس کی نیت کے مطابق دیا جاتا ہے۔ پس جو اعمال صرف اللہ تعالی کے لئے کیے ہوں گے ان کو شرفِ قبولیت حاصل ہو گی اگرچہ وہ اعمال تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں بشرطیکہ وہ اعمال سنت کے مطابق ہوں۔ جو اعمال لوگوں کو دیکھانے کی غرض سے کیے جائیں ان کو رد کر دیا جاتا ہے اگرچہ وہ بہت زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔

2۔ نص شرعی سے عدم معارضت

(الْأَصْلُ فِي الْأَشْيَاءِ الْإِبَاحَةُ حَتَّى يَدُلُّ الدَّلِيلُ عَلَى التَّحْرِيمِ)[2]

اسلامی اصول قانون کے مطابق اشیاء میں اصلا حلت ہے۔ جب تک کہ اس کی حرمت پر کوئی نص موجود نہ ہو۔ خوبصورتی اختیار کرنے سے متعلق امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت بیان کی ہے جس میں زینت اور تکبر کے مابین بہتر فرق بیان کیا گیا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

---

[1] البخارى، الجامع الصحيح، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله، ح 1

[2] السيوطي، عبد الرحمن بن أبي بكر ، **الأشباه والنظائر** (دار الكتب العلمية 1411هـ)، ص 60

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ» قَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً، قَالَ: «إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ، وَغَمْطُ النَّاسِ))[1]

(وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو۔ تو ایک شخص نے پوچھا کہ ایک آدمی پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور جوتے عمدہ ہوں کیا یہ بھی تکبر میں آتا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالی خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ تکبر کا مطلب یہ ہے کہ حق کو ہٹ دھرمی کے ساتھ نہ ماننا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔)

مذکورہ بالا حدیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے دل میں تکبر ہو اس کی وجہ حق سے روگردانی یا حق بات کو ناپسند کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ اگر انسان صرف اس لئے عمدہ لباس پہنے یا خوبصورتی اختیار کرے جس سے صرف زینت مقصود ہو تو اللہ تعالی بھی اس عمل کو پسند کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالی بھی خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔ انسان کا اپنے لباس، اپنے جوتے اور اپنے تمام امور میں خوبصورتی کو اختیار کرنا دلوں کو انسان کی طرف کھینچتا ہے اور اسے لوگوں کے ہاں پسندیدہ بنا دیتا ہے۔

ہر ایسی زینت جو خلاف شرعی امور پر مبنی ہو درست نہیں ہے۔ اگرچہ شوہر نے کسی ممنوع چیز کے کرنے کا حکم بیوی کو کیوں نہ دیا ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

((أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الأَنْصَارِ زَوَّجَتِ ابْنَتَهَاوفَتَمَعَّطَ شَعَرُ رَأْسِهَا، فَجَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَتْ: إِنَّ زَوْجَهَا أَمَرَنِي أَنْ أَصِلَ فِي شَعَرِهَا، فَقَالَ: لا؛ إِنَّهُ قَدْ لُعِنَ الْمُوصِلاَتُ))[2]

(قبیلہ انصار کی ایک عورت نے اپنی بیٹی کی شادی کروائی، اور کسی خاص بیماری کی وجہ سے اس کے سر کے بال گر گئے، وہ عورت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس سارے واقعہ کا ذکر کیا اور عرض کیا کہ اس کے

---

[1] القشیری،مسلم بن الحجاج ، الجامع الصحیح(بیروت:دار إحیاء التراث العربي 1412ھ)،کتاب الایمان،باب تحریم الکبر وبیانه،ح91

[2] البخاری،الجامع الصحیح ،کتاب النکاح، باب لا تطیع المرأة زوجها في معصیة ، ح5205

شوہر نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں اس کو مصوعی بال لگواؤں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں، کیونکہ مصنوعی بال لگوانے والی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے۔)

3۔ کفار کی مشابہت سے گریز

قرآن مجید میں کئی مقامات میں ایمان والوں کو کفار اور منافقین کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا﴾[1]

(اے ایمان والو جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے ان کی طرح نہ بننا)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ))[2]

(جو جس قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا وہ اسی میں سے ہو گا)

احادیث مبارکہ کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جو بندہ نیک لوگوں کی مشابہت اختیار کرے گا وہ نیک کار ہو گا اور میدان حشر میں انہی کے ساتھ ہو گا۔ اس کے برعکس جو کفار اور فاسق لوگوں کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا حشر بھی انہی کے ساتھ ہو گا۔ ملا علی قاریؒ تشبیہ کی وضاحت فرماتے ہیں کہ جو شخص کفار، فساق، فجار اور صلحاء کے ساتھ لباس وغیرہ میں مشابہت اختیار کرے گا تو وہ خیر اور گناہ میں بھی ان کے ساتھ شریک ہو گا۔

---

[1] آل عمران:156

[2] السجستانی، السنن ، کتاب اللباس ،باب فی البس الشھرة، ح 4031

مشابہت کے مراتب

انسان سے دو طرح کے افعال صادر ہوتے ہیں، اختیاری اور غیر اختیاری۔ اللہ تعالی نے انسان کو اختیاری افعال کا مکمل خود مختار بنایا ہے۔ جبکہ غیر اختیاری افعال انسان کی دسترس سے باہر ہوتے ہیں، جیسے انسانی اعضاء کی بناوٹ یا انسانی عوارضات وغیرہ۔ اس سلسلہ میں قرآنی قانون ہے کہ:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾[1]

(اللہ تعالی کسی بھی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ ذمہ داری نہیں سونپتا)

اختیاری افعال کی دو قسمیں ہیں، ایک افعال اختیاریہ وہ ہیں جن کا تعلق مذہب کے ساتھ ہے، مثلاً گلے میں صلیب لٹکانا، کڑا پہننا وغیرہ۔ ان اقسام کی تشبیہ درست نہیں ہے۔ دوسری قسم کا تعلق امور عادیہ کے ساتھ ہے۔ جو امور عادیہ قبیح بالذات ہیں ان سے منع کیا گیا ہے، جیسے مردوں کے لئے سونا یا ریشم کے کپڑوں کا پہننا وغیرہ درست نہیں ہے۔ دوسری وہ قسم ہے جس کو شریعت نے خارجی امور کی بنا پر منع کیا ہے۔ ایک وہ جو دوسرے مذہب کی علامت ہیں جیسے وہ لباس پہننا جس کا تعلق دوسرے مذہب کے لوگوں کے ساتھ خاص ہے جیسے بدھی وغیرہ اس لباس کا پہننا درست نہیں ہے۔

امور عادیہ دوسری قسم وہ ہے جو دوسرے مذہب کا شعار اور علامت نہیں ہے۔ اگر مسلم اقوام کے پاس اس کا بدل موجود ہے تو بدل کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کے لوگوں کے فعل کی مشابہت اختیار کرنا ناپسندیدہ ہے۔ اگر مسلم اقوام کے پاس اس کا بدل موجود نہیں ہے، جیسے آج کل کی نئی ایجادات وغیرہ تو اس کے اختیار کرنے میں نیت کا اعتبار ہے۔[2]

---

[1] البقرۃ:286

[2] القاسمی، قاری محمد طیب، اسلامی تہذیب و تمدن (لاہور: ادارہ اسلامیات 1980ء)،5/131،128

4۔ تکبر سے اجتناب

ایسا لباس جس کے پہننے سے انسان تکبر میں مبتلا ہو اس لباس کا پہننا درست نہیں ہے۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

((لا يَنْظُرُ الله إِلَى مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيْلاَء))[1]

(اللہ تعالیٰ ایسے بندے کی طرف نگاہ رحمت نہیں کرتا جو متکبرین کی طرح اپنا کپڑا کھینچتا ہو۔)

اس حدیث شریف میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ خاص نظر سے اس کی طرف نہیں دیکھتے اور خاص نظر سے مراد نظر رحمت ہے۔اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی شخص کسی بھی حالت میں مخفی نہیں ہوتا۔

جس زینت سے مقصود صرف شہرت ہو ایسی زینت اختیار کرنادرست نہیں ہے۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

((مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ، أَلْبَسَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ)) [2]

(جس شخص نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ذلت کے لباسوں میں سے لباس پہنائے گئے۔)

اس حدیث مبارکہ میں انسان کو ہر ایسے لباس کے پہننے سے روکا گیا ہے جس میں انسان کی نیت صرف اور صرف شہرت کی ہو، مثلاً عام شخص ہونے کے باوجود ایسا لباس زیب تن کرے لوگ اس کو بڑے منصب والا سمجھیں۔

---

[1] البخاری،الجامع الصحیح ،کتاب الباس، باب قول الله تعالى :قل من حرم زينة الله،ح5783

[2] ابن ماجه،السنن، کتاب الباس ، باب من لبس شهرة من الثياب ،ح3607- علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔الالبانی، صحيح وضعيف سنن ابن ماجة:106/8

5۔ خلقی صفات میں تبدیلی سے گریز

تبدیل خلقت سے مراد معتاد صورت میں تبدیلی ہے۔ مثلاً اگر کسی عورت کی داڑھی یا مونچھ نکل آتی ہے تو یہ غیر معتاد صورت ہے۔ اس صورت میں اگر عورت داڑھی یا مونچھ کو ختم کر دے تو یہ خلقت میں تبدیلی شمار نہیں ہو گی[1]۔ کسی ایسی زینت کا اختیار کرنا جس میں اللہ تعالیٰ کی خلقت میں تبدیلی واقعتاً ہو درست نہیں ہے۔ ایک روایت میں آپ ﷺ کا بال جڑوانے والیوں کے بارے میں ارشاد ہے کہ:

((أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ))[2]

(نبی اکرم ﷺ نے بال جوڑنے والی اور بال جڑوانے والی، اور گودنے والی اور گودوانے والی دونوں پر لعنت کی ہے۔)

اسلام میں ہر ایسی زیب وزینت سے روکا گیا ہے جس میں مرد کا عورت کے ساتھ اور عورت کی مرد کے ساتھ تشبیہ ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر بھی جو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتی ہیں۔[3]

6۔ اسراف سے گریز

قرآن وحدیث میں جن اشیاء سے بچنے کی تلقین فرمائی گئی ہے ان میں سے ایک اسراف ہے۔ متعدد قرآنی آیات میں خرچ کرنے میں حد سے گزرنے کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ علامہ ابن منظورؒ فرماتے ہیں کہ جو مال اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ کیا جائے خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ اسراف کے زمرے میں آتا ہے۔ بعض کے ہاں حلال کھانے کی چیزوں میں حد سے تجاوز کرنا اسراف ہے۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حق میں کوتاہی کو بھی اسراف کہتے ہیں۔

---

[1] السهارنپوری ،خلیل احمد، **بذل المجهود فی حل سنن ابی داؤد** (مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی 1427ھ)، 3 /1651

[2] القشیری ،الجامع الصحیح،کتاب الباس و الزینة، باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة، ح2124

[3] البخاری،الجامع الصحیح ،باب لمتشبهین بانساء والمتشبهات بالرجال، ح 235

تمام تعریفوں سے اخذ ہوتا ہے کہ مالِ متقوم کا ہر ایسا استعمال جس میں کوئی دینی یا دنیاوی فائدہ نہ ہو اسراف ہے۔ اور اسراف سے روکنے کی وجہ یہ ہے کہ مال و دولت اللہ تعالی کی عطاء کردہ نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ عطاء کردہ نعمت کی ناقدری اور ناشکری کرنا اللہ تعالی کی ناراضگی کا سبب بنتا ہے۔ قرآن مجید میں اسراف کرنے والوں کے لئے یوں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:

﴿كُلُوْ مِنْ ثَمَرِهِ اِذَا اَثْمَرَ وَآتُوْا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلَا تُسْرِفُوا اِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْن﴾[1]

(اور جب یہ پھل دیں تو ان کے پھلوں کو کھانے میں استعمال کرو، جب ان کی کٹائی کا دن آجائے تو اللہ کا حق ادا کرو اور فضول خرچی نہ کرو۔ یاد رکھو! وہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔)

علامہ ابن جریر طبریؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہاں اسراف سے مراد یہ ہے کہ:

"الإسراف" الذي نهى الله عنه في هذا الموضع: منع الصدقة والحقّ الذي أمر الله ربَّ المال بإيتائه أهلَه"[2]

اس آیت کریمہ میں جس اسراف سے روکا کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ صدقہ کرنے سے رک جانا اور اس حق سے رک جانا جس کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے کہ مال میں مال والے کو حق دو۔

حدیث شریف میں بھی فضول خرچی اور تکبر سے روکا گیا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

((وَتَصَدَّقُوا، فِي غَيْرِ وَالبَسُوا كُلُوا وَاشْرَبُوا إِسْرَافٍ، وَلاَ مَخِيلَةٍ))[3]

(بغیر اسراف اور تکبر کے کھاؤ، پیو اور صدقہ کرو اور پہنو)

---

[1] الانعام:141

[2] الطبری،جامع البیان :1751/12

[3] البخاری ،الجامع الصحیح،کتاب الباس،بابُ قول الله تعالی :قل من حرم،ص140

اس حدیث مبارکہ میں کھانے، پینے اور لباس میں اسراف کرنے سے روکا گیاہے اور بغیر کسی دکھاوے اور شہرت کے صدقہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ کسی بھی شے میں اسراف جسم اور معیشت دونوں کے لئے نقصان دہ ہوتاہے اور ضیاع کا باعث ہوتا ہے۔ جس کے نتیجے میں انسانی روح کو ضرر پہنچتاہے کیونکہ یہ جسم کے تابع ہوتی ہے اور تکبر سے روح کو ضرر لاحق ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان میں خودپسندی آتی ہے۔

7۔ تصنع اور فریب سے اجتناب

موجودہ زمانے میں جس گناہ کا ارتکاب بار بار کیا جاتا ہے وہ گناہ دھوکہ دہی ہے۔ آج کل دھوکہ ایسے خوبصورت انداز میں دیا جاتا ہے کہ فرق کرنا بہت مشکل ہے۔ ہر ایسا سبب جو انسان کو دھوکہ میں ڈالے اس سے خود بھی بچنا اور دوسروں کو بھی بچانا ضروری ہے۔ اس لئے زیب وزنیت کے باب میں بھی ہر ایسا بناؤ سنگھار کرنا یا بالوں کو کالے رنگ سے رنگنا جس سے دوسرا دھوکے کا شکار ہو درست نہیں ہے۔ دھوکہ دینا آپ ﷺ کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

((مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا))[1]

(جو ہمیں دھوکہ دے، وہ ہم میں سے نہیں ہے)

اس حدیث مبارکہ میں دھوکہ دہی کے حوالے سے بتایا گیاہے۔ دھوکہ دہی ایک خطرناک سماجی رجحان بن چکاہے۔ جس میں سچائی کو چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے اور جھوٹ کو سنوار کر بولا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی لاعلاج بیماری ہے جس کا علاج سوائے ضمیر کو بیدار کرنے اور لوگوں میں بیداری کے سوا کچھ نہیں ہے۔ لباس کے معاملے میں بھی دھوکہ دہی سے بچنا ضروری ہے۔

الغرض یہ کہ زیب وزینت کہ تمام اصولوں میں راہ اعتدال کو اپنانے کی ترغیب دینے کے ساتھ ساتھ شریعت میں تمام اعمال کا دارومدار نیت پر رکھا گیاہے۔ نیت درست ہونے پر ہی اعمال موجب اجر وثواب ہوتے ہیں۔ اچھا اور صاف ستھرا لباس اس نیت سے پہنا جائے کہ صفائی اور جمال اللہ تعالی کو پسند ہے۔ اللہ تعالی کی طرف سے بندے کو ثواب بھی ملتا ہے۔

---

[1] القشیری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب من غشا فلیس منا، ح 43

خلاصہ کلام

اسلامی اصول قانون کے مطابق اشیاء میں اصل حلت ہے۔ جب تک کے اس کی حرمت پر کوئی نص موجود نہ ہو۔ ہر ایسی زینت جو خلاف شرعی امور پر مبنی ہو درست نہیں ہے۔اسی طرح کسی ایسی زیب و زینت اختیار کرنا بھی درست نہیں ہے جس میں کفار کی مشابہت لازم آتی ہو۔ ملا علی قاریؒ تشبیہ کی وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو شخص کفار فساق فجار اور صلحاء کے ساتھ لباس وغیرہ میں مشابہت اختیار کرے گا تو وہ خیر اور گناہ میں بھی ان کے ساتھ شریک ہو گا۔ ہر ایسی زیب و زینت سے بچنا جس کی وجہ سے انسان تکبر میں مبتلا ہو تا ہو۔لہذا جس زینت سے مقصود صرف شہرت ہو ایسی زینت اختیار ایسی زینت اختیار کرنا درست نہیں ہے۔

خلقی صفات میں تبدیلی سے گریز سے بھی ضروری ہے۔ کیونکہ اسلام میں ایسی زیب و زینت سے روکا گیا ہے جس میں مرد کا عورت کے ساتھ عورت کی مرد کے ساتھ تشبیہ لازم آتی ہو۔ اسی طرح زینت کے اختیار کرنے میں اسراف سے بھی بچنا ضروری ہے ۔ کیوں کہ کسی بھی چیز میں اسراف جسم اور معیشت دونوں کے لیے نقصان دہ ہو تا ہے۔ اور ہر اس زینت سے بھی اجتناب ضروری ہے جس میں تصنع اور فریب پایا جاتا ہوں کیوں کہ دھوکہ دہی ایک خطرناک سماجی بیماری ہے جس میں سچائی کو چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے اور جھوٹ کو سنوار کر بولا جاتا ہے۔لہذا زیب و زینت اختیار کرنے میں ان تمام اصولوں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

فصل سوم

مردوں کی جسمانی زیب وزینت کے اسلامی آداب

اسلام اللہ تعالی کی کامل فرماں برداری اور اطاعت کا نام ہے۔اس کی تعلیمات میں مکمل طریقہ حیات ہے۔اسلامی زندگی محض عقائد اور عبادات کی ادائیگی نہیں بلکہ پوری زندگی کو اور اپنے تمام فکر و عمل کو اللہ تعالی کی کتاب اور سنت نبوی ﷺ کے ڈھانچے میں ڈھالنے کا نام ہے۔اسلامی تعلیمات میں حیات انسانی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جس کے بارے میں قرآن و حدیث میں اصول و آداب نہ ہوں۔اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، ملنا جلنا اور کھانا پینا یہ عام معمولات زندگی ہیں۔اسلام نے ان میں سے کسی کو گوشہ کو اپنی تعلیمات سے تاریک نہیں چھوڑا۔ادب سلیقہ، نظافت و پاکیزگی، حُسن و جمال اور پرہیز گاری یہ اسلامی زندگی کے ایسے دلکش خدوخال ہیں، جن کی بدولت مؤمن کی بنی سنوری زندگی میں غیر معمولی کشش اور جاذبیت پیدا ہو جاتی ہے۔

اسلام نے عورتوں کی زیبائش کے ساتھ ساتھ مردوں کی جسمانی زیب وزینت کے آداب اور سلیقے بتائے ہیں۔کسی بھی کام کو جب اس کے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے کیا جائے تو وہ کام مزید احسن انداز سے ہوتا ہے۔لباس کا پہننا انسانی زندگی کی ایک ضرورت ہے۔لیکن جب اسی لباس کو آداب کی رعایت رکھتے ہوئے پہنا جائے گا تو مزید اچھا لگے گا۔

آداب لباس

لباس کا پہننا انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہے اور یہی لباس انسان کو باقی ذی الارواح سے ممتاز اور جدا کرتا ہے۔لباس ہی انسانیت کا ایک پرچم ہے۔اسلام چونکہ دین فطرت ہے پس اسلام فطرت کے خلاف کوئی حکم نہیں دیتا بلکہ عین فطرت کے مطابق حکم دیتا ہے۔لہذا خوبصورت اور اچھے ملباسات کا پہننا اللہ کا پسندیدہ عمل ہے۔[1] ایسا ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالی دنیا میں سے زیب وزینت کی چیزوں کو ختم کر دے اور ان کو بندوں کے لئے حرام قرار

---

[1] المنار،تفسیر المنار:319/8

دے۔ شریعت کا کوئی بھی حکم فطرت کے خلاف ور اس کے برعکس نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ بات ناممکن ہے کہ اسلام ہمیں صاف شفاف رہنے کی نصیحت نہ کرے اور ہر قسم کی قابل نفرت اور کراہت کی چیزوں سے پرہیز گاری کی ترغیب نہ دے۔

امام رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم و حوا کو اس سرزمین پر بھیجا گیا تو اللہ تعالی نے ان کو دنیا کی تمام ضروریات سے نوازا اور ان میں سے ایک ضروت لباس تھی۔ اللہ تعالی نے ان کو دو طرح کے لباس عطاء کئے۔ ایک وہ لباس جو مقامات شرم کو چھپائے اور دوسرا وہ لباس جو زینت کا سبب بنے۔[1] یہی بات علامہ زمخشریؒ نے کی ہے۔[2]

لباس جہاں عفت وحیاء کی حفاظت کا ذریعہ ہے وہاں انسان کے لئے زیب وزینت بھی ہے۔ فطرت نے انسان کو جمالیاتی ذوق عطاء کیا ہے، وہاں ذوق کی تکمیل کے لئے ضروری تعلیم بھی دی ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾[3]

(کہو کہ: آخر کون ہے جس نے زینت کے اس سامان کو حرام قرار دیا ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے اور اسی طرح پاکیزہ زرق کی چیزوں کو)

مذکورہ بالا آیت کریمہ سے یہ استباط ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کے لباس کو زینت بنانے کو بطور احسن ذکر کیا ہے۔ لہذا لباس کی زینت کو حدود میں رہ کر اختیار کرنا مستحسن ہے[4]۔ اور آیات مبارکہ کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ لباس کا پہننا انسانی فطرت میں اور مقامات شرم کو چھپانا اللہ تعالی کی اطاعت کے زمرے میں آتا ہے۔ بے لباسی

---

[1] الرازی،مفاتیح الغیب: 221/5

[2] الزمخشری، محمود بن عمرو، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل (بیروت:دار الکتب العربی 1407ھ) 95/2

[3] الاعراف:32

[4] محسن علی نجفی، **الکوثر فی تفسیر القرآن** (لاہور: مصباح القرآن 2016ء)، 197/3

شیطان کی اطاعت میں آتی ہے۔ تخلیق آدم کے بعد مقامِ جنت میں قیام کے دوران ایک واقعہ کے ذکر میں قرآن کا ارشاد ہے کہ:

﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْآتِهِمَا ﴾[1]

(پھر ہوا یہ کہ شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا، تاکہ ان کی شرم کی جگہیں جو ان سے چھپائی گئی تھیں، ایک دوسرے کے سامنے کھول دے)

حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ دوسری وحی میں آپ ﷺ کو اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھنے کا حکم فرمایا گیا کہ: ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾[2] (اپنے لباس کو پاک رکھیں)۔

انسان کی فطرت میں شامل ہے کہ وہ پاک صاف رہنے کو پسند کرتا ہے اور پاک کپڑوں کے پہننے کو ترجیح دیتا ہے۔ اس لئے عموما پاک صاف رہنا اور نماز میں خصوصا صاف رہنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ لباس کے صاف ستھرا رہنے کی وجہ سے اس کی شخصیت، وقار اور عزت پر مثبت اثرات پڑتے ہیں۔ لباس کو جہاں زینت اور ذریعہ ستر قرار دیا گیا ہے وہاں قرآن مجید میں لباس کے دوسرے فوائد بھی ذکر کئے گئے ہیں۔ جن کا مشاہدہ اور تجربہ ہر انسان کو ہوتا رہتا ہے۔ لباس موسمی اثرات سے حفاظت کا ذریعہ بھی ہے۔ قرآن مجید میں لباس کے موسمی اثرات کی حفاظت کے متعلق میں یوں کہا ہے کہ:

﴿وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيكُمْ بَأْسَكُمْ كَذَلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ﴾[3]

---

[1] الاعراف:20

[2] المدثر:4

[3] النحل:81

(تمہارے لئے ایسے لباس پیدا کیے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں اور ایسے لباس جو تمہاری جنگ میں تمہیں محفوظ رکھتے ہیں۔)

اس آیت کے لفظ سرابیل کی وضاحت میں امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ: كُل مَا يَلبِسُ فَهُوَ سربال مِن قَمِص او درع او جَوشن[1]

(ہر وہ چیز جیسے بطور قمیص پہنا جائے یا بطور زرہ وہ پوشاک کہلاتا ہے۔)

اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ لباس صرف گرمی سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔ کیا لباس سردی سے بچاؤ کا ذریعہ نہیں ہو سکتا؟ بلکہ لباس سردی سے بچاؤ کا ذریعہ بھی ہے۔ صاحب کشافؒ فرماتے ہیں کہ جو چیز گرمی سے بچاتی ہے وہ سردی سے بھی بچاتی ہے۔[2]

معلوم ہوا کہ لباس جہاں مقامات شرم کو چھپاتا ہے وہاں انسان کو سردی گرمی سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔ لباس کو اللہ تعالی نے انسان کے لئے بطور نعمت پیدا کیا ہے۔ لہذا انسان کو چاہیے کہ اس کا لباس صاف اور موسم کے مطابق ہو، اور اپنے لئے سامان حُسن بنائے۔

حضرت محمد ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں لباس کو انسانی زندگی میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ شریعت نے مرد وزن دونوں کے لباس کے لئے بہترین اصول اور آداب وضع کیے ہیں۔ جو لباس شریعت کے اصولوں کے خلاف نہ ہو اس کو زیبِ تن کرنے کی اجازت دی ہے۔ وہ لباس علاقائی اور روایاتی دونوں ہو سکتے ہیں۔

جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

---

[1] الرازی،مفاتیح الغیب: 95/20

[2] الزمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل:625/2

((كُلُوا وَاشْرَبُوا وَالبَسُوا وَتَصَدَّقُوا، فِي غَيْرِ إِسْرَافٍ، وَلاَ مَخِيلَةٍ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كُلْ مَا شِئْتَ، وَالبَسْ مَا شِئْتَ، مَا أَخْطَأَتْكَ اثْنَتَانِ: سَرَفٌ، أَوْ مَخِيلَةٌ.))[1]

(کھاؤ پیو، پہنو اور صدقہ دیا کرو پس اسراف اور تکبر نہ کرو، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کھاؤ جو تم چاہو اور پہنو جو تم چاہو لیکن دو غلطیاں نہ کرنا، ایک اسراف اور دوسرا تکبر۔)

یعنی کسی بھی قوم اور علاقے والوں کو اس کے علاقائی لباس سے منع نہیں فرمایا لیکن وہ علاقائی لباس متکبرانہ اور اسراف والا نہ ہو۔ آپ ﷺ کی سنت مبارکہ میں لباس کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ لباس کا حلیہ، کیفیت، رنگ اور بناوٹ سمیت تمام جہتوں کو آپ ﷺ کی سنت میں واضح کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

((البَسُو مِن ثِيَابِكُم البَيَاضَ،فَإِنَهَا مِن خَيرِ ثِيَابِكُم))[2]

(کپڑوں میں سفید رنگ کا انتخاب کرو کیونکہ وہ تمہارے کپڑوں میں بہترین کپڑے ہیں)

مذکورہ احادیث کی روشنی میں سفید لباس کو دوسرت رنگ والے لباس سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ آپ ﷺ نے دوسرے مخصوص رنگ والے لباس کے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے زرد رنگ والے لباس میں دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ یہ کافروں کا لباس ہے اسے مت پہنو۔[3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ بدن کی نظافت کے ساتھ ساتھ ملبوسات کی صفائی کا حکم فرماتے تھے ایک مرتبہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اس نے گندے کپڑے پہن رکھے تھے آپ ﷺ نے اسے فرمایا کہ:

---

[1] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب اللباس ، باب قل من حرم ،ح 407

[2] السجستانی، السنن، کتاب اللباس، باب فی البیاض، ح 4061 - علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہاہے-الالبانی، صحیح وضعیف سنن أبي داود، ص: 2

[3] القشیری ،الجامع الصحیح، کتاب اللباس ، ح442

((أَمَا كَانَ هَذَا يَجِدُ مَاءً يَغْسِلُ بِهِ ثَوْبَهُ؟))[1]

(کیا اسے کوئی چیز نہیں ملی کہ یہ کپڑے دھو سکے ؟)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ انسان کو اپنی حیثیت اور شخصیت کے مطابق لباس کا انتخاب کرنا چاہیے۔اگر کوئی امیر ہو تو اس کو چاہیے کہ اللہ تعالی کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے اچھے ملبوسات پہنے لیکن پہننے میں اسراف نہ کرے۔ حضرت ابو احوص رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

((أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبٍ دُونٍ، فَقَالَ: أَلَكَ مَالٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: مِنْ أَيِّ الْمَالِ؟ قَالَ: قَدْ آتَانِي اللَّهُ مِنَ الإِبِلِ، وَالْغَنَمِ، وَالْخَيْلِ، وَالرَّقِيقِ، قَالَ: فَإِذَا آتَاكَ اللَّهُ مَالًا فَلْيُرَ أَثَرُ نِعْمَةِ اللَّهِ عَلَيْكَ، وَكَرَامَتِهِ))[2]

(میں ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے معمولی کپڑے زیب تن کر رکھے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ؛" کیا تم مالدار ہو؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں مالدار ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛" کس قسم کا مال ہے ؟ میں نے کہا؛ اونٹ، بکریاں، گھوڑے اور غلام وغیرہ، اللہ تعالی نے مجھے ہر قسم کے مال سے نوازا ہے، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالی نے تمہیں مال و دولت سے نوازا ہے تو اللہ کی نعمت اور اس کے اعزاز کا اثر تمہارے اوپر نظر آنا چاہیے۔)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر پہلو اسوہ حسنہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اور فعل سے لوگوں کو سمجھایا کہ لباس کتنی اہمیت کا حامل ہے۔ اور لباس کی وضع کیسے ہونی چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف عمدہ پوشاک پہنتے تھے بلکہ اپنے لباس کو ہمیشہ صاف رکھتے تھے۔

---

[1] السجستانی،السنن،کتاب اللباس،باب فی البیاض،ح 4062۔علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہاہے۔الالبانی، صحيح وضعيف سنن أبي داود، ص: 2

[2] السجستانی،السنن،کتاب اللباس، باب في غسل الثوب وفي الخلقان،ح4063 -علامہ البانیؒ اور امام نسائیؒ دونوں حضرات نے اس حدیث کو صحیح کہاہے۔الالبانی، صحيح وضعيف سنن أبي داود،ص:2

1۔ صحیح نیت

لباس میں نیت تجمُّل اور زینت اختیار کرنا بھی شامل ہے کیونکہ لباس کا دوسرا مقصد زینت ہے۔اسی لیے قرآن مجید میں لباس کے بنیادی مقاصد کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا(رِيشًا) جس سے لباس کی زینت معلوم ہوتی ہے۔ایک اور نیت یہ ہے کہ انسان لباس پہنتے وقت اللہ تعالیٰ کی نعمت کے اظہار کی نیت کرلی جائے۔ آپ ﷺ جب بھی کسی کو وسعت میں بھی بوسیدہ اور پرانے کپڑوں میں دیکھتے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی نعمت کے اظہار کی تلقین فرماتے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک صحابی حاضر ہوئے ان کے کپڑے صاف نہیں تھے اور وہ صحابی مال دار بھی تھے تو آپ ﷺ نے اس کو تلقین کی کہ:

((أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبٍ دُونٍ--- فَإِذَا آتَاكَ اللَّهُ مَالًا فَلْيُرَ أَثَرُ نِعْمَةِ اللَّهِ عَلَيْكَ وَكَرَامَتِهِ))[1]

(میں ایک مرتبہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے معمولی کپڑے زیب تن کر رکھے تھے۔۔۔ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال عطاء کیا ہے تو اس کی نعمت کا اثر اور اس کی جانب سے ملنے والی عزت و کرامت تمہارے اوپر ظاہر ہونی چاہیے۔)

2۔اہتمامِ بسم اللہ

جس کام کے آغاز میں بسم اللہ کا اہتمام کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کام کو شیاطین کے تصرف اور اثرات سے بھی محفوظ فرمادیتے ہیں۔لباس پہنتے وقت بھی بسم اللہ کا اہتمام کرنا چاہیے۔

---

[1] السجستانی،السنن، کتاب اللباس، باب في غسل الثوب وفي الخلقان، ح4063 علامہ البانیؒ اور امام نسائیؒ دونوں حضرات نے اس حدیث کو صحیح کہاہے- اللابانی، صحیح وضعیف سنن أبي داود،ص:2

3۔ حیثیت کے مطابق لباس

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو مختلف حیثیت اور وسعت عطا کی ہے۔ ہر انسان کو اپنی وسعت کے مطابق لباس پہننا چاہیے۔ عموما لوگ اس میں دو طرح کی غلطی کرتے ہیں ایک یہ کہ بعض لوگ اپنی حیثیت سے بڑھ کر مہنگے کپڑوں کو پسند کرتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔ اور بعض دوسرے لوگ وسعت کے ہوتے ہوئے بھی گرے پڑے بوسیدہ لباس پہنتے ہیں، یہ طریقہ بھی درست نہیں ہے۔ آپ ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ:

((إِنَّ اللہ يُحِبُّ أَنْ يُرَى أَثَرُ نِعْمَتِهِ عَلَى عَبْدِهِ))[1]

(اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ اپنی نعمت کا اثر بندے پر دیکھیں۔)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نعمت کے اظہار کو پسند کرتا ہے کیونکہ یہ ایسا جمال ہے جسے وہ پسند کرتا ہے اور اس کی نعمت کا شکریہ بھی ہے۔ اور یہ باطنی جمال ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نعمت کی وجہ سے اپنے بندے پر ظاہری جمال کو دیکھنا چاہتا ہے، بندے کی طرف سے اس کا شکریہ ادا کرنے کی وجہ سے جمال باطن کو پسند فرماتا ہے۔ خوبصورتی کو پسند کرنے کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر لباس اور زینت کو نازل کیا اور ان کے ظواہر کو خوبصورت بنایا اور ان کے باطن کی خوبصورتی کو قوت بخشی ہے۔

4۔ پاکیزہ لباس

حرام مال، کھانا، پینا اور پہننا انسان کو رب ذوالجلال سے دور کرتا ہے اور حدیث شریف کے مفہوم کے مطابق ایسے لباس کے حامل شخص کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ لہذا نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جو لمبا اور طویل (حج، جہاد، علم دین یا کوئی مبارک) سفر کر کے آئے اور پراگندہ اور غبار آلود ہو اور اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف پھیلا کر یہ کہہ رہا ہو یا رب یا رب یارب اے میرے پروردگار! اے میرے

---

[1] الترمذی، السنن، کتاب الادب، باب اللہ تعالی یحب ، ح 2819

پروردگار! حالانکہ اس کا کھانا پینا اور لباس و پوشاک سب حرام ہو، پرورش بھی اس کی حرام سے ہوئی ہو اس کی دعا کیسے قبول ہو گی۔

ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، يَا رَبِّ، يَا رَبِّ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ؟ [1]

اس حدیث مبارکہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی انسان کسی بھی اچھے اور بہتر کام کی وجہ سے کسی دور علاقے سے سفر کر کے آیا ہے اور اس سفر میں بہت مشقت بھی برداشت کی ہے لیکن سفر میں جو چیزیں اس کے لئے معاون ثابت ہوئی ہیں وہ کسی حرام طریقے سے کمایا ہوا مال ہے تو اس مشقت اٹھانے کے بعد جب وہ اللہ کے حضور دعا گوہ ہو گا تو اس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے۔

5۔سادگی اور اعتدال

کپڑوں میں زیب وزینت اور تجمل اختیار کرنا اور قیمتی اور عمدہ کپڑوں کا پہننا اگر تکبر وغرور کے طور پر نہ ہو تو درست بلکہ مندوب اور احسن بھی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث سے اس کی وضاحت بھی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے بعض مواقع پر صحابہ کرام کو ادنی درجے کے کپڑے پہنے دیکھ کر تنبیہ کی تھی۔ لیکن اگر دیکھا جائے تو دوسری جانب یہ بھی ایک قابل حقیقت ہے کہ اس کے مقابلے میں تواضع اختیار کرنے اور اعتدال کے ساتھ ساتھ سادگی کو اپنانا اعلی اور ارفعہ درجہ ہے [2]۔ اگر نبی کریم ﷺ کی مبارک عملی زندگی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ زندگی کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے اوڑھنے بچھونے اور لباس و پوشاک میں سادگی کو اپنایا ہے۔ ہر طرح کے تکلفات سے خود کو دور رکھتے ہوئے عجز و انکساری اور تواضع کے پیکر بن کر زندگی گزاری ہے۔

[1] القشيري،الجامع الصحيح، باب أسباب إجابةالدعاء وموانعه،ح1015

[2] الکاندھلوی، محمد زکریا، **أوجز المسالک إلی موطأ مالک** (دار القلم 2003ء)، 16/ 146، 145

سب سے بہتر طریقہ اعتدال کا ہے، وہ یہ ہے کہ ہر قسم کے تصنع اور تکلفات سے اجتناب کرتے ہوئے اپنی حیثیت کے مطابق اعتدال کی راہ کو اپنایا جائے۔ بہت زیادہ قیمتی قسم کے پوشاک کو حاصل کرنے کی فکر بھی نہ کی جائے کہ اصل زندگی کا یہی مقصد بن کر رہ جائے۔ اور نہ ہی اس قدر پرانے کپڑے ہوں کہ لوگوں کو دیکھنے میں مفلسی اور محتاجی محسوس ہو۔ اسی اعتدال کے اختیار کرنے کا حکم ہر جگہ دیا گیا ہے اور اسی سے اعمال میں حُسن اور دوام پیدا ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کا مبارک ارشاد ہے کہ: میانہ روی کو تھام کو، میانہ روی کو تھام لو۔

6۔ سنت رسول ﷺ سے مطابقت

لباس انسان کی زندگی کا ایک اہم جزء اور اُس کی شخصیت کی پہچان کا اہم ذریعہ ہے۔ اس کا سنت کے مطابق ہونا انسان کے قلب و دماغ اور اس کی فکر کا پر گہرا اثر چھوڑتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾[1]

(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اور اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خاطر تمہارے گناہ معاف کر دے گا)

لباس انسانی زندگی کا لازمی جزء ہے اور شخصیت کی پہچان کا ذریعہ ہے۔ لباس کا سنت کے مطابق ہونے کی وجہ سے اس کے دل پر اور فکر و نظر پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ اسی اثر کی وجہ سے انسان آپ ﷺ کی دیگر سنتوں پر بھی عمل شروع کرتا ہے۔ لہذا زندگی کے تمام شعبوں کی طرح لباس و پوشاک میں بھی اتباع سنت کا ہونا ضروری ہے۔ خصوصاً آج کے دور میں جبکہ لوگ معاشرے کے بدنام لوگوں کے لباس اپناتے ہیں۔ اس فساد کے زمانے میں جو سرور کونین ﷺ کی سنتوں پر عمل پیرا ہوتا ہے تو زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہے اور اللہ تعالی کی خوشنودی کا ذریعہ بنے گا۔

[1] آل عمران:31

7۔ صفائی اور پاکیزگی

صفائی اور پاکیزگی ہمارے ایمان کا حصہ ہے اس کے بغیر ہماری کوئی بھی عبادت قبول نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں متعدد جگہوں پر پاکی اور صفائی کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ کو مخاطب کر کے اپنے کپڑوں کو صاف رکھنے کا کہا گیا ہے۔ ارشاد الہی ہے کہ: ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾[1]

(آپ ﷺ اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھیں۔)

مذکوہ بالا آیت کریمہ میں کپڑوں کو پاک رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کا اطلاق صرف نماز میں ہی نہیں بلکہ تمام صورتوں میں کپڑوں کو پاک اور صاف رکھنا چاہیے۔[2] قرآن مجید میں توبہ کرنے اور پاک صاف رہنے والوں کو اللہ تعالی کا پسندیدہ کہا گیا ہے ارشاد باری ہے کہ:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾[3]

(اللہ تعالی توبہ قبول کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔)

کپڑوں میں صفائی اور پاکی دونوں کا اہتمام کرنا چاہے کیونکہ دیکھا جائے تو عموما کپڑوں کے حوالے سے ان دونوں میں کوتاہیوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو کپڑوں کا صاف رکھنے کا تو اہتمام کیا جاتا ہے لیکن کپڑوں کی پاکی کے حوالے سے بہت کم لوگ ہی اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ اکثر لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ سارا دن ایسے قیمتی لباس میں ہوں گے جو بہت عمدہ نظر آتے ہیں لیکن جب ان کو نماز کا کہا جائے تو فورا یہی جواب دیتے ہیں کہ ہمارے

---

[1] المدثر:4

[2] المظهري، محمد ثناء الله،التفسير المظهري (الباكستان: مكتبة الرشدية1412هـ)،125/10

[3] البقرة:222

کپڑے صاف نہیں ہیں۔ مؤمن کی شان تو یہ ہے کہ اس کے کپڑے ہر وقت صاف ستھرے ہوں۔ آپ ﷺ نے صفائی کو ایمان کو حصہ فرماتے ہوئے کہا کہ:((الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ))[1](پاکی ایمان کا حصہ ہے۔)

طہارت و پاکیزگی کی اصل اور دین میں اس کا مقام طہارت و پاکیزگی کی حیثیت صرف یہی نہیں ہے کہ وہ نماز، تلاوتِ قرآن اور طوافِ کعبہ جیسی عبادات کے لئے لازمی شرط ہے۔ بلکہ قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بجائے خود بھی دین کا ایک اہم شعبہ اور بذات خود بھی مطلوب ہے۔

8۔ دعا کا اہتمام

انسان جب ستر کو کھولتا ہے تو شیاطین اس کی شرمگاہ سے کھیلتے ہیں۔ لہذا جب ستر کھولا جائے تو انسان کو وہ دعا پڑھنی چاہیے جو حدیث میں تلقین کی گئی ہے اور وہ دعا یہ ہے کہ: بسم اللهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

(شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں)

اس دعا کے پڑھنے کی برکت کی وجہ سے شیطان اور انسان کے درمیان پردہ حائل ہو جاتا ہے۔

جب انسان لباس بدلتا ہے تو ستر کھلتا ہے لہذا اس وقت ستر پوشی کا خاص اہتمام کرنا چاہیے اور ایسی جگہ کا اہتمام ہو جہاں بے پردگی اور بے ستری نہ ہو۔ آپ ﷺ نے ستر پوشی کے اہتمام میں حد درجہ کی تعلیم دی ہے۔ ستر پوشی سے متعلق آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

((إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَيِيٌّ سِتِّيرٌ يُحِبُّ الْحَيَاءَ وَالسَّتْرَ فَإِذَا اغْتَسَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَتِرْ))[2]

(بے شک اللہ تعالی حیاء دار اور پردہ پوشی کرنے والا ہے، اور شرم وحیاء اور ستر پوشی کو پسند کرتا ہے، پس جب تم میں سے کوئی غسل کرے تو اس کو چاہیے کہ ستر پوشی اختیار کرے)

---

[1] القشیری،الجامع الصحیح ، كتاب الطهارة،باب فضل الوضوء،ح223

[2]السجستانی،السنن، كتاب الحمام، باب النهي عن التعري ،ح4012

9۔ لباس پہننے کا طریقہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهِ، عِمَامَةً، أَوْ قَمِيصًا، أَوْ رِدَاءً، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُمَّ لَكَ الحَمْدُ أَنْتَ كَسَوْتَنِيهِ، أَسْأَلُكَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ))[1]

(اللہ کے رسول ﷺ جب بھی نیا لباس پہنتے تو اسے اس کے نام سے موسوم فرماتے جیسے عمامہ، قمیص، یا چادر پھر یہ دعا پڑھتے، اے اللہ تمام تعریفیں آپ کے لئے ہیں، جس طرح تو نے مجھے یہ پہنایا میں تجھ سے اس کی بھلائی اور جس کے لئے یہ بنایا گیا ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور تجھ سے اس کے شر اور جس چیز کے لئے یہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں)

آپ ﷺ تحدیث بالنعمت کے طور پر اس لباس کا نام لیتے اور اللہ تعالی کی تعریف بیان کرتے ،لباس کی بھلائی یعنی ستر پوشی ،زینت اور موسمی شدت سے بچانا اور اس کے شر یعنی تکبر ، نمائش و فخر وغیرہ سے پناہ طلب کرتے۔

بالوں سے متعلق آداب

بال کسی بھی شخصیت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ بعض چیزیں قدرتی ہی اچھی لگتی ہیں، ان میں سے بال بھی ہیں۔ اور اگر بال ایک بار خراب ہو جائیں تو ان کو پرانی حالت میں لانا مشکل ہو جاتا ہے۔ چہرے کی زیب و زینت میں بالوں کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ جن کے ذریعے مردانہ اور زنانہ حسن کا امتیاز پیدا ہوتا ہے۔ آج کے تمدن میں بال مستقل ایک موضوع بنے ہوئے ہیں۔ بالوں کی کاٹ تراش کیلئے مختلف دکانیں بنی ہوئی ہیں۔ انسان سر کے بالوں کے بارے میں نہایت دلچسپی رکھتا ہے۔ یہ خود کو سنورنے میں مردوں اور عورتوں میں یکساں اہمیت رکھتے ہیں۔ اس

---

[1] البخاری،الجامع الصحیح، کتاب اللباس ، باب ما یقول اذالبس ثوبا جدیدا، ح5845

کے علاوہ بالوں کو مختلف رنگ سے رنگنا، مختلف انداز سے ڈھالنااور کئی طرح سے سنوارنے کا رواج رہا ہے۔ کئی معاشرے جسمانی بالوں کو پسند نہیں کرتے اور بعض مذاہب میں جسم کے بال کاٹنے میں بھی پابندی ہے۔

1۔ سلیقے سے بال رکھنا

بالوں کو سلیقے سے رکھنا چاہیے کیونکہ جب بالوں کو سلیقے سے رکھا جائے گا تو بال دیکھنے میں بھی اچھے اور بھلے لگیں گے۔ نبی کریم ﷺ کا مبارک ارشاد ہے کہ:

((مَنْ كَانَ لَهُ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ))[1]

(جس کے بال ہوں اس کو چاہیے کہ اس کا اکرام کرے (اس کو سلیقے سے رکھے۔)

2۔ بالوں میں تیل لگانا

بالوں کو بڑھنے کے لئے غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ بالوں کو باقاعدگی سے پروٹامن اور دیگر اہم غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ بالوں کو تیل لگانے سے بالوں کی جڑیں مضبوط اور صحت مند ہوتی ہیں۔ سر کے بالوں میں تیل لگانا چاہیے۔ حضورا ﷺ اپنے سر مبارک پر اکثر تیل کا استعمال فرماتے اور اپنی ڈاڑھی مبارک میں اکثر کنگھی کرتے تھے اور اپنے سر مبارک پر ایک کپڑا ڈال لیتے جو تیل کے کثرت استعمال سے ایسا ہوتا تھا جیسے تیل کا کپڑا ہو۔ آپ ﷺ کثرت سے بالوں میں تیل لگاتے تھے۔ اور آپ ﷺ کی عادت مبارکہ بھی یہی تھی کہ::

((كانَ النَّبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم كان يُكثِرُ دَهْنَ رأسِه، وتسريحَ لِحْيَتِهِ)) [2]

(آپ ﷺ اکثر بالوں میں تیل لگاتے اور داڑھی کو کنگھی کرتے تھے۔)

---

[1] السجستانی،السنن، کتاب بالترجل، باب في إصلاح الشعر ،ح4163 علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو حسن صحیح کہاہے،الالبانی، صحیح وضعیف سنن أبي داود:2/1

[2] السجستانی،السنن، کتاب شعب الایمان،باب فی اکرام الشعر،ح4483

3۔ بالوں میں گاہے گاہے کنگھی کرنا

بالوں کو سلیقے سے رکھنے کے لئے بالوں میں کنگھی کرنا اور بالوں کو گاہے گاہے کنگھی کرتے رہنا۔ کنگھی کرنے میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا۔ اور بالوں کی مانگ درمیان سے نکالنی چاہیے۔ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ بالوں کو گاہے گاہے کنگھی کیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّرَجُّلِ إِلَّا غِبًّا))[1]

(آپ ﷺ نے بلاناغہ کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے۔)

علامہ سیوطیؒ نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے کنگھی کرنے کے معاملے میں ترجل کرنے سے روکا ہے اور روکنے کا مطلب اس کام میں مواضبط اختیار کرنے سے روکنا مراد ہے۔ بالوں کی دیکھ بھال میں مبالغہ کرنا اور ان کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش میں ہر وقت مشغول رہنے سے روکا گیا ہے۔[2]

4۔ داہنی طرف سے کنگھی کرنا

آپ ﷺ ہر کام میں داہنی طرف سے ابتداء کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جوتا پہننے، کنگھی کرنے میں دائیں طرف سے شروع کرتے تھے۔

---

[1] السجستانی ،السنن،كتاب الترجل ، ح4159 -علامہ البانیؒ اور امام ترمذیؒ دونوں حضرات نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، الالبانی، صحيح وضعيف سنن أبي داود:2/1

[2] السیوطی ، عبد الرحمن بن أبي بكر، **حاشية السيوطي على سنن النسائي**(حلب: مكتب المطبوعات الإسلامية1406ھ)،132/8

((قالت عائشه :كانَ النبيُّ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ، في تَنَعُّلِهِ، وتَرَجُّلِهِ، وطُهُورِهِ، وفي شَأْنِهِ كُلِّهِ)) [1]

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ داہنی طرف سے ابتداء کو پسند فرماتے،جوتا پہننے، کنگھی کرنے اور پاکی حاصل کرنے میں اور دیگر تمام امور میں۔)

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ ہر کام کو دائیں طرف سے شروع کرتے تھے اور دائیں طرف سے کام میں مواضبط اختیار کرنا مستحب عمل ہے۔

5۔سفید بال نہ اُکھاڑنا

مردوں کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنے بدن سے بالوں کو جدا نہ کرے، خصوصا سفید بالوں کو اُکھاڑنا ٹھیک نہیں ہے۔سفید بالوں کو اُکھاڑنا درست نہیں ہے کیونکہ قیامت کے دن بڑھاپا(بالوں کا سفید ہونا) مسلمان کے لئے نور ہوگا۔آپ ﷺ نے بھی سفید بالون کے اُکھاڑنے سے منع فرمایاہے کہ:

((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ نَتْفِ الشَّيْبِ، وَقَالَ: إِنَّهُ نُورُ الْمُسْلِمِ))[2]

(آپ ﷺ نے بوڑھاپے میں (سفید بالوں کے)اُکھاڑنے سے منع فرمایاہے اور فرمایا کہ یہ مسلمان کا نور ہے۔)

اس حدیث مبارکہ میں سفید بالوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ یہ مسلمان کا نور ہے جس وجہ سے اسے اکھاڑنے سے روکا گیاہے۔کیونکہ اس میں وقار وعزت ہے اور یہی وقار انسان کو غرور تکبر سے روکتاہے،جس کی وجہ سے انسان اطاعت اور توبہ کی طرف مائل ہوتاہے۔

---

[1] البخاری،الجامع الصحیح،کتاب الوضؤ،باب التیمن فی الوضؤ والغسل،ح168

[2] الترمذی ،السنن،کتاب الاداب،باب ما جاء في النهي عن نتف الشيب ،ح2821-علامہ البانی اور صاحب مشکوۃ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔الالبانی ، صحیح وضعیف سنن الترمذي:321/6

6۔ شعائر اللہ (داڑھی) کی تعظیم کرنا

کائنات کی ہر شے خالقِ حقیقی کی قدرت و شان کی روشن دلیل ہے لیکن خدائے مہربان نے مخلوق میں اپنی چند خاص نشانیاں بھی مقرر فرمائی ہیں جو کہ شعار اللہ کہلاتی ہیں نیز اِنہیں شعائرِ اسلام اور شعائرِ دین بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں شعار کی تعظیم کو تقوی کی علامت کہا گیا ہے۔

﴿وَمَن يُعَظِّمْ شَعَٰٓئِرَ ٱللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى ٱلْقُلُوبِ﴾[1]

(جو اللہ تعالی کی یادگار کی تعظیم کرے گا، تو یہ دلوں کے تقوی سے ہوتا ہے۔)

مسلمان کا داڑھی رکھنا اللہ کی محبت اور تقوی کی نشانی ہے۔ دل میں جس قدر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہو گی اسی قدر اللہ کی نشانیوں اور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے عملی لگاؤ ہو گا۔ داڑھی اسلام کے اہم شعار میں سے ہے بلکہ انسانی و فطری اصول میں سے ہے۔ داڑھی شرافت و بزرگی کی علامت ہے اور چھوٹے اور بڑے میں فرق و امتیاز کرنے والی ہے۔

7۔ داڑھی کو سلیقہ سے رکھنا

داڑھی کو سلیقے سے رکھنے کے لئے داڑھی میں کنگھی کرنا اور ڈاڑھی کو گاہے گاہے کنگھی کرتے رہنا اور اسے درست کرتے رہنا چاہے۔ آپ ﷺ ڈاڑھی میں اکثر کنگھی کیا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ:

((كانَّ النَّبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم كان يُكثِرُ دَهْنَ رأسِه، وتسريحَ لِحْيَتِهِ))[2]

(آپ ﷺ کثرت سے سر میں تیل لگاتے اور داڑھی مبارک میں کنگھی کرتے تھے۔)

---

[1] الحج:32

[2] السجستانی،السنن، کتاب شعب الایمان،باب فی اکرام الشعر،ح4483

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو داڑھی مبارک سے بہت پیار تھا۔ آپ ﷺ داڑھی مبارک پر تیل لگا کر کنگھی کرتے۔ پانی لگا کر داڑھی میں کنگھی کرنے سے بالوں کا جٹا با آسانی ٹوٹتا ہے، کنگھی سہولت سے ہوتی ہے اور بال نہیں ٹوٹتے، آپ ﷺ کبھی تیل اور اکثر پانی لگا کر داڑھی مبارک کے بال سنوارتے تھے۔

8۔ داڑھی میں گرہ نہ لگانا

داڑھی کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ داڑھی میں گرہ نہ لگانا۔ حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ:

((يَا رُوَيْفِعُ لَعَلَّ الْحَيَاةَ سَتَطُولُ بِكَ بَعْدِي، فَأَخْبِرِ النَّاسَ أَنَّهُ مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهُ، أَوْ تَقَلَّدَ وَتَرًا، أَوْ اسْتَنْجَى بِرَجِيعِ دَابَّةٍ، أَوْ عَظْمٍ فَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ بَرِيءٌ))[1]

(اے رویفع شاید کہ آپ کی عمر میرے بعد دراز ہو تو لوگوں کو باخبر کر دینا کہ کوشخص اپنی داڑھی میں گرہ لگائے یا داڑھی چڑھائے یا تانت کا قلادہ ڈالے یا گوبر اور ہڈی سے استنجاء کرے تو محمد ﷺ اس سے بری ہیں۔)

اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے حضرت رویفع رضی اللہ عنہ کو کچھ کاموں کے متعلق فرمایا میرے اس دنیا سے رحلت فرما جانے کے بعد جو بھی ان کاموں میں مبتلا ہوگا تو میں ان سے بری ہوں۔ ان کاموں میں داڑھی میں گرہ لگانا اور داڑھی کو اوپر کی طرف چڑھانہ کے بارے میں ارشاد تھا۔

بالوں پر خضاب لگانا

یہودی بالوں کا رنگنا درست نہ سمجھتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے انسانی ذوق وجمال کو سامنے رکھتے ہوئے ایسی تعلیمات ارشاد فرمائی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص سر اور داڑھی کے بالوں کو رنگنا چاہے تو ان کے

---

[1] االسجستانی ،السنن،كتاب الطهارة ،باب ما ينهى عنه أن يستنجى به،ح36۔علامہ البانیؒ نے اس حدیث کہاہے۔الالبانی،صحیح وضعيف سنن أبي داود:2/1

لیے کچھ ہدایات ہیں اگر ان پر عمل کرے تو رنگنے والا کو بھی ثواب ملے گا۔ مردوں کے لئے اپنے سر کے یا داڑھی مونچھ کے بالوں کو کالا کرنے یا بالوں کو خوبصورت بنانے کی غرض سے خضاب یا دیگر کیمیائی مرکبات مثلاً، کالی مہندی یا دیگر کلرز لگانے کے بارے میں کچھ تفصیل ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ خالص سیاہ رنگ کے علاوہ دوسرے رنگوں کا خضاب لگانا مرد کے لیے درست ہے۔ خالص سیاہ رنگ کے خضاب اور اور خالص سیاہ رنگ کے دیگر کیمیائی ہیرز کلرز کا استعمال اگر اپنے آپ کو کم عمر اور جوان ظاہر کر کے کسی کو دھوکا دینا مقصود ہو تو تو یہ بالکل درست نہیں ہے۔

بالوں کو سیاہ رنگ کے علاوہ باقی رنگوں کے رنگوں کے ساتھ رنگنا درست ہے بشرطیکہ تشبہ بالکفار والفساق نہ ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

((غَيِّرُوا الشَّيْبَ وَلاَ تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ))[1]

(بڑھاپے کو بدل ڈالو اور یہودیوں کی مشابہت اختیار نہ کرو۔)

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

((إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى لَا يَصْبُغُونَ، فَخَالِفُوهُمْ))[2]

(یہودی اور عیسائی خضاب نہیں لگاتے تم ان کی مخالفت کرو۔)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتا رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے انھیں بتایا کہ یہودی و عیسائی اپنے سروں اور داڑھیوں کے بالوں پر خضاب نہیں لگاتے، بلکہ (ان میں نمودار ہونے والی) سفیدی کو جوں کا توں چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ مسلمان ان کی مخالفت کرتے ہوئے داڑھی اور سر کو رنگیں اور خضاب لگائیں۔ اس لیے اگر بال سفید نہ ہوں تو پھر بالوں کو رنگنا اور خضاب لگانا سنت نہیں، اور نہ ہی اسے نبی کریم ﷺ کی اقتدا و پیروی شمار کیا جائیگا، کیونکہ یہ بغیر کسی وجہ سے کیا گیا ہے اور اس کا کوئی متقاضی ہی نہیں۔ اور اس لیے بھی سفید

---

[1] الترمذی ،السنن,ابواب اللباس، باب ما جاء في الخضاب،ح1752

[2] البحاری،الجامع الصحیح،کتاب اللباس، باب الخضاب،ح5899

بالوں کو رنگ کر جو شرعی مصلحت حاصل ہوتی ہے وہ سفید بالوں کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ اور اگر اس میں کفار یا فاسق لوگوں سے مشابہت اور پھر کوئی صحت کو نقصان وضرر نہ ہو تو پھر یہ زیادہ سے زیادہ مباح ہو گا، لیکن اگر اس میں کفار کی مشابہت یا ضرر ہو تو یہ درست نہ ہو گا۔

بالوں کو خضاب لگانے کا حکم اس وقت ضروری ہے جب غیر مسلموں کے ساتھ تشبیہ ہوتی ہو، مثلا آج کے دور میں یہودی بالوں کی سفیدی کو اپنا مذہبی شعار سمجھتے ہیں تو ان کے درمیان رہنے والا مسلمان اپنے بالوں کو ضرور رنگوائے تاکہ ان کفار سے مشابہت نہ ہو۔ جب ایسا نہ ہو تو خضاب لگانا یعنی بالوں کو رنگنا یا ان کو سفید چھوڑنا دونوں یکساں ہیں۔ آپ ﷺ نے سفید بالوں کی بھی فضلیت بھی ارشاد فرمادی تاکہ مسلمان اپنی پسند کے مطابق بالوں کے حسن سے محفوظ ہوں۔[1]

خوشبو اور سرمہ لگانے کے آداب

انسانی جسم کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے جسم، لباس اور ماحول میں بدبو نہ ہو، عیدین اور جمعہ میں خصوصا اور باقی دنوں میں عموما خوشبو لگانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ آپ ﷺ کے جسم مبارک کو اللہ تعالی نے معطر بنایا تھا جس کی وجہ سے ہر وقت جسم اطہر سے خوشبو آتی تھی۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مردوں کی خوشبو وہ ہے جو محسوس ہو اور رنگ دار نہ ہو جبکہ عورتوں کی خوشبو وہ ہے جو رنگ دار ہو لیکن خوشبو نہ پھیلے۔ اسی طرح سرمہ لگانا بھی آپ ﷺ کی سنت مبارک ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سونے سے پہلے تین سلائیاں اثمد سرمہ کی لگاتے اور فرماتے کی سرمہ بنائی کو روشن کرتا ہے۔ خوشبو اور سرمہ لگانے کے آداب ذیل میں بیان ہوں گے۔

[1] اسلم زاہد، مردوں کی زیب وزینت، ص:201

1۔خوشبو کی دھونی لینا

خوشبو لگانے کے آداب میں سے ہے کہ خوشبو کی دھونی لی جائے کیونکہ دھونی لینے سے خوشبو کپڑوں میں بس جاتی ہے اور دیر تک مہک رہتی ہے۔ نبی کریم ﷺ بھی عود کی دھونی لیتے تھے۔اور کبھی عود میں کافور ملاتے تھے۔حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا اسْتَجْمَرَ اسْتَجْمَرَ بِالْأَلُوَّةِ، غَيْرَ مُطَرَّاةٍ وَبِكَافُورٍ، يَطْرَحُهُ مَعَ الْأَلُوَّةِ ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا كَانَ يَسْتَجْمِرُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))[1]

(حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب دھونی لیتے تو خالص عود کی دھونی لیتے تھے جس میں کسی خوشبو کی ملاوٹ نہ ہوتی تھی اور عود کے ساتھ کافور کی ملاوٹ کرتے اور فرماتے: آپ ﷺ اسی طرح دھونی لیا کرتے تھے۔)

مذکورہ بالا حدیث شریف کے یہ اخذ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کافور سے ملی عود کی دھونی لیتے تھے۔اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کے لئے اس خوشبو کا لگانا بہتر ہے کہ جس کی خوشبو ہو لیکن اس کا رنگ نہ ہو۔اور عورتوں کے لئے اس کے برعکس لگانا بہتر ہے۔

2۔خوشبو کو ہتھیلی میں رگڑنا

خوشبو لگانے کا ایک آدب اور طریقہ یہ بھی ہے کہ ہتھیلی میں عطر لے کر اس کو ہتھیلی میں رگڑنا اور پھر اس کے بعد داڑھی اور کپڑوں میں لگانا۔

[1] القشيری،الجامع الصحيح، كتاب الألفاظ من الأدب وغيرها،باب استعمال المسك وأنه أطيب الطيب، ح2254

3۔ سرمہ سونے سے پہلے لگانا

سرمہ لگانے کے آداب میں سے ایک آدب یہ ہے کہ سونے سے پہلے سرمہ لگانا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ کا سونے سے پہلے سرمہ لگانے کا معمول تھا۔

((كَان النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكتحل قَبل أَن يَنَام بِالإثمد))[1]

(رسول اللہ ﷺ سونے سے پہلے اثمد سرمہ لگاتے تھے۔)

4۔ طاق عدد کی رعایت رکھنا

سونے سے پہلے ہر آنکھ میں تین تین مرتبہ سرمہ لگانا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((كَان النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكتحل قَبل أَن يَنَام بِالإثمد ثلاثًا في كل عين))[2]

(آپ ﷺ سونے سے پہلے ہر آنکھ میں تین تین مرتبہ اثمد سرمہ لگاتے تھے۔)

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے زینت وآرائش کا جو بھی کام کیا، وہ خوبصورتی کا ضامن ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سی بیماریوں کا علاج بھی ہوتا تھا۔ حدیث شریف سے یہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے رات کو سرمہ لگایا اور دن کو سرمہ نہیں لگایا ہے۔

---

[1] الترمذی،السنن ،باب ما جاء فی كحل رسول الله ﷺ،ح50

[2] ایضاء ،ح51

خلاصہ کلام

اسلامی تعلیمات میں حیات انسانی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جس کے بارے میں قرآن احادیث میں اصول وآداب بیان نہ کیے گئے ہوں۔ کسی بھی کام کو جب اس کے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے کیا جاتا ہے تو وہ کام مزید احسن انداز سے سر انجام پاتا ہے۔ لباس کا پہننا انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہے اور لباس کا بنیادی مقصد مقامات شرم کو چھپانا اور اس کے ساتھ ساتھ زیب وزینت کا سبب بننا ہے۔ جس طرح ہر کام کے آغاز میں بسم اللہ کا اہتمام کیا جاتا ہے اسی طرح لباس پہنتے وقت بھی بسم اللہ کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اللہ تعالی نے ہر انسان کو دنیا میں مختلف حیثیت اور وسعت عطا کی ہے، اسی طرح لباس پہنے کے معاملے میں بھی حیثیت اور وسعت کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ اسی طرح لباس کے معاملے میں تصنع اور تکلفات سے اجتناب کرتے ہوئے راہ اعتدال کو اپنانا چاہیے۔ لباس کا سنت کے مطابق ہونے کی وجہ سے انسان کے دل اور فکر و نظر پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ صفائی اور پاکیزگی ہمارے ایمان کا حصہ ہے لہذا ہمارا لباس بھی صاف اور ستھرا ہونا چاہیے۔

انسان کے لباس کے ساتھ ساتھ اس کے بال بھی اس کی شخصیت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ چہرے کی زیب وزینت میں بالوں کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اس لیے بالوں کو سلیقے رکھنا اور بالوں میں تیل لگانے سے بالوں کی جڑیں مضبوط اور صحت مند ہوتی ہیں۔ بالوں کو سلیقے سے رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ بالوں میں کنگھی کی جائے۔ سفید بالوں کو اکھاڑنا درست نہیں ہے کیونکہ سفید بال مسلمان کا نور ہے۔ اور اسی طرح مسلمان کا داڑھی رکھنا اللہ تعالی کی محبت اور تقوی کی نشانی ہے۔ داڑھی کو سلیقے سے رکھنے کے لیے داڑھی میں کنگھی کرنا اور تیل لگانا چاہیے۔ ہر انسان اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے جسم اور لباس میں بدبو نہ ہو۔ لہذا انسان کو چاہیے کہ وہ ایسی خوشبو کا استعمال کرے جس کا رنگ نہ ہو۔ خوشبو کی دھونی لینے سے لباس اور جسم میں خوشبو مہک جاتی ہے۔ اور آنکھوں کی خوبصورتی کے لیے آنکھوں میں سرمہ لگایا جاتا ہے۔

باب دوم

پہناوے اور بالوں کے ذریعے تزئین و آرائش کا جائزہ

فصل اول: لباس کی زیبائش

فصل دوم: زیورات اور دیگر اشیاءِ زینت

فصل سوم: بالوں کی تزئین و آرائش

فصل اول

لباس کی زیبائش

لباس عربی زبان کا لفظ ہے اور کئی معنوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔وَکَذالِک المِلبِس بِاالکَسرِ ملبِس اور لبس بھی لباس کے معنی میں ہی مستعمل ہے۔لَبُوس ،اللَبس، المِلبِس یہ سب کے سب المِلبِس سے ہی اشتقاق ہیں۔جس کا معنی ہے مَایَلبِسُ وہ چیز جو پہنی جائے۔[1] مثلاًلَبِستُ الثوبَ اَلبس و لَبس(بالفتح) یہ مصدر ہے۔مثلاً لبست عَلَیه الامرَ۔اس کی جمع البسه یا لبس آتی ہے۔[2] اصل للبس ستر الشئ لباس کا اصل مقصد ہی چھپانا ہے۔[3] قرآن مجید میں لباس کے بنیادی مقصد کو بنی آدم کو مخاطب کرکے یہی بتایا گیا ہے کہ:

﴿ يَابَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَى ذَلِكَ خَيْرٌ ذَلِكَ﴾[4]

(اے آدم کی اولاد!تمہارے لئے ہم نے لباس نازل کیا جو تمہارے مقاماتِ شرم کو چھپائے اور تمہارے لئے زینت بھی ہو اور سب سے بہترین لباس تو تقوی کا لباس ہے)

مذکورہ بالا آیت کریمہ سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ صرف ظاہری طور پر جسم کے ڈھانکنے کا نام لباس نہیں بلکہ ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن کو بھی تقوی کے لبادے سے مزین و آراستہ کرنا ضروری ہے۔اور یہی انسان کا اصل لبادہ ہے۔جس کے بغیر انسان اور حیوان میں کوئی خاص امتیاز باقی نہیں رہ جاتا،اس لئے اس لباس کو ذَلِكَ خَيْرٌ کہہ کر سب سے افضل اور بہترین قرار دیا ہے۔

---

[1] ابن منظور ،لسان العرب:161/3

[2] الفیروز آبادی،قاموس الوحید:362/2

[3] الاصفهاني، المفردات:447

[4] الاعراف:26

اللہ تعالی نے مرواور عورت کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ:

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ--- الى الآخر﴾[1]

(وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔۔۔)

صاحب تفسیر المنارؒ لکھتے ہیں کہ آیت مبارکہ کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں کو ایک دوسرے کے لیے لباس قرار دیا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے وہ سب کچھ ہیں، جو لباس کی خصوصیات ہوتی ہیں۔ مثلاً پردہ پوشی، ذریعہ زینت و زیبائش، موسمی اثرات سے حفاظت اور باعث عزت وو قاراللہ کے ارشاد کے مطابق مرد و عورت دونوں کو ایک دوسرے کے لیے لباس کا کام دینا بہتر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مرد و عورت میں سے ہر ایک دوسرے کا فطری طور پر محتاج ہے اوران میں سے کوئی ایک دوسرے سے مستغنی اور بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ یہی اللہ کا بنایا ہوا قانون فطرت ہے، انسانوں کے لیے بھی اور تمام کائنات کی مخلوقات کے لیے بھی ہے۔[2]

محدثین اور فقہاء کے نزدیک لباس کو اس کے حقیقی معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی جو چیز انسان کے ستر کو چھپائے، سردی اور گرمی سے محفوظ رکھے وہ لباس ہے۔ ابن عابدینؒ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

(وَهُوَ مَا يَستُرُ العَورَةَ وَيَدفَعُ الحَرَوالبَرَدَ والأَولىٰ كَونُهُ مِن القُطنِ او الكَتَانِ أُو الصُوفِ علىٰ وِفَاقِ السُنَةِ)[3]

---

[1] البقرة:187

[2] المنار،تفسیر المنار:140/2

[3] ابن عابدین،محمد امین ، **الدر المختارو حاشیه** (ریاض:دار عالم الکتب 2003ء) 505/9

(جو مقامات شرم کو چھپائے، گرمی اور سردی سے بچائے اور سنت کے مطابق کپاس، کتان اور اون سے بنا ہو۔)

تمام مذکورہ بالا آیات، روایات اور مفاہیم کو مد نظر رکھتے ہوئے لباس کے یہ اصطلاحی معنی اخذ ہوتے ہیں کہ جو چیز انسان کے مقامات ستر اور بدن کو چھپائے اور شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے انسان کے حُسن وزیبا اور خوبصورتی کا باعث بنے اور اوامر الٰہی اور آداب اسلامی کے ساتھ معارضہ نہ ہو۔ لباس انسان کے عفت وعصمت اور شرم وحیاء کا ضامن ہے اور ان کے زیب وزینت کا باعث ہے۔ نظام ستر وحیاء اور ستر وحجاب دونوں کی حفاظت کرتا ہے۔ لباس انسان کو سردی اور گرمی سے حفاظت کا ذریعہ ہے اور عزت کی علامت بھی ہے۔

لباس کے اوصاف

شرعی لباس ایسا لباس جو انسان کے اعضاءِ ستر کو چھپائے اور اسی حد کو لباس کی فرض مقدار کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں لباس کے نازل کرنے کا اصل مقصد بھی ستر کا چھپانا بتلایا ہے اور لباس کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے۔ پس واضح ہوا کہ شرعی لباس صرف اسی صفت مذکورہ والے لباس کو شرعی لباس کہتے ہیں۔ لباس کے اوصاف کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں شرعی ممانعت نہ ہو۔ لباس شرعی کے اوصاف یہ ہیں۔

1۔ جس لباس میں ستر پوشی کا مکمل فائدہ ہو اسی لباس کو اپنانا چاہیے، اسی وجہ سے قرآن مجید نے بھی لباس کا بنیادی مقصد ستر پوشی بتلایا ہے کہ:

﴿يَابَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا---الى الآخر﴾[1]

(اے آدم کے بیٹو اور بیٹیو! ہم نے تمہارے لیے لباس نازل کیا ہے جو تمہارے لباس کے ان حصوں کو چھپا سکے جن کا کھولنا برا ہے۔۔۔)

---

[1] الاعراف:26

قرآن مجید کی اس آیت سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ لباس کا بنیادی مقصد ساتر ہونا ہے اور لباس کے ساتر ہونے کے لیے ضروری ہے کہ لباس اس طرح کا ہو جو مکمل اعضاءِ ستر کو چھپا سکے۔ ایسا باریک لباس بھی نہ ہو کہ اس کے پہننے سے جسم یا بال نظر آرہے ہوں اور اسی طرح ایسا ڈھیلا لباس بھی نہ ہو یا اتنا تنگ بھی نہ ہو جس کے پہننے سے جسم کا حجم واضح نظر آرہا ہو۔ عموماً لباس اسی طرح کا پہنا جاتا ہے جس کی وجہ سے لباس کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

2۔ لباس کے ساتر ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں زیب و زینت کا ہونا بھی ضروری ہے، اسی وجہ سے قرآن مجید نے بنیادی مقصد ذکر کرنے کے ساتھ (ریشا) بھی فرمایا ہے۔ ریشا کا مطلب زینت اور جمال ہے۔ اسی طرح دوسری آیت مبارکہ میں بنی آدم کو مسجد میں جاتے ہوئے زینت کے اپنانے کی ترغیب دی گئی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے کہ:

﴿يَابَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ---الی الآخر﴾[1]

(اے آدم کے بیٹو اور بیٹیو! جب کبھی مسجد میں آؤ تو اپنی خوشنمائی کا سامان (یعنی لباس جسم پر) لے کر آؤ۔۔۔)

مفسر قرآن مفتی محمد شفیعؒ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: اس آیت میں لباس کو زینت سے تعبیر فرمایا ہے۔ جس سے ایک مسئلہ یہ بھی نکلتا ہے کہ نماز میں افضل اور اولیٰ یہ ہے کہ صرف ستر پوشی پر کفایت نہ کی جائے بلکہ اپنی وسعت کے مطابق زینت اختیار کی جائے۔ نواسۂ رسول حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عادت شریفہ تھی کہ نماز کے وقت اپنا سب سے بہتر لباس پہنتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جمال کو پسند فرماتے ہیں، اس لیے میں اپنے رب کے لیے زینت و جمال اختیار کرتا ہوں۔[2]

---

[1] الاعراف:31

[2] عثمانی، مفتی محمد شفیع، معارف القرآن (کراچی: مکتبہ معارف القرآن 2012ء)، 3/573

3۔ بعض احادیث مبارکہ میں زرد رنگ کے لباس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ چوں کہ اس طرح کی حدیث اپنے سے متضاد احادیث صحیحہ سے ٹکراتی ہیں لہذا ان میں کئی احتمالات ہیں ان میں بعض درج ذیل ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((رَأَيْ النبيُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلّيَ ثَوبَينِ مُعَصفَرينِ ، فَقَالَ: إن هذه مِن ثِيَابِ الكُفَارِ فَلَا تَلبسها))[1]

(رسول اللہ ﷺ نے مجھے زرد رنگ کے دو کپڑوں میں دیکھا تو فرمایا یہ کفار کا لباس ہے اسے مت پہنو)

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر زرد رنگ کا لباس مطلقا کفار کا شعار شمار ہوتا تو آپ ﷺ بنفس نفیس خود سب سے پہلے احتراز کرتے۔ اس حدیث مبارکہ میں زرد رنگ کی ممانعت خاص صورت میں وارد ہوئی ہے۔ جب کسی مسلمان کا واسطہ ایسے کافروں سے ہو پڑے جن کا شعار زرد رنگ کے لباس کے پہننے کی ممانعت ہے تاکہ ان میں شمار نہ ہو۔

ایک اہم نکتہ مذکورہ حدیث میں یہ بھی ہے کہ زرد رنگ کی لباس کے متعلق آپ ﷺ کا ایسا ارشاد صرف حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے طریق سے مروی بھی ہے کہ کیونکہ آپ ﷺ نگاہ نبوت سے ان کا مستقبل ملاحظہ فرمارہے تھے کہ انہوں نے مصر کے لوگوں کی حکومت سنبھالنی تھی، وہاں کئی اقوام و ملل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لہذا انہیں لباس کے انتخاب میں اس شعار سے باخبر کرنا تھا۔

قرآن و سنت رسول ﷺ میں نماز کے اوقات میں زیب و زینت اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ لہذا اس عمومی حکم کا اطلاق ہر رنگ کے لباس پر ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے اکثر زرد رنگ، سرخ رنگ اور زعفرانی رنگ کے لباس کو جسم اطہر کی زینت بخشا۔ اطاعت رسول اور قول و فعل رسول ﷺ ہی اس پر شاہد ہے کہ جن احادیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے وہ خاص پسِ منظر سے متعلق ہے، کیونکہ قول اور فعل رسول ﷺ میں تصادم کسی صورت

[1] القشیری،الجامع الصحیح، کتاب اللباس والزینة ،باب النھي عن لبس الرجل الثوب المعصفر،ح2077

میں نہیں ہو سکتا۔اس لئے بعض شخصیات پر زرد رنگ کے لباس کی ممانعت خاص علت کی وجہ سے ہے۔سارے مضمون کا خلاصہ یہ ہوا کہ زرد رنگ کا لباس علی الاطلاق مردوں کے لیے درست ہے،البتہ شعارِ کفار، تشبیہ بالنساء اور تکبر کے احوال پیش آنے کی صورت میں اس رنگ کا لباس پہننا منع ہے۔

مردوں کے لئے سرخ رنگ کے لباس کا پہننا درست اور مناسب نہیں ہے لیکن اگر خالص سرخ رنگ نہ ہو بلکہ اس میں سرخ دھاریاں ہوں تو اس کا پہننا ٹھیک ہے۔گہرا سرخ رنگ بھی نامناسب ہے بلکہ سرخ رنگ کا ایسا کپڑا جس میں سرخ دھاریاں ہوں اس کا پہننا بہتر ہے۔حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِي لِمَّةٍ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ شَعَرٌ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ، بَعِيدُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَيْسَ بِالْقَصِيرِ وَلَا بِالطَّوِيلِ))[1]

(میں نے کسی لمبے بالوں والے شخص کو سرخ رنگ کے جوڑے میں دیکھا نبی کریم ﷺ سے زیادہ خوبصورت نہ تھا۔آپ ﷺ کے بال مبارک شانوں تک تھے۔اور شانے چوڑے تھے اور آپ کا قد نہ چوٹا تھا اور نہ ہی لمبا۔)

4۔لباس میں اصل دو چیزوں کی ممانعت آئی ہے، آپ ﷺ نے دو چیزوں کے لباس میں اختیار کرنے سے روکا ہے،ایک تکبر اور دوسرا اسراف ہے۔آپ ﷺ کا اسراف اور تکبر والے لباس کے بارے میں ارشاد مبارک ہے کہ:

((كُلُوا ،وَاشْرَبُوا ،وَالْبَسُوا ،وَتَصَدَّقُوا ، فِي غَيْرِ إِسْرَافٍ وَلاَ مَخِيلَةٍ ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : كُلْ مَا شِئْتَ ،وَالْبَسْ مَا شِئْتَ ، مَا أَخْطَأَتْكَ اثْنَتَانِ: سَرَفٌ أَوْ مَخِيلَةٌ))[2]

---

[1] الترمذی،السنن، کتاب اللباس ،باب ما جاء في الرخصة في الثوب الأحمر للرجال،ح1724

[2] البخاری،الجامع الصحیح، کتاب اللباس ، باب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى (قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّه ،ح3605

(کھاؤ اور پیو اور پہنو اور اور صدقہ کرتے رہو بغیر کسی اسراف اور دکھاوے کے، اور ابن عباس فرماتے ہیں کہ کھاؤ جس کو تم چاہو اور پہنو جو تم چاہو، تم دو طرح کی غلطیوں سے بچو: اسراف اور دکھاوا)

کسی بھی لباس کے درست نہ ہونے کے تین صورتیں ہیں۔ پہلی صورت وہ ہے جس میں نفسِ لباس ہی ٹھیک نہیں ہوتا، مثلاً وہ لباس جس کو حرام کمال کی کمائی سے خریدا گیا ہو۔ یا ایسا باریک لباس ہو جس میں سے اعضاء ستر نظر آرہے ہوں۔ یا لباس اس طرح کا ہو جس میں اعضاء ستر کی ساخت اور اس کا حجم واضح ہو یا مردوں کے لئے عورتوں جیسا اور عورتوں کے لئے مردوں جیسا لباس ہو۔ دوسری صورت وہ ہے جس میں لباس تو ٹھیک ہوتا ہے اور حلال مال کی کمائی سے خریدا گیا ہوتا ہے لیکن اس کے پہننے کا طریقہ درست نہیں ہوتا جیسے مردوں کے لئے شلوار کا مستقل اپنے ٹخنوں سے نیچے لٹکانا۔ تیسری صورت وہ ہے جس میں لباس بھی ٹھیک ہوتا ہے اور اس کا پہننے کا طریقہ بھی درست ہوتا ہے لیکن اس میں نیت اور قصد ٹھیک نہیں ہوتی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالی نے لباس کا اصل مقصد ستر پوشی بتایا ہے۔ اگر انسان ایسا لباس زیبِ تن کرے جس میں یہ مقصد فوت ہو جائے تو اس لباس کو شرعی لباس نہیں کہتے، اس لئے کہ اس سے اصل مقصد حاصل نہیں ہوا۔ اور مرد کا ستر ناف سے شروع ہو کر گھٹنوں تک ہے اور اس میں گھٹنے بھی شامل ہیں۔ لباس کے ساتر ہونے کے لئے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔[1]

حضرت اسامہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((كَسَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبْطِيَّةً كَثِيفَةً كَانَتْ مِمَّا أَهْدَاهَا دِحْيَةُ الْكَلْبِيُّ، فَكَسَوْتُهَا امْرَأَتِي، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَا لَكَ لَمْ تَلْبَسِ الْقُبْطِيَّةَ؟ " قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَسَوْتُهَا امْرَأَتِي. فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مُرْهَا فَلْتَجْعَلْ تَحْتَهَا غِلَالَةً، إِنِّي أَخَافُ أَنْ تَصِفَ حَجْمَ عِظَامِهَا))[2]

---

[1] العثمانی، مفتی محمد تقی، **تکملۃ فتح الملہم**(دار إحیاء التراث العربي1426ھ)،4/77

[2] الشیبانی، أحمد بن محمد بن حنبل،**مسند** (مؤسسة الرسالة1421ھ) مسند الانصار،حدیث اسامہ بن یزید،ح21786

(رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک قبطی موٹا کپڑا دیا، وہ آپ ﷺ کو دحیہ کلبی نے ہدیہ میں دیا تھا۔ میں نے وہ کپڑا اپنی بیوی کو پہنا دیا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے قبطی کپڑے کا پوچھا کہ اس کا کیا ہوا؟ تم کیوں نہیں پہن رہے؟ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے اپنی بیوی کو پہنا دیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، انہیں کہہ دو کہ اس کے نیچے موٹا کپڑا لگالیں، کیونکہ مجھے خوف ہے کہ ان کپڑوں میں سے ان کے جسم کی ہڈیوں کا حجم واضح نہ ہو جائے۔)

5۔ مردوں کے لیے ریشم کا لباس پہننا منع ہے لیکن عورتوں کے لئے درست ہے۔ ریشم کی ممانعت میں مختلف احادیث وارد ہوئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

((لاَ تَلْبَسُوا الحَرِيرَ وَلاَ الدِّيبَاجَ، وَلاَ تَشْرَبُوا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالفِضَّةِ، وَلاَ تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهَا، فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الآخِرَةِ))[1]

(ریشم کا لباس نہ پہنا کرو اور نہ ہی سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ کھانا پینا نہ کیا کرو کیونکہ ان کے لئے یہ دنیا میں ہے اور ہمارے لیے آخرت میں ہے)

کپڑوں کی تیاری میں دو طرح کے دھاگے استعمال ہوتے ہیں ایک کو سَدَی یعنی تانا کہتے ہیں اور تانا کپڑے کی لمبائی میں استعمال ہوتا ہے۔ دوسرے دھاگے کو لُحمَة یعنی بانا کہتے ہیں اور بانا کپڑے کی چوڑائی میں استعمال ہوتی ہے۔ ان دونوں دھاگوں میں سے اصل بانا ہوتا ہے اور کیونکہ کپڑے کی لمبائی اسی سے ہوتی ہے، لہذا ریشم کے لباس میں حرام ہونے میں بھی بانے کا اعتبار ہو گا۔[2]

رسول اللہ ﷺ کا لباس مبارک

حضور اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ لباس میں وسعت اور ترکِ تکلف کی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ جو پاتے زیبِ تن فرماتے اور تعین کی تنگی پسند نہ فرماتے اور کسی خاص قسم کی جستجو نہ فرماتے اور کسی حال میں عمدہ نفیس کی

---

[1] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاطعمة، باب الأكل في إناء مفضض، ح5426

[2] ابن عابدین، ردالمختار: 6/356

خواہش نہ کرتے تھے۔ جو کچھ موجود ہوتا پہن لیتے اور جو لباس ضرورت کو پورا کرتا اسی پر اکتفاء فرماتے تھے۔[1] رسول اللہ ﷺ کے لباس مبارک سے مراد وہ لباس ہے جو آپ ﷺ کے سلے یا ان سلے کپڑے ہیں اور ان کپڑوں نے آپ ﷺ کے جسم اطہر کو چھوا ہے۔ احادیث صحیحہ میں آپ ﷺ کے ملبوسات کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے آپ ﷺ کے ملبوسات کے اجزاء کی وضاحت اس بحث میں کی جائے گی۔

اجزاء لباس

ازار: ازار اس کپڑے کو کہتے ہیں جو جسم کے نیچے نصف حصے پر پہنا جاتا ہے۔[2] یعنی ناف کے نیچے سے لے کر نصف پنڈلی تک اس کو پہنا جاتا ہے۔ جو ازار نبی کریم ﷺ پہنتے تھے وہ یمن اور عمان کا تیار شدہ ازار تھا۔ اس کی لمبائی چار زراع اور ایک بالشت، تقریبا (چھ فٹ) اور اسی طرح چوڑائی دو زراع اور ایک بالشت تقریبا (تین فٹ) تھی۔[3]

رداء (چادر): رداء عام طور پر ناف سے اوپر والے حصے کندھوں سمیت ڈھاپنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کی چادر کی لمبائی چار ذراع، تقریبا (چھ فٹ) اور چوڑائی دو ذراع ایک بالشت، تقریبا (تین فٹ) تھی اور رداء کی قیمت چار درھم (تقریبا 12.244 گرام) سونے کے برابر تھی۔[4]

قمیص: قمیص اس لباس کو کہتے ہیں جو جسم کو ڑھاپنے کے لئے جلد کے ساتھ منسلک ہوتی ہے اور آپ ﷺ کی قمیص روئی سے بنی ہوئی تھی اور اس کی لمبائی کم تھی۔

حلہ: دو ایک جیسی دھاری دار چادروں کو حلہ کہتے ہیں اور سرخ حلے سے مراد سرخ لائینوں والی دو یمنی چادریں ہیں جن میں سیاہ لائینیں بھی ہوتی ہیں۔[5]

---

[1] عارف باللہ، ڈاکٹر محمد عبد الحی، **اُسوہ رسول اکرم ﷺ** (لاہور: مکتبہ رحمانیہ)، ص: 120

[2] احمد مختار عمر، **معجم اللغة العربية المعاصرة**، (قاھرة: عالم الکتب 2009ء) 1/87

[3] الزھری، محمد بن سعد بن منیع، **الطبقات الکبری** (مکتبة الخانجي 1421ھ) 1/192

[4] ایضاء، 1/357

[5] الزھری، طبقات الکبری: 1/195

دثار کا ذکر

دثار وہ کپڑا کہلاتا ہے جو اندرونی کپڑوں کے اوپر پہنا جاتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے وحی رک جانے کے عرصے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

((فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ ،فَرَفَعْتُ بَصَرِي قِبَلَ السَّمَاءِ ، فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ قَاعِدٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ، فَجَئِثْتُ مِنْهُ حَتَّى هَوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ ، فَجِئْتُ أَهْلِي ، فَقُلْتُ : زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي ، فزَمَّلُونِي ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى يَأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ إِلَى قَوْلِهِ فَاهْجُرْ))[1]

(میں نے ایک مرتبہ جاتے ہوئے آسمان سے آواز سنی۔ میں نے جب سر اٹھایا تو اوپر وہی فرشتہ تھا جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا، آسمان زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا تھا میں یہ منظر دیکھ کر گھبرا گیا اور مجھ پر ہیبت طاری ہو گئی۔ پھر میں واپس گھر لوٹ کر آیا تو میں نے کہا مجھے کپڑا اوڑھا دو، مجھے گھر والوں نے کپڑا اوڑھا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرمائیں: اے کپڑا لپیٹے والے اٹھ اور خبر دار کر دے اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑوں کو پاک کر اور ناپاکی سے الگ تھلگ رہو۔)

چونکہ وحی کے نازل ہونے کے وقت آپ ﷺ کپڑا لپیٹے ہوئے تھے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حالت کے مطابق لطیف انداز میں خطاب اپناتے ہوئے اس وصف سے موصوف فرمایا اور رسالت کے منصب کے فرائض سے آگاہ کرتے ہوئے احکامات کے ساتھ ساتھ لباس کو پاک رکھنے کا حکم بھی تاکیداً فرمایا۔ کیونکہ قبیلہ بنو ہاشم قریش میں اعلیٰ نصب تھا اور اعلیٰ خاندان اپنے لباس میں صفائی کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ اسی ذوقِ صفائی کے ساتھ حکم ربانی ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾[2] میں پانی کے ساتھ ساتھ لباس کو بھی پاک رکھنے کا اشارہ امام ابن کثیرؒ نے فرمایا۔ لباس کی صفائی کی آخری حد آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کا حصہ تھی۔

---

[1] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم ، ح3238

[2] المدثر:4

محبوب ملبوسات

احادیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ دو قسم کے ملبوسات کو زیادہ پسند تھے۔ان دونوں لباس کی تفصیل درج ذیل میں آئے گی۔ام المؤمنین حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ:

((كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم الْقَمِيْصُ))[1]

(نبی کریم ﷺ کپڑوں میں کُرتے کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔)

سیدہ اسما بنت یزید رضی اللہ عنھا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کی قمیص کی آستین کلائی تک تھی۔ حضور ﷺ کے کُرتے کی آستین نہ زیادہ تنگ ہوتی اور نہ ہی بہت کشادہ ہوتی،بلکہ درمیانی ہوتی اور آستین ہاتھ کے گٹے تک ہوتی تھیں۔ حضور ﷺ کے سفر کا کُرتا دامن اور آستین کی طرف سے کسی قدر چھوٹا ہوتا تھا۔[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

((كَانَ أَحَبُّ الثِّيَابِ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم أَنْ يَلْبَسَه الْحِبَرَة))[3]

(نبی کریم ﷺ کو لباس میں سب سے زیارہ دھاریوں والی یمنی چادر پسند تھیں۔)

حضور ﷺ کے کُرتہ کو زیادہ پسند فرمانے کی وجوہات میں علماء کرام نے لکھاہے کی اس سے بدن اچھی طرح ڈھانپا جاتا ہے بخلاف لنگی کے وغیرہ کے۔اس لئے آپ ﷺ کو یہ پسند تھا۔علامہ کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ کُرتے میں ستر عورت اچھی طرح سے ہو جاتا ہے اور ساتھ ساتھ تجمل اور زینت بھی ہو جاتی ہے،بر خلاف دوسرے کپڑوں کے اس میں ستر عورت اور زینت کم ہوتی ہے۔[4] حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگ کے لحاظ سے منقش چادر

---

[1] الترمذی ،السنن،کتاب اللباس، باب ما جاء في أحب الثياب إلى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم،ح 1764

[2] عارف باللہ،اُسوہ رسول اکرم ﷺ،ص:123

[3] البخاری،الجامع الصحيح، كتاب اللباس، باب البرود والحبرةوالشملة،ح2189

[4] الکاندھلوی،محمد زکریا،خصائل نبوی(کراچی:مکتبہ الشیخ)،ص:56

کا رنگ پسند تھا۔ اور یہ چادریں سبز رنگ کی ہوتی تھیں اور اس سے مقصود یہ تھا کہ رنگ کے اعتبار سے سبز رنگ پسند تھا کہ جنتی کا لباس بھی سبز ہو گا۔[1]

رسول اللہ ﷺ بالعموم ازار پہنتے تھے اور شلوار پہننے کے بارے میں بعض آحادیث میں ذکر ملتا ہے۔ انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اہل کتاب شلوار کا استعمال کرتے ہیں لیکن ازار نہیں پہنتے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

((تَسَرْوَلُوا وَائْتَزِرُوا , وَخَالِفُوا أَهْلَ الْكِتَابِ---الی الآخر))[2]

(شلواریں پہنو اور تہبند بھی باندھو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔۔۔)

حضرت سوید بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((أَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاوَمَنَا سَرَاوِيلَ))[3]

(آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے پاجانے کا مول بھاؤ (سودا) کیا۔)

مذکورہ بالا دونوں احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سراویل شلوار کو کہا جاتا ہے جو دراصل ازار یعنی تہہ بند کی شکل وصورت ہے۔ پہلے عموماً لوگ ازار کا استعمال کرتے تھے اور عہد نبوی ﷺ میں بھی ازار پہننے کا رواج تھا۔ کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے بازار سے ایک شلوار چار درہم میں خریدی تھی۔

سفید لباس نبی کریم ﷺ کے پسندیدہ لباس میں سے تھا، اس وجہ سے آپ ﷺ نے اسے بہترین لباس قرار دیا اور اس کا پہننا مستحب قرار دیا۔ سفید لباس کی فضیلت میں متعدد احادیث میں آئی ہے۔ حضرت سمرۃ بن جنب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

---

[1] ایضاء، ص:61

[2] الشيبانی ،مسند،مسندالانصار،حديث ابی امامه الباهلی ،ح22283

[3] ابن ماجه،السنن، كتاب اللباس ،باب لبس السراويل،ح 3579 -علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے-الالبانی، صحيح وضعيف سنن ابن ماجة:79/8

((البَسُوا البَيَاضَ فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ))[1]

(سفید لباس پہنا کرو، یہ لباس زیادہ پاکیزہ اور طیب ہے۔)

اس طرح سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((البَسوا الثِّيابَ البِيضَ فإنَّها أطهَرُ وأطيَبُ وكفِّنوا فيها مَوتَاكُم))[2]

(سفید لباس پہنا کرو کیونکہ یہ پاک اور صاف ہے اور اپنے مُردوں کو اس میں کفن دیا کرو)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ سفید کپڑوں کو اپناؤ تم میں سے جو قید حیات ہیں وہ بھی انہیں پہنیں اور جو وفات پا جائیں ان کو بھی سفید کپڑے میں کفن دو، کیونکہ یہ تمہارے بہترین لباس میں سے ہے۔

حیات انسانی کا کوئی گوشہ بھی سیرت طیبہ کی رہنمائی سے خالی نہیں ہے۔ لباس اور اس کے احکامات و لوازمات سے متعلق بھی احادیث مبارکہ ہماری رہنمائی کرتی ہیں۔ عصر حاضر میں بھی آپ ﷺ کے ملبوسات میں عظیم رہنمائی موجود ہے۔ لباس کے استعمال کے معاملے میں ذاتی مالی حالات اور علاقائی حالات پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ لباس کے استعمال کرنے کے حوالے سے آپ ﷺ کا انداز تمام انسانیت کے لئے ایک ایسی رہنمائی ہے جس میں زندگی گزارنا انتہائی آسان ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے لباس میں سادگی کا پہلو غالب تھا۔ نبی کریم ﷺ کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ لباس کا بنیادی مقصد ستر پوشی ہے تاکہ لباس باعثِ شرم نہ ہو۔ جو لباس میسر ہے اس کو بغیر کسی دکھاوے اور شہرت کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن دستیاب وسائل کے استعمال میں اسراف سے بچتے ہوئے۔

---

[1] الترمذی، السنن، کتاب اللباس، باب ما جاء فی لبس البیاض، ح2810

[2] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب اللباس ، باب الثیاب البیض للکفن ، ح5827

منقش لباس

امت مسلمہ کی رہنمائی کے لئے آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر مختلف اقسام کی چادریں اور لباس کا استعمال کیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو یمن کی بنی ہوئی سادہ اور منقش چادریں کپڑوں میں زیادہ پسند تھیں۔ اور ان پر سبز اور لال رنگ کی دھاریاں بنی ہوتی تھی۔ جو نقش و نگار ان چادروں پر ہوتا تھا وہ مصور نہیں ہوتا تھا اور چادریں حاشیہ دار ہوتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي خَمِيصَةٍ لَهَا أَعْلاَمٌ، فَنَظَرَ إِلَى أَعْلاَمِهَا نَظْرَةً، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: اذْهَبُوا بِخَمِيصَتِي هَذِهِ إِلَى أَبِي جَهْمٍ وَأْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّةِ أَبِي جَهْمٍ، فَإِنَّهَا أَلْهَتْنِي آنِفًا عَنْ صَلاَتِي))[1]

(رسول اللہ ﷺ نے ایک چادر میں نماز پڑھی۔ جس میں نقش و نگار تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں ایک مرتبہ دیکھا، پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میری یہ چادر ابو جہم (عامر بن حذیفہ رضی اللہ عنہ) کے پاس لے جاؤ اور ان سے سادی چادر لے آؤ، کیونکہ اس چادر نے ابھی نماز سے مجھ کو غافل کر دیا)

مذکورہ حدیث شریف میں منقش چادر کا ذکر ہے۔ جو کہ رسول اللہ ﷺ کو ابو جہم رضی اللہ عنہ نے ہدیہ میں دی تھی۔ آپ ﷺ نے اس چادر کو پہن کر نماز ادا کی۔ چادر کے منقش ہونے کی وجہ سے نماز میں کامل توجہ نہ ہونے کے خدشہ کی وجہ سے اس چادر کو واپس کرنے کا حکم دیا۔ ہدیہ واپس کرنے کی وجہ سے ابو جہم رضی اللہ عنہ کے دل میں کوئی بات نہ آئے تو ان کے دل کے اطمینان کے لئے دوسری سادہ چادر ان سے منگوائی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی حالت میں اس طرح کی منقش چادر کا استعمال درست نہیں ہے۔ لیکن عام حالات میں استعمال درست ہے اس کی وجہ ہی ہے کہ اگر عام حالات میں بھی استعمال کرنا درست نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ابو جہم کو بھی استعمال سے روک دیتے۔[2]

---

[1] البخاری،الجامع الصحيح، كتاب الصلاة،باب إذا صلى في ثوب له أعلام ونظر إلى علمها،ح373

[2] ابن رجب،عبد الرحمن بن أحمد،**فتح الباري شرح صحيح البخاري**(المدينة النبوية: مكتبة الغرباء الأثرية1417ھ)،418/2

جُبّہ اور قبا کا استعمال

سردیوں میں لباس کے اوپر پہنے جانے والے لمبے اوور کوٹ کو جبّہ کہتے ہیں۔ جبّہ کا زیادہ استعمال عرب ممالک میں ہوتا ہے۔ آپ ﷺ بھی جبّہ کا استعمال کرتے تھے۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اونی جبّہ پہن رکھا تھا، جس کی آستین چھوٹی تھی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ، فَتَلَقَّيْتُهُ بِمَاءٍ، فَتَوَضَّأَ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَأْمِيَّةٌ، فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ، فَذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَيْهِ مِنْ كُمَّيْهِ، فَكَانَا ضَيِّقَيْنِ، فَأَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنْ تَحْتِ الجُبَّةِ فَغَسَلَهُمَا، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَعَلَى خُفَّيْهِ))[1]

(رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے، پھر واپس آئے تو میں پانی لے کر حاضر تھا۔ آپ ﷺ نے وضو کیا، آپ نے ﷺ شامی جبہ پہنا ہوا تھا، آپ ﷺ نے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنا چہرہ دھویا پھر اپنی آستینیں چڑھانے لگے لیکن وہ تنگ تھی اس لیے آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ جبہ کے نیچے سے نکالے اور انہیں دھویا اور سر پر اور موزوں پر مسح کیا)

مذکورہ بالا حدیث سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جبّہ کا استعمال سفر کی حالت میں فرماتے تھے۔ اور سفر کی حالت میں جو جبّہ زیب تن فرماتے تھے اس کی آستینیں تنگ ہوتی تھیں۔ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ آئمہ کرام کا قول یہ ہے کہ آستینوں کو فراخ رکھنا ایک قسم کی مذموم بدعت ہے۔[2] یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹی آستین والا جبّہ، سویٹر، جرسی کا استعمال درست ہے اور اون کا استعمال بھی درست ہے۔

اوپر جیسا کہ ذکر ہوا ہے کہ جبّہ کا استعمال سردیوں میں ہوتا ہے۔ اسی طرح گرمیوں میں قبا کا استعمال لباس کے اوپر ہوتا ہے۔ قبا باریک کپڑے سے بنا ہوتا ہے جس کو لباس کے اوپر پہنتے ہیں۔ عربوں کے ہاں اس کا استعمال عام

---

[1] البخاری،الجامع الصحیح،کتاب اللباس، باب من لبس جبة ضيقة الكمين في السفر،ح5798

[2] العسقلاني،أحمد بن علي بن حجر،**فتح الباري شرح صحيح البخاري**(بيروت: دار المعرفة1397ھ)،268/10

ہے جبکہ ہمارے ہاں عموماً علماء اور اہل ثروت لوگ اہم مواقع پر استعمال کرتے ہیں۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم کا ایک واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

((قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبِيَةً وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ شَيْئًا، فَقَالَ مَخْرَمَةُ: يَا بُنَيِّ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ، فَقَالَ: ادْخُلْ فَادْعُهُ لِي، قَالَ: فَدَعَوْتُهُ لَهُ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْهَا، فَقَالَ: خَبَأْتُ هَذَا لَكَ))[1]

(رسول اللہ ﷺ نے قبائیں تقسیم کیں مگر مخرمہ کو کچھ نہ دیا۔ تو مخرمہ نے کہا: اے بیٹے! چلو ہم رسول اللہ ﷺ کی طرف چلتے ہیں۔ تو میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ پھر انہوں نے مجھ سے کہا: اندر جاؤ اور آپ ﷺ کو بلالاؤ۔ چنانچہ میں نے آپ کو بلایا تو آپ تشریف لے آئے اور آپ انہی قباؤں میں سے ایک اوڑھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، یہ میں نے تمہارے لیے چھپا رکھی تھی۔)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رفقاء کا ہر وقت خیال رکھتے تھے۔ آج کل کے اہل ثروت لوگوں کو بھی اسی طرح اپنے رفقاء کی ضروریات کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔

مُروجہ تلّہ، کُرتا، پینٹ اور تھری پیس کا استعمال

مُروجہ تلّہ (جو سونا چاندی جیسے چمک والے دھاگے پر مشتمل ہو) اس سے مزین اشیاء مثلاً ٹوپی یا جوتے کا منقش مردوں کے لئے استعمال کرنا درست ہے۔ کُرتا اور پاجامہ کے استعمال بھی مردوں کے لئے درست ہے بشرطیکہ چست نہ ہو، کیونکہ چست ہونے کی وجہ سے اعضاء ستر مخفی نہیں رہتے ہیں۔ اسی طرح پینٹ بھی چست نہ ہو۔ تھری پیس، واسکٹ اور سنگل پریس کوٹ کا استعمال بھی درست ہے۔ اور ڈبل پریس کوٹ، سفاری سوٹ، کالر والا لباس کا استعمال بھی درست ہے۔[2]

---

[1] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب اللباس، باب القباء وفروج حریر، ح5800

[2] مولانا محمد اسلم زاہد، **مردوں کی زیب وزینت**، (معارف ادب اسلامی 2012ء)، ص: 118

پوستین کا استعمال

پوستین کو پوشاک کے اوپر پہنتے ہیں اور اس میں بہت سی گھنڈیاں یا بٹن ہوتے ہیں اور اکثر بیل بوٹے اور زری کا کام بھی ہوا ہوتا ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پوستین پہن کر نماز پڑھائی، آپ ﷺ کو پسند تھا کہ دباغت شدہ کھال کی پوستین میں نماز پڑھائیں۔ پوستین چمڑے کا بغل صدری ایک لباس ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس کا بھی استعمال کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ایسی پوستین بھی استعمال فرمائی ہے جس میں ریشم اور سندس کی بُنائی تھی، یعنی ریشم کو نقش و نگار اور پٹی میں استعمال کیا گیا تھا۔[1]

سوتی لباس اور مُروجہ قمیص

حضور ﷺ کی مبارک زندگی میں مکمل نظام تعلیم ہے۔ آپ ﷺ کی ترجیحات، پسند اور مرغوبات کو اللہ تعالیٰ نے مکمل دین کا حصہ بنایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دو چادروں میں گذارہ فرمایا، لیکن جب کُرتا ہوتا تو یہ اس وجہ سے آپ ﷺ کو پسند تھا کہ اس سے جسم خوب محفوظ اور خوبصورت لگتا ہے۔ سوتی کپڑا میں ایک خوبی یہ ہے کہ یہ گرمی برداشت کرتا ہے اور فطرت کے زیادہ قریب ہے۔ انسانی جسم کو سکون اور راحت مہیہ کرتا ہے۔ جلد کے امراض سے محفوظ رکھتا ہے۔ بالا آخر لوگ اب اسی سوتی کپڑے کا استعمال کر رہے ہیں جس کو رسول اللہ ﷺ استعمال فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے اونی، سوتی، موٹا اور باریک ہر قسم کا لباس زیب تن کیا لیکن اگر سوتی کپڑا مہیہ ہوتا تو آرام دہ ہونے کی وجہ سے اس کو پسند فرماتے تھے۔[2]

رسول اللہ ﷺ کے کُرتے کی لمبائی ٹخنوں سے اوپر اور گھٹنوں سے نیچے تک تھی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں کہ:

((كَانَ كُمُّ قَمِيصِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الرُّصْغِ))

---

[1] اسلم زاہد، مردوں کی زیب وزینت، ص:119

[2] الکاندھلوی، سیرت مصطفی:3/356

(آپ ﷺ کے کُرتے کی آستین گٹوں تک ہوتی تھی۔)

مذکورہ روایات سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ مروجہ قمیص جس میں بٹن والے کف ہوتے ہیں اگر لمبائی گھٹنے سے نیچی ہو تو خلاف سنت نہیں ہے نہ ہی کفوں والی آستین خلاف اولی ہے۔ آپ ﷺ کا کمال سیرت ہے کہ انسانوں کو آپ ﷺ نے سہولت کے رشتے بتلائے۔

ملبوسات پر کشیدہ کاری

مردوں کے لئے اپنے کُرتے، قمیص وغیرہ پر سونے ،چاندی کی تاروں یا ریشم کی کشیدہ کاری درست ہے۔ لیکن اس بات کا خیال رکھا جائے کہ کشیدہ کاری کے پھول اور بیل بوٹے وغیرہ ہاتھ کی چار انگلیوں سے زائد نہ ہوں۔ چوڑائی اگرچہ کچھ زیادہ ہو جائے۔ اور اس میں اس کو بھی لازمی خیال رکھا جائے کہ بیل بوٹے اس قدر قریب بھی نہ ہوں کہ اصل کپڑا چھپ جائے یعنی کشیدہ کی ہوئی جگہ یا حصہ کپڑے کا رنگ اتنی مقدار میں چھپالے تو غلبہ کشید کاری کا ہو گا، جس وجہ سے یہ کپڑا عورتوں سے مشابہت ہو جائے گا اور عورتوں سے مشابہت ٹھیک نہیں ہے۔ جیسا کہ آج کل بعض نوجوان گریبان کے دونوں اطراف میں یا دونوں بازوں پر کشیدہ کاری کرواتے ہیں تو مذکورہ بالا اصول کو سامنے رکھتے ہوئے درست ہے۔[1]

گریبان اور بٹن

گریبان سینہ کی طرف رکھنا سنت ہے۔ امام بخاریؒ نے باب جیبب القمیص علی الصّدر کے نام سے ایک باب قائم کیا ہے۔ علامہ عبد الحیؒ نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کا گریبان درمیان میں ہوتا تھا، دائیں یا بائیں جانب نہیں۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: گھنڈی (بٹن) لگاؤ خواہ کانٹے سے ہی سہی۔ سینے کو بٹن لگا کر بند رکھنا مناسب اور بہتر ہے۔ آپ ﷺ سے دونوں حالت میں ثابت ہے، کبھی بٹن لگا کے

---

[1] اسلم زائد، مردوں کی زیب وزینت، ص:161

رکھنا اور کبھی کھلا رکھنا کیونکہ اس میں امت کے لئے آسانی تھی۔ نماز کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ بٹن بند کرنے کی تھی۔[1]

الغرض یہ کہ رسول اللہ ﷺ جُبّہ اور قُبّا کا استعمال بطور زینت فرماتے تھے، خصوصا سفر کی حالت میں جُبّہ زیب تن فرماتے تھے۔ عصر حاضر میں بھی ان دونوں کا استعمال بطور زینت کیا جاتا ہے۔ اسی طرح کرتا پجامہ، پینٹ شرٹ اور تھری پیس سوٹ کا استعمال خاص مواقع پر بطور زینت کیا جاتا ہے۔ ملبوسات پر بطور زینت سونے چاندی کی تاروں سے کشیدہ کاری کی جاتی ہے۔

خلاصہ کلام

لباس عربی زبان کا لفظ ہے اور کئی معنوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاما یلبس وہ چیز جو پہنی جائے۔ جو چیز انسان کے مقامات ستر اور بدن کو چھپائے اور شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے انسان کے حُسن زیبا اور خوبصورتی کا باعث بنے، لباس کے زمرے میں آتی ہے۔ لباس نظام ستر وحیاء اور ستر وحجاب دونوں کی حفاظت کرتا ہے۔

لباس کے اوصاف میں ہے کہ لباس مقامات ستر کو مکمل طور پر چھپا سکے اور زینت کا باعث بھی بنے۔ لباس کے پہننے اور زیبائش اختیار کرنے میں تکبر اور اسراف سے بچنا ضروری ہے۔ اس طرح لباس کے رنگ کے معاملے میں زرد رنگ اور خالص سرخ رنگ کے لباس پہننے سے اجتناب کرنا بھی ضروری ہے۔ اسی طرح مردوں کے لیے ریشم کے لباس کا استعمال بھی درست نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے لباس مبارک میں وسعت اور کسی خاص قسم کی جستجو نہ تھی۔ جو لباس پاتے زیب تن فرماتے اور تعین کی تنگی پسند نہ فرماتے۔ آپ ﷺ کے لباس کے اجزاء میں ازار، رداء، قمیص اور حلّہ شامل تھے ۔ رسول اللہ ﷺ سفید رنگ کے لباس کو پسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کا پسندیدہ لباس قمیص تھا۔ امت مسلمہ کے رہنمائی کے لئے رسول اللہ ﷺ نے مختلف مواقوں پر مختلف اقسام کی چادریں اور لباس کا استعمال بھی کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو یمن کی بنی ہوئی سادہ اور منقش

---

[1] اسلم زاہد، مردوں کی زیب وزینت، ص:116

چادر پسند تھی۔ ان پر سبز اور لال رنگ کی دھاریاں بنی ہوتی تھی۔ سردیوں میں آپ ﷺ لباس کے اوپر جبہ اور قبا کا استعمال فرماتے تھے۔ اور اکثر سفر کی حالت میں جبہ کا استعمال فرماتے تھے۔

مُروجہ تلّہ (جو سونا چاندی جیسے چمک والے دھاگے پر مشتمل ہو) اس سے مزین اشیاء مثلاً ٹوپی یا جوتے کا منقش مردوں کے لئے استعمال کرنا درست ہے۔ کُرتا اور پاجامہ کے استعمال بھی مردوں کے لئے درست ہے بشرطیکہ چست نہ ہو، کیونکہ چست ہونے کی وجہ سے اعضاء ستر مخفی نہیں رہتے ہیں۔ اسی طرح پینٹ بھی چست نہ ہو۔ تھری پیس، واسکٹ اور سنگل پریس کوٹ کا استعمال بھی درست ہے۔ اور ڈبل پریس کوٹ، سفاری سوٹ، کالر والا لباس کا استعمال بھی درست ہے۔ پینٹ اور تھری پیس سوٹ اس طرح کے ملبوسات کو عموماً زیبائش کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ مردوں کے لئے اپنے کرتے، قمیص وغیرہ پر سونا چاندی کی تاروں یا ریشم کی کشیدہ کاری کرانا بھی درست ہے۔ لیکن کشیدہ کاری میں پھول اور بیل بوٹے کا استعمال چار انگلیوں سے زائد ہونا درست نہیں ہے۔ اور اسی طرح قمیص سینے کے اوپر اور آستینوں پر بٹن لگانا بھی درست ہے۔

فصل دوم

زیورات اور دیگر اشیاء زینت

عربی زبان میں زیورات کے لئے لفظ "حلی "استعمال ہوتا ہے اور حلی سے مراد زیب وزینت کے لئے استعمال شدہ اشیاء ہیں۔ حلی اور زیورات سے انہی اشیاء کا تصور مراد ہے جو سونے اور چاندی سے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ علامہ کشافؒ نے حلی کی تعریف اس کی ہے کہ:

"والحلی اسم لما یتحسن به من الذهب والفضة"[1]

(سونے اور چاندی سے بنی ہوئی اشیاء جنہیں خوبصورتی کے لئے زیب تن کیا جاتا ہے۔)

المبسوط میں اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے کہ:

"والسِوَارُ وَالخَلخَالُ وَالقَلَادَةُ وَالقرطُ مِنَ الحُلِیِ ، لِأنَہَا تُستَعمِلُ استِعمَالَ الحِلی لِلتزیُنِ بِهَا حَتی یَختَصَ بِلُبسِهَا مَن یَلبَسُ الحُلِیِ"[2]

(کنگن، پازیب اور ہار وغیرہ پر حلی کا اطلاق اس لیے ہوتا ہے کہ اسے زیب وزینت کی غرض سے زیبِ تن کیا جاتا ہے، لہذا جن اشیاء کو اس مقصد کے لئے استعمال میں لایا جائے انہیں زیورات کے ضمن میں لایا جاتا ہے۔)

اس عبارت میں عموم ہونے کی وجہ سے واضح ہوتا ہے کہ سونے، چاندی اور دیگر اشیاء سے بننے والے زیورات بھی حلی کے مفہوم میں شامل ہیں۔ لیکن صاحب مبسوط اس بات کی تصریح کرتے ہیں کہ احناف کے ہاں حلی کے اطلاق میں اختلاف ہے۔ جس وجہ سے امام صاحب کی رائے کے مطابق حلی کا مفہوم صرف سونے اور چاندی سے بنائے ہوئے زیورات پر ہوتا ہے، جبکہ موتی اور اس جیسی اشیاء سے بنائے گئے زیورات حلی کے مفہوم میں شامل نہیں

---

[1] الزمخشری،الکشاف عن الحقائق،159/2

[2] السرخسی،محمدبن احمد،المبسوط(بیروت :دار المعغرة 1423ھ)،30/9

ہوتے ہیں کہ جب تک اس میں سونے یا چاندی کی آمیزش نہ ہو۔ اس کے برعکس صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اصل مقصد زیب وزینت ہے اس لئے اس میں عموم ہے اور ہر وہ چیز جو زیب وزینت کے لئے اختیار کی جائے اسے زیورات یعنی حلی کے مفہوم میں داخل سمجھا جائے گا۔[1]

اسلام میں جن چیزوں کے استعمال سے روکا گیا ہے ان کی وجوہات بھی بتائی ہیں۔ زیورات اور ریشم کے لباس بنیادی طور پر زینت کی چیزیں ہیں اور اسلام زیب وزینت کو خواتین کی ضرورت قرار دیتا ہے لیکن اعتدال کے ساتھ ہو۔ جبکہ مردوں کے لئے ریشم اور سونے کے زیورات کو استعمال کرنے سے اس لئے روکا گیا ہے کہ اس میں اسراف اور تکبر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا سونے کی چیزوں کے استعمال کرنے سے روکنے کا مقصد صرف زینت نہ تھا بلکہ یہ تھا کہ انسان تکبر، اسراف اور دنیاوی پرستی سے محفوظ رہے۔ مردوں کے لئے سونے کی تحریم میں حکمت یہ بھی ہے کہ جن اشیاء سے زیب وزینت اختیار کی جاتی ہے ان میں سے سب سے قیمتی چیز سونا ہے۔ اور یہ زینت بھی ہے اور زیور بھی ہے۔ بنیادی طور پر یہ چیزیں مردوں کا مقصود نہیں کیونکہ مرد ذاتی طور پر مکمل ہے اور مرد کسی ایسی زینت کا محتاج نہیں کہ کسی کو اس کے ذریعے اپنی طرف راغب کرے۔ اس کے برعکس عورت ناقص اور نامکمل ہے اور وہ اپنے حسن وجمال کی تکمیل کے لئے اس کی محتاج ہے۔ زیب وزینت کو اختیار کرنے کے لئے قرآن مجید میں سوالیہ انداز میں ترغیب دی گئی ہے کہ:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾[2]

(کہو کہ: آخر کون ہے جس نے زینت کے اس سامان کو حرام قرار دیا ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے اور اسی طرح پاکیزہ زرق کی چیزوں کو۔)

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے اخذ ہوتا ہے کہ زینت کی چیزوں کا استعمال ممنوع نہیں ہے بلکہ بہتر ہے اور اس کی ترغیب بھی ہے۔ جبکہ سونے کی تیار شدہ اشیاء کی زینت اختیار کرنے سے روکنے کی وجہ یہ ہے کہ سونے کی

---

[1] السرخسی ،المبسوط:30/9

[2] الاعراف:32

اصل میں حیثیت یہ ہے کہ سونا زینت کی چیز ہی نہیں ہے بلکہ ایک قیمتی دھات ہے۔ زمانہ قدیم میں سونا چاندی اور ان سے بنی اشیاء شاہی لباس کا حصہ ہوتی تھیں۔ اُن کے دستر خوان پر سونے اور چاندی کے برتن عام استعمال ہوا کرتے تھے۔ ان کو دیکھ کر عام طبقہ امرا میں یہ رواج عام ہو گیا، جس وجہ سے سونا صرف زینت تک محدود نہ رہا بلکہ اس میں اظہار شان اور تکبر اور دوسرے اسراف اور فضول خرچی کو بھی اس کا مقصد بنالیا گیا۔ چناچہ آپ ﷺ کا سونے کے استعمال سے روکنے کا مقصد صرف زینت سے روکنا نہ تھا بلکہ تکبر، اسراف اور دنیا پرستی تینوں سے روکنا تھا۔ اسی وجہ سے کئی احادیث مبارکہ میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((إن نبي اللهﷺ أَخَذَ حَرِيرًا فَجَعَلَهُ فِي يَمينه وأَخَذَ ذهبا فَجَعَله فِي شِمَالِه ، ثُمّ قَالَ :إِنَّ هٰذَينِ حَرَام عَلى ذُكُورِ أمتي)) [1]

(نبی کریم ﷺ نے ریشم کو اپنے دائیں ہاتھ میں اور سونے کو اپنے بائیں ہاتھ میں رکھا پھر ارشاد فرمایا کہ: یہ دونوں چیزیں اللہ تعالی نے میری امت کے مردوں پر حرام کیں ہیں۔)

سونے چاندی اور دیگر دھاتوں کے زیورات

محسنِ کائنات ﷺ نے انسان کو اللہ تعالی کی مرضی اور نازل کردہ قوانین پر زندگی گزارنے کی دعوت دی ہے۔ جس پر عمل کرنے کی وجہ سے انسان کا مقام فرشتوں سے بھی اوپر چلا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں مختلف مقامات میں کئی احکامات کے بعد اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ:

﴿تِلْكَ حُدُودُ اللّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾[2]

---

[1] السجستانی ،السنن، كتاب اللباس ، باب في الحرير للنساء ،ح4057-علامہ البانیؒ اور ابن ماجہؒ دونوں حضرات نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے-الابانی، صحيح وضعيف سنن أبي داود:2/1

[2] البقرۃ:187

(یہ اللہ تعالی کی حدیں ہیں، سو ان کے قریب نہ جائو۔ اسی طرح اللہ اپنی آیات لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ وہ بچ جائیں۔)

قرآن مجید میں یہ الفاظ تقریباً چھ مقامات میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ زندگی گزارنے اور دنیا کی چیزوں سے نفع اندوزی کی حدیں مقرر فرمادی گئی ہیں تاکہ انسان ان سب اشیاء سے خوب فائدہ حاصل کرے اور ساتھ ساتھ ان کے نقصانات سے بھی محفوظ رہے۔ اسی طرح مردوں کو زینت کی جن اشیاء سے نفع اندوزی کا حق حاصل ہے ان میں کچھ اصول بھی ہیں۔ تاکہ انسان اشیائے زینت سے بھرپور استفادہ کرے اور زینت کے مفاسد سے بچتا رہے۔ اگر حضور نورِ مجسم ﷺ سونے، چاندی کی حقیقت سے پردہ نہ اٹھاتے تو بے شمار مسلمان ان دھاتوں پر اپنا مال، جان اور قیمتی وقت نثار کرتے۔

زیب وزینت کا اختیار کرنا، حسین وجمیل بننے کی کوشش کرنا اور خوبصورت و دیدہ زیب دکھنا ہر انسان کی خواہش کا حصہ ہے، کیونکہ یہ انسان کا فطری حق ہے۔ اللہ تعالی نے انسانوں کے لئے زینت اختیار کرنے کو درست قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

﴿وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا---الی الآخر﴾[1]

(اور وہی ہے جس نے سمندر کو کام پر لگایا تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے وہ زیورات نکالو جو تم پہنتے ہو۔۔۔)

انگوٹھی بھی ان زیب وزینت کی اشیاء میں سے ایک ہے، جسے خواتین وحضرات شوق کے ساتھ اپنی انگلیوں میں سجاتے ہیں اور اپنے حسن وجمال میں نکھار پیدا کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انسان کی جمالیاتی تسکین کے لئے جتنا مناسب سمجھا اس چیز کی اتنی اجازت عنایت فرمائی ہے۔ آپ ﷺ کی انگوٹھی، نگینہ والی اور چاندی کی تھی اور نگینہ ملک حبشہ سے بن کر آتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے انگوٹھی صرف ضرورت پورا کرنے کے لئے بنوائی لیکن ساتھ

---

[1] النحل:14

ساتھ مسلمانوں کو بھی اس کی اجازت دی۔ کیونکہ جو حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کسی سلطنت یا حکومت کے کسی عہدے پر فائز نہیں تھے وہ لوگ بھی انگوٹھی کا استعمال کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت جابر بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھی انگوٹھی موجود تھی اور وہ کیسی سلطنت کے بادشاہ نہیں تھے۔[1]

عورتوں کے لئے سونے کی انگوٹھی پہننا درست ہے جبکہ مردوں کے لئے درست نہیں ہے خواہ انگوٹھی کُل کی کُل سونے کی بنی ہوئی ہو یا صرف پالش کی شکل میں ادنی مقدار شامل ہو۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

((حُرِّمَ لِبَاسُ الحَرِيرِ وَالذَّهَبِ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي وَأُحِلَّ لِإِنَاثِهِمْ))[2]

(سونا اور ریشم میری امت کے مردوں کے لئے حرام ہے اور جبکہ عورتوں کے لئے جائز ہے۔)

اسی طرح ایک اور حدیث میں جس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا اس میں بھی سونے کی انگوٹھی کے استعمال سے منع کیا گیا ہے، فرماتے ہیں کہ:

((نَهَى عَنْ خَاتِمِ الذَّهَبِ))[3]

(رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے۔)

ان احادیث مبارکہ سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ مردوں کے لئے سونے کا زیور اور انگوٹھی وغیرہ کا پہننا ٹھیک نہیں ہے۔ لہذا جو لوگ سونا پہننے میں فخر محسوس کرتے ہیں، ان کو اس بات کا علم ہو کہ یہ عمل نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے صریح خلاف ہے۔

---

[1] مولانا محمد اسلم زاہد، مردوں کی زیب وزینت، ص:140

[2] الترمذی،السنن،كتاب اللباس، باب ما جاء في الحرير والذهب، ح1720- علامہ البانیؒ اور ابن ماجہؒ دونوں حضرات نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے-الابانی، صحيح وضعيف سنن الترمذي:220/4

[3] البخاری،الجامع الصحیح،کتاب اللباس، باب خواتيم الذهب، ح2278

سونے کی طرح چاندی کی انگوٹھی عورتوں کے لئے درست ہے لیکن مردوں کے لئے صرف چاندی کی انگوٹھی چند شرائط کے ساتھ ٹھیک ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ، وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ، وَنَقَشَ فِيهِ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، فَاتَّخَذَ النَّاسُ مِثْلَهُ، فَلَمَّا رَآهُمْ قَدِ اتَّخَذُوهَا رَمَى بِهِ وَقَالَ: لاَ أَلْبَسُهُ أَبَدًا ثُمَّ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ، فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ الفِضَّةِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَلَبِسَ الخَاتَمَ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ، حَتَّى وَقَعَ مِنْ عُثْمَانَ فِي بِئْرِ أَرِيسَ))[1]

(رسول اللہ ﷺ نے سونے یا چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور جس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھا اور اس پر "محمد رسول اللہ" کے الفاظ نقش کرائے۔ لوگوں نے بھی اسی طرح کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگوں نے بھی اسی طرح کی انگوٹھیاں بنوالی ہیں تو آپ ﷺ نے انگوٹھی کو اتار کر پھینکا اور ارشاد فرمایا: اب میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا۔ پھر آپ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی تو دوسرے لوگوں نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنوالیں، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ نبی ﷺ کے بعد اس انگوٹھی کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پہنا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے پہنا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے وہ انگوٹھی اریس کے کنویں میں گر گئی۔)

ان مذکورہ روایات سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ عورتوں کے ساتھ ساتھ مردوں کے لئے بھی چاندی کی انگوٹھی کا استعمال درست ہے۔ اور جبکہ سونے کی انگوٹھی کا استعمال کسی بھی حالت میں درست نہیں ہے۔ چاندی کی انگوٹھی پر لفظ محمد رسول اللہ کے علاوہ اپنا نام وغیرہ بھی نقش کرایا جاسکتا ہے۔

---

[1] البخاری،الجامع الصحیح، کتاب اللباس،باب خواتیم الذھب ،ح5865

انگوٹھی جیسے معاملات میں جہاں تک ممکن ہو ارسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے لئے آسانیاں پیدا کیں ہیں۔ چناچہ مختلف احادیث مبارکہ میں دونوں ہاتھوں میں انگوٹھی پہننے کو درست کہا گیا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

((أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ خَاتَمَ فِضَّةٍ فِي يَمِينِهِ، فِيهِ فَصٌّ حَبَشِيٌّ كَانَ يَجْعَلُ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ))

(نبی کریم ﷺ نے اپنی دائیں ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی پہنی، اس میں حبشہ کا ایک نگینہ تھا، آپ ﷺ اس نگینے کو ہتھیلی کی طرف رکھا کرتے تھے۔)[1]

مردوں کے لئے شہادت کی انگلی اور درمیان والی انگلی کے علاوہ بقیہ تمام انگلیوں میں انگوٹھی پہن سکتے ہیں۔ کیونکہ ممانعت صرف شہادت والی اور درمیان والی انگلی کے بارے میں ہے۔

مرد کے لئے سونا اور چاندی مطلقاً درست نہیں ہے البتہ چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ والی پہننا درست ہے۔ جس کا وزن ایک مثقال کے برابر نہ ہو یعنی ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو۔ جو آج کل کے وزن کے مطابق 4 گرام 374 ملی گرام ہے۔[2]

انگوٹھی کے علاوہ بالیاں، ہار، کنگن وغیرہ مردوں کے لئے اس وجہ سے صحیح نہیں ہیں کہ یہ عورتوں کا حصہ ہیں اور ان کے جسم کی ساخت اور پوشیدہ خصوصیات ہی کے لئے مناسب ہیں۔ مردوں کے لئے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا ممنوع اور نامناسب ہے۔

---

[1] القشيرى ،الجامع الصحيح، كتاب اللباس و الزينة ،باب في خاتم الورق فصه حبشي، ح2094

[2] ابن عابدین، رد المختار: 6/358

منقش انگوٹھی اور نگینہ کا استعمال

انگوٹھی میں نقش و نگار کرانا بھی درست ہے کیونکہ مختلف احادیث میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ:

((صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا، قَالَ: «إِنَّا اتَّخَذْنَا خَاتَمًا، وَنَقَشْنَا فِيهِ نَقْشًا، فَلاَ يَنْقُشَنَّ عَلَيْهِ أَحَدٌ» قَالَ: فَإِنِّي لَأَرَى بَرِيقَهُ فِي خِنْصَرِهِ))[1]

(نبی کریم ﷺ نے ایک انگوٹھی بنوائی اور فرمایا: "ہم نے ایک انگوٹھی بنوائی ہے اور اس پر نقش کندہ کرایا ہے اس بناء پر کوئی شخص انگوٹھی پر یہ نقش کندہ نہ کرائے۔ حضرت انسؓ نے فرمایا: گویا میں اب بھی رسول اللہ ﷺ کی چھنگلیا میں اس کی چمک دیکھ رہا ہوں۔)

ایک اور حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((اتَّخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ ثُمَّ نَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، فَقَالَ: «لَا يَنْقُشْ أَحَدٌ عَلَى نَقْشِ خَاتَمِي هَذَا))[2]

(رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں محمد رسول اللہ کے الفاظ کندہ کرے، پھر فرمایا: کوئی شخص میری اس انگوٹھی کے نقش کی طرح نقش نہ بنوائے۔)

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لفظ محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی بھی نام لکھوایا جاسکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ:

---

[1] البخاری،الجامع الصحیح،کتاب اللباس و الزينة، باب الخاتم في الخنصر ،ح 5872

[2] ابن ماجه ،السنن،کتاب اللباس، باب نقش الخاتم،ح3578-علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے-الابانی ، صحیح وضعیف سنن ابن ماجة:139/9

((أَنَّ رَجُلًا، جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِنْ شَبَهٍ، فَقَالَ لَهُ: مَا لِي أَجِدُ مِنْكَ رِيحَ الْأَصْنَامِ فَطَرَحَهُ، ثُمَّ جَاءَ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِنْ حَدِيدٍ، فَقَالَ: مَا لِي أَرَى عَلَيْكَ حِلْيَةَ أَهْلِ النَّارِ فَطَرَحَهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مِنْ أَيِّ شَيْءٍ أَتَّخِذُهُ؟ قَالَ: اتَّخِذْهُ مِنْ وَرِقٍ، وَلَا تُتِمَّهُ مِثْقَالًا)) [1]

(ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا جب کہ اس نے پیتل کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: مجھے کیا ہے کہ میں تجھ سے بتوں کی بو پاتا ہوں، تو اس نے وہ انگوٹھی اتار پھینکی، وہ دوبارہ آیا تو لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا بات ہے کہ میں تجھ پر دوزخیوں کا زیور دیکھتا ہوں، تو اس نے وہ بھی اتار پھینکی، پھر اس نے کہا اے رسول اللہ ﷺ! کس چیز سے انگوٹھی بنواؤں، آپ ﷺ نے فرمایا چاندی کی بنواؤ مگر مثقال سے کم رکھنا۔)

رسول اللہ ﷺ نے امت کے ساتھ مہربانی اور مشقت کا معاملہ فرماتے ہوئے پیتل اور لوہے جیسی سخت دھات جو کہ نقصان دہ ہیں، اس لئے ان سے انگوٹھی بنوانے سے بھی روک دیا ہے۔ کیونکہ ان دھاتوں کے اثرات سے انسانی جلد پر دانے پڑ جاتے ہیں۔ اس کے بر خلاف معمولی سے وزن کی چاندی کم قیمت بھی ہے، زینت بھی ہے اور بہت خوبصورت بھی اس لئے اجازت بھی ہے۔

دیگر اشیاءِ زینت

رسول اللہ ﷺ کی ہر ہر ادا ہر امتی کے لئے قابل اتباع ہے، خواہ اس کا تعلق عبادات سے ہو یا روز مرّہ کی عادت، نشست و برخاست، رفتار و گفتار، طعام و لباس وغیرہ سے ہو۔ محبت رسول ﷺ سے آشنا امتی کو ہر وقت ان چیزوں کی تلاش میں رہنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بعض چیزیں ایسی ہیں جن کو آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں مواظبت سے اپنایا اور وہ عادت مبارکہ میں شامل ہو گئیں۔ لیکن ان کے ترک کو کراہت نہیں کہا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ میں عمامہ پہننا بھی شامل تھا۔

[1] السجستانی ،ا لسنن ، كتاب الخاتم،باب ما جاء في خاتم الحديد،ح 4223

عمامہ کا بیان

عمامہ کے بارے میں ملّا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ عمامہ کا اطلاق جنگی ٹوپی اور بیضے پر ہوتا ہے۔ اور ہر وہ چیز جس کو سر پر باندھا جائے یا بغیر ٹوپی کے باندھا جائے، جس میں مریض کے سر پر باندھا جانے والا کپڑا بھی عمامہ کے عموم میں شامل ہے۔[1] عمامہ کو اس وجہ سے عمامہ کہتے ہیں کہ عمامہ پورے سر پر عام ہوتا ہے اور پورے سر کو گھیرا ہوا ہوتا ہے۔ عمامہ اور تاج میں ایک فرق یہ بھی لکھا ہے کہ تاج خاص ہے جو بادشاہ اور صاحب منصب لوگوں کا لباس ہے اور شعار ہے اور عمامہ عام ہے جس کو ہر کوئی استعمال کر سکتا ہے۔[2]

دین شریعت میں بہت سے اعمال اور چیزیں ایسی ہیں، جن کا تعلق صرف مردوں کے ساتھ خاص ہے اور عورتیں ان کا استعمال نہیں کر سکتی ہیں۔ انہی چیزوں میں سے عمامہ اور ٹوپی کا استعمال مردوں کے ساتھ خاص ہے۔ علامہ کتانیؒ عمامہ کے مردوں کے ساتھ خاص ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

(وكَانَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ يَنهى النِساء عَن لُبسِ العَمَائِم وَهِيَ اللِفَافَة الكَبِيرَة عَلَى الرَأسِ وَيَقُولُ: إِنَّمَا العَمَائِم لِلرِجَال)[3]

(آپ ﷺ نے عورتوں کو عمامہ پہننے سے منع فرمایا اور عمامہ ایک بڑا کپڑا جو سر پر ہوتا ہے اور فرمایا کہ یہ مردوں کے لئے ہے۔)

اس روایت سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ عمامہ اور ٹوپی کا استعمال صرف مردوں کے ساتھ خاص ہے۔

شریعت مطہرہ نے ہر چیز کے استعمال کا ایک درجہ متعین کیا ہے، اسی وجہ سے عمامہ کا درجہ مباح امور میں سے ہے۔ مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ عمامہ کا استعمال رسول اللہ ﷺ کی سنت عادیہ میں سے تھا۔ اور سنت

---

[1] ملا علی قاری،علی بن سلطان،**جمع الوسائل فی شرح الشمائل**(مصر: المطعمة الادیبة 1318ھ)،209/1

[2] القاسمی،عزیز احمد،**عمامہ کی شرعی حیثیت**(بنگلور:جامع القرآن1438ھ)،ص:18

[3] الکتانی،محمدبن جعفر،الدعامة لمعرة الحکام سنةالعمامة(بیروت:دار الکتب العلمیة1430ھ)،ص:25

عادیہ کو بحیثیت سنت کے اختیار کرنا بے شک ثواب ہے اور اس کا کسی کو کوئی انکار نہیں ہے۔ لیکن اگر واجبات کی طرح التزام کیا جائے اور جو ترک کرے، اس پر نکیر کی جائے، یہ بات درست نہیں ہے۔[1]

عمامہ کا شملہ

شملہ عمامہ کا سرا ہوتا ہے اور ہر عمامہ میں دو سرے ہوتے ہیں۔ ایک سرے کو ٹوپی میں ٹوپ دیتے ہیں اور دوسرے کو لٹکا دیتے ہیں۔ اور دونوں سرے شملہ کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں، گرچہ دونوں کے نام الگ الگ ہیں۔[2] شملہ لٹکانے کے متعلق ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو فرمایا کہ آپ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا، جس کا امیر حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بنا کر جھنڈا دیا۔ ان پر پر ایک سیاہ موٹا عمامہ تھا، آپ نے اس کو کھول کر اپنے مبارک ہاتھوں سے باندھا اور چار انگلیوں کے قریب شملہ چھوڑا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس طرح عمامہ باندھا کیوں کہ یہ زیادہ خوبصورت ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ شملہ کی کم از کم لمبائی کی حد چار انگلیوں کے بقدر اور اگر شملہ کی لمبائی زیادہ رکھنا چاہیے تو پیٹھ کے نصف تک لٹکایا جا سکتا ہے۔

علامہ کتانیؒ نے شملہ کے لٹکانے کے متعلق لکھا ہے کہ مختلف احادیثوں میں مختلف ہے، بعض میں اس کی جگہ دونوں کندھوں کے درمیان ہے۔ بعض میں دائیں مونڈھے پر اور بعض میں بائیں مونڈھے پر اور بعض میں آگے اور پیچھے کی طرف آیا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ جو بھی مذکورہ طریقوں میں سے اپنایا جائے درست ہے۔ لیکن بہتر اور اولی دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑنا ہے، آپ ﷺ نے اسی طرح پہنا تھا۔[3]

شیخ الحدیث محمد زکریاؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ شملہ کے متعلق مختلف ہیں۔ لیکن شملہ چھوڑنے کا معمول اکثر تھا۔ بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ شملہ نہ چھوڑنا ثابت ہی نہیں ہے۔ علامہ مناویؒ نے

---

[1] العثمانی، مفتی محمد تقی، درس ترمذی (کراچی: مکتبہ دار العلوم 2010ء) 3/256

[2] الکاندھلوی، محمد زکریا، خصائل نبوی (کراچی: مکتبہ الشیخ 2014ء)، ص: 105

[3] الکتانی، الدعامۃ، ص: 54

لکھا ہے کہ ثابت اگرچہ تمام صورتیں ہیں لیکن افضل اور زیادہ دونوں مونڈوں کے درمیان یعنی پچھلی جانب لٹکانا ہے۔[1]

مذکورہ بالا رتمام اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شملہ عمامہ کا لازمی جزء ہے۔اور شملہ کو لٹکانا بہتر ہے اور اس کو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکانا بہتر اور زیادہ مناسب ہے۔

عمامہ کا رنگ

رسول اللہ ﷺ سے مختلف رنگ کے عمامہ پہنا ثابت ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر سیاہ عمامہ پہنا اور اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کالا عمامہ پہنا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے ان کو بلایا اور عمامہ کھول کر ان کو سفید عمامہ باندھا۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ ہمارے پاس سے نکل کر آئے تو آپ ﷺ نے زرد رنگ کی چادر اور عمامہ زیبِ تن کیا ہوا تھا۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ[2]))

(رسول اللہ ﷺ جب فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ پر سیاہ عمامہ تھا۔)

مستدرک حاکمؒ نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے کہ:

((وَأَصْبَحَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَدِ اعْتَمَّ بِعِمَامَةٍ مَنْ كَرَابِيسَ سَوْدَاءَ، فَأَدْنَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَقَضَهُ وَعَمَّمَهُ بِعِمَامَةٍ بَيْضَاءَ، وَأَرْسَلَ مِنْ خَلْفِهِ أَرْبَعَ أَصَابِعَ أَوْ نَحْوَ ذَلِكَ وَقَالَ: «هَكَذَا يَا ابْنَ عَوْفٍ اعْتَمَّ فَإِنَّهُ أَعْرَبُ وَأَحْسَنُ))[3]

---

[1] ایضاء،ص:55

[2] القشيرى،الجامع الصحيح،كتاب الحج، باب جواز دخول مكة بغير إحرام،ح1358

[3] النيسابوري، أبو عبد الله الحاكم، المستدرك على الصحيحين(بيروت: دار المعرفة1432ھ)، كتاب الفتن والملاح ،ح8623

(حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سیاہ رنگ کا ایک کھردرے کپڑے کا عمامہ پہنا ہوا تھا، آپ ﷺ نے انہیں اپنے قریب بلایا اوران کا عمامہ کھولا اور پھر ان کے سر پر سفید عمامہ باندھا، اور اس کا شملہ پیچھے کی جانب چار انگلیوں یا اس کے قریب قریب کی مقدار کے برابر چھوڑااور پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے ابن عوف! اس طرح سے عمامہ باندھا کرو، اس لئے کہ یہ بہت ہی اچھا اور خوبصورت ہے۔)

مستدرک حاکمؒ نے حضرت عبد اللہ بن جعفر رضہ اللہ عنہ کے والد محترم کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے کہ:

((رَأَيْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبَيْنِ مَصْبُوغَيْنِ بِزَعْفَرَانَ وَرِدَاءً وَعِمَامَةً))[1]

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دو زعفران میں رنگے ہوئے کپڑوں میں دیکھا، ایک کپڑا چادر تھی اور دوسرا کپڑا عمامہ تھا۔)

مذکورہ بالا تمام روایات سے عمامہ کے رنگ کا پتہ چلتا ہے۔ سیاہ عمامہ کے رنگ کا ذکر صحیح روایتوں میں مذکور ہے۔ سیاہ عمامہ والی روایت سے سیاہ لباس پہننے کا استدلال کیا جا سکتا ہے جو کہ درست ہے۔ اگرچہ بہتر اور افضل سفید لباس ہے۔[2] سفید رنگ کے عمامہ کو مستدرک حاکمؒ نے ذکر کیا ہے۔ ان روایات سے ان کے رنگ کے بارے میں توسیع معلوم ہوتی ہے۔ لیکن دوسری روایات میں رسول اللہ ﷺ نے سفید رنگ کو پسندیدہ فرمایا ہے۔ علامہ مناویؒ لکھتے ہیں کہ سیاہ عمامہ کا پہننا سنت ہے کیونکہ اس بارے میں حدیث وارد ہوئی ہیں اور جو بھی ہو عمامہ میں افضل سفید ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سفید لباس کو پسند فرمایا ہے۔

---

[1] ایضاء، كتاب معرفة الصحابة رضي الله عنهم، ح6415

[2] الریالوی، عبد الصمد، خصائل نبوی (لاہور: انصار السنہ 2015ء)، ص:272

جوتا، حفاظت وزینت

رسول اللہ ﷺ حُسن مجسم تھے۔ آپ ﷺ کی ہر ہر ادا رعنائیوں سے پُر تھی۔اسی لئے تعلیمات نبوی کو کامل نمونہ حیات کہا گیا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے جوتا پہنے اور اتارنے والے شخص کی فضیلت کو بھی اپنی تعلیمات میں شامل کیا ہے۔انسان کے اعضاء کی خوبصورتی،تحفظ ،بیماریوں سے بچت اور ان کی آرائش کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جیسے رسول اللہ ﷺ نے نظر انداز کیا ہو۔

مثلاً ایسے الفاظ میں جوتا پہنے کی ترغیب دی ہے کہ انسان جوتے کو پاؤں کی زیبائش اور ضرورت سمجھ لے۔اسی حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک روایت نقل کی ہے فرماتے ہی کہ:

((سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي غَزْوَةٍ غَزَوْنَاهَا:اسْتَكْثِرُوا مِنَ النِّعَالِ، فَإِنَّ الرَّجُلَ لَا يَزَالُ رَاكِبًا مَا انْتَعَلَ))[1]

(میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک غزوہ میں جس میں آپ موجود تھے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جوتے کا خوب استعمال کرو کیونکہ آدمی جب تک جوتا پہنے رہتا ہے وہ سوار کی مانند ہوتا ہے۔)

مذکورہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ انسان جوتے پہن کر سوار کی مانند ہوتا ہے جس طرح سوار شخص راستے کی مشقت اور کانٹوں سے اور پیروں کو تکلیف پہنچانے والی چیزوں سے محفوظ رہتا ہے،اسی طرح جوتا پہننے والا بھی سوار کی مانند محفوظ رہتا ہے۔[2]

ایک اور فرمان کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے ننگے پیر رہنے کی بھی اجازت دی ہے نقل کیا ہے کہ:

---

[1] القشیری،الجامع الصحیح،کتاب اللباس والزینة باب ما جاء في الانتعال والاستكثار من النعال،ح2096

[2] النووی ،محيي الدين يحيى بن شرف،المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج(بيروت: دار إحياء التراث العربي1332ھ)،73/14

((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا أَنْ نَحْتَفِيَ أَحْيَانًا))[1]

(رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم کبھی کبھی ننگے پیر بھی چلا کریں۔)

مذکورہ حدیث سے یہ اخذ ہوتے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر معاملے میں امت کے لئے آسانی اور سہولت پیدا فرمائی ہے۔حدیث مبارکہ میں کبھی کبھی ننگے پاؤں چلنے کا کہا گیاہے جس کا معنی یہ ہے کہ انسان کے نفس میں تواضع اور عاجزی پیدا ہو اور ننگے پاؤں چلنے کی عادت بھی ہو تاکہ کبھی کسی مجبوری کی وجہ سے چلنا پڑے تو پریشانی نہ ہو۔

نعلین مبارک

رسول اللہ ﷺ نے نعلین مبارک کا ذکر مختلف احادیث مبارکہ میں آیا ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے نعلین مبارک کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

(أَنَّ نَعلي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهُمَا قبالَان)[2]

(رسول اللہ کے نعلین مبارک کے تسمے دوہرے تھے۔)

ایک اور روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نعلین مبارک کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

((رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَعَرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا))[3]

---

[1] السجستانی،السنن، کتاب الترجل،ح1460- علامہ البانیؒ اور امام نسائیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہاہے-الابانی، صحیح وضعیف سنن أبي داود،2/1

[2] البخاری ،الجامع الصحیح، کتاب اللباس ،باب قبالان في نعل،ح5519

[3] البخاری،الجامع الصحیح،کتاب اللباس، باب النعال السبتية وغيرها،ح5851

(میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے جوتا پہنے ہوئے دیکھا جس میں بال نہیں تھے اور اس میں وضو فرمایا اور پس میں بھی اسی لئے ایسے جوتے پسند کرتا ہوں۔)

قبال وہ تسمہ ہوتا ہے جو درمیان والی انگلی اور اس کے برابر والی میں لگایا جاتا ہے۔ جس کو (شسع) تسمہ بھی کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے نعل شریف کا نقشہ جو ہمارے سامنے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا نعل شریف موجودہ سینڈل اور چپل کی شکل کا ہوتا تھا۔[1] اور مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے جوتے آج کل کے ہوائی چپل کے طرز کے تھے، نیچے چمڑے کا تلا اور اوپر دو تسمے، جن میں آپ ﷺ انگلیاں اس طرح ڈال لیتے تھے جس طرح آج کل ہم سلیپر میں ڈالتے ہیں۔ کبھی کبھی آپ ﷺ بالوں والے چمڑے کے جوتے بھی پہنتے تھے اور اکثر بالوں کے بغیر والے چمڑے کے بنے ہوئے پہنتے تھے۔

جوتا پہننے کے آداب

1۔ رسول اللہ ﷺ کا جوتا پہننے کا انداز حُسن یہ تھا کہ جب جوتا پہنتے تو پہلے دائیں پاؤں میں پہنتے اور جب اتارتے تو پہلے بائیاں جوتا اتارتے۔

2۔ جوتا اور لباس کے پہننے سے قبل دونوں کو جھاڑنا بہتر ہے کیونکہ نہ جھاڑنے کی وجہ سے بعض اوقات جوتے میں حشرات الارض گھس جاتے ہیں جو کہ کسی بھی تکلیف اور نقصان کا باعث بن سکتے ہیں۔

3۔ رسول اللہ ﷺ نے انسانی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے تسمے والے جوتے کو بیٹھ کر اور بغیر تسمے والے کو کھڑے کھڑے پہنا تاکہ سہولت رہے۔

4۔ دونوں جوتوں میں سے کسی ایک جوتے کو پہن کر چلنا درست نہیں ہے، یا دونوں پہن کر چلا جائے یا دونوں کو اتار کر۔ اطباء کا کہنا ہے کہ انسانی جسم ایک اعصابی نظام کے تحت چل رہا ہے اور تمام اعصاب کا مرکز حرام

[1] القاسمی، اللباس المحمود، ص:101

مغز ہے، جو قدموں کی بے اعتدالی برداشت نہیں کر سکتا۔ اس توازن کو برقرار رکھنے کے لئے دونوں کا پہننا یا دونوں کا اتارنا بہتر ہے۔[1]

ہاتھ میں کڑا، گھڑی، چین کا استعمال

مرد کے لئے گھڑی کا استعمال درست ہے، اگرچہ اس کی چین اسٹیل یا لوہے کی ہو لیکن سونے چاندی کی ہو تو اس کا استعمال درست نہیں ہے۔ اسٹیل وغیرہ کی چین مقصود بالذات نہیں ہوتی ہے اس لیے وہ درست ہے کہ لوہے کی ہو یا اسٹیل کی ہو۔ کیونکہ تابع اور ضمنی چیزوں میں بعض چیزوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے جن کو عام صورتوں میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مردوں کے لئے ہاتھ میں چاندی، لوہے اور اسٹیل وغیرہ کا کڑا پہننا درست نہیں ہے۔ اور اسی طرح مرد کا گلے میں سونے چاندی یا کسی بھی دھات کی چین، زنجیر کا لٹکانا بھی درست نہیں ہے۔ اور آج کل نوجوان کانوں میں بالیاں پہنتے ہیں ان کا استعمال بھی درست نہیں ہے۔[2]

طرح گھڑی کی چین، ڈائل اور سوئی اور کیس وغیرہ کو سونے سے بنانا درست نہیں ہے۔ شرعی اور انتظامی ضرورت کے لیے گھڑی کا استعمال اور پٹہ اور چین وغیرہ سونا چاندی کے علاوہ کسی بھی دوسری دھات سے بنے ہوں تو درست ہیں۔ اسی طرح استعمال کی جتنی بھی چیزیں ہیں، مثلاً برتن، لکھنے والا پن، چارپائی اور کرسی وغیرہ اگر سونے چاندی کی بنی ہوئی ہیں تو ان کا استعمال کرنا درست نہیں ہے۔[3]

التبّان (نیکر)

تبان ضمہ کے ساتھ اور باء کی تشدید کے ساتھ، جس کا مطلب نیکر ہوتا ہے۔ جو ایک بالشت کے برابر تک ہوتا ہے اور صرف ستر مغلظہ کو چھپاتا ہے۔ جس کا استعمال عموماً ملاح کرتے ہیں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

---

[1] اسلم زاہد، مردوں کی زیب وزینت، ص:215

[2] القاسمی، مفتی ابو الکلام شفیق، **اللباس المحمود** (دیوبند: مکتبہ البلاغ)، ص:215

[3] اسلم زاہد، مردوں کی زیب وزینت، ص:145

کہ ایک بار انہوں نے نیکر پہن کر نماز ادا کی (اس کے اوپر کرتا بھی ہو گا) اور فرمایا کہ ان کو مثانہ کو مرض تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ تبان چھوٹی شلوار کو کہتے ہیں۔ تبان کا لفظ مذکر استعمال ہوتا ہے اور اس کی جمع تبابین آتی ہے۔[1]

علامہ عینیؒ لکھتے ہیں کہ تبان ایک بالشت کے بقدر ہوتا ہے اور عورت مغلظہ کو چھپاتا ہے اور ملاح لوگ اس کا استعمال کرتے ہیں۔[2]

مذکورہ بالا تفصیلات سے واضح ہوتا ہے کہ تبان دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو نیکر اور دوسرا چھوٹی شلوار پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ احادیث میں بھی تبان کا ذکر آیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال پوچھا کہ:

((قَامَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ الصَّلاَةِ فِي الثَّوْبِ الوَاحِدِ، فَقَالَ:أَوَكُلُّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ، ثُمَّ سَأَلَ رَجُلٌ عُمَرَ، فَقَالَ: إِذَا وَسَّعَ اللَّهُ فَأَوْسِعُوا، جَمَعَ رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابَهُ، صَلَّى رَجُلٌ فِي إِزَارٍ وَرِدَاءٍ، فِي إِزَارٍ، وَقَمِيصٍ فِي إِزَارٍ وَقَبَاءٍ، فِي سَرَاوِيلَ وَرِدَاءٍ، فِي سَرَاوِيلَ وَقَمِيصٍ، فِي سَرَاوِيلَ وَقَبَاءٍ، فِي تُبَّانٍ وَقَبَاءٍ، فِي تُبَّانٍ وَقَمِيصٍ، قَالَ: وَأَحْسِبُهُ قَالَ: فِي تُبَّانٍ وَرِدَاء))[3]

ایک شخص نبی کریم ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا اور اس نے صرف ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم سب ہی لوگوں کے پاس دو کپڑے ہو سکتے ہیں؟ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا تو انہوں نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں فراغت دی ہے تو تم بھی فراغت کے ساتھ رہو۔ آدمی کو چاہیے کہ نماز میں اپنے کپڑے اکٹھا کر لے، کوئی آدمی تہبند اور چادر میں نماز پڑھے، کوئی تہبند اور قمیص، کوئی تہبند اور قباء میں، کوئی پاجامہ اور چادر میں، کوئی پاجامہ اور قمیص میں، کوئی پاجامہ اور قباء میں، کوئی جانگیا اور

[1] ابن منظور،لسان العرب:71/13

[2] العینی، محمود بن احمد،عمدة القاري شرح صحيح البخاري(بيروت:دار إحياء التراث العربي)،205/6

[3] البخاری ،الجامع الصحیح،کتاب الصلاة ،باب الصلاة في القميص والسراويل والتبان والقباء،ح365

قباء میں، کوئی جانگیا اور قمیص میں نماز پڑھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے یاد آتا ہے کہ آپ نے یہ بھی کہا کہ کوئی جانگیا اور چادر میں نماز پڑھے۔)

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ نماز میں دو کپڑوں کا ہونا ضروری ہے جس سے نماز درست ہوتی ہے۔ لیکن بعض غریب اور مسکین ایسے بھی ہوسکتے ہیں جن کے پاس دو کپڑے نہ ہوں تو اس میں اشارہ ہے کہ وہ ایک کپڑے میں نماز ادا کرسکتے ہیں۔[1]

جورب اور خف کا استعمال

جورب جیم کے فتح کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ اس لفظ کو فارسی سے لے کر عربی بنایا گیا ہے اور اس کی جمع جوارب آتی ہے۔ جورب کہتے ہیں کہ کپڑے یا اس جیسی چیزوں سے بنا ہوا لفافہ جو پاؤں میں پہنا جاتا ہے اور ٹخنوں کو ڈھانکا ہوا ہوتا ہے[2]۔ علامہ عینیؒ خف کے بارے میں لکھتے ہیں کہ کعبین اور اس کے اوپر کو چھپانے والے چمڑے کے موزے کو خف کہتے ہیں۔ خف پاؤں کا لباس ہے جو دو ٹخنوں کو چھپاتا ہے۔[3]

چمڑے کے موزے کا استعمال عموما سردیوں میں کیا جاتا ہے۔ چمڑے کے ہونے کی وجہ سے پاؤں بھی سردیوں میں سردی سے محفوظ اور گرم رہتے ہیں۔

ملحفۃ/شال کا استعمال

عرف میں شال کا استعمال کپڑوں کے اوپر سردی سے بچنے یا خوبصورتی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ شال زیادہ تر اون سے بنی ہوئی ہوتی ہے۔ شال کا استعمال عموما خواتین و حضرات استعمال کرتے ہیں، البتہ شال کی بناوٹ اور

---

[1] ابن رجب،فتح الباری:385/2

[2] القلعجي، محمد رواس،معجم لغة الفقهاء(دار النفائس للطباعة1408ھ)،169/1

[3] العینی، بنایة:603/1

خوبصورتی میں فرق ہوتا ہے۔[1] ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے بھی شال کا استعمال کیا ہے۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ:

((صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المِنْبَرَ، وَكَانَ آخِرَ مَجْلِسٍ جَلَسَهُ مُتَعَطِّفًا مِلْحَفَةً عَلَى مَنْكِبَيْهِ---الى الآخر))[2]

رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لائے یہ آپ ﷺ کی لوگوں کے ساتھ آخری مجلس تھی۔شال اپنے مونڈھے پر ڈالے ہوئے تھے۔۔۔)

[1] القاسمی، اللباس المحمود، ص:58

[2] البخاری ،الجامع الصحیح، کتاب الجمعة ،باب من قال في الخطبة، ح927

خلاصہ کلام

عربی زبان میں زیورات کے لئے لفظ حلی استعمال ہوتا ہے۔ حلی اور زیورات سے انہی اشیاء کا تصور مراد ہے جو سونے اور چاندی سے بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ حلی سے مراد صرف سونے اور چاندی سے بنے ہوئے زیورات ہیں۔ جبکہ موتی اور اس جیسی اشیاء سے بنائے گئے زیورات حلی کے مفہوم میں شامل نہیں ہیں۔

اسلام میں جن چیزوں کے استعمال سے روکا گیا ہے ان کی وجوہات بھی بتائی گئی ہیں۔ زیورات اور ریشم کا لباس بنیادی طور پر زینت کی چیزیں ہیں اور اسلام زیب و زینت کو خواتین کی ضرورت قرار دیتا ہے لیکن اعتدال کے ساتھ ہو۔ جبکہ مردوں کے لیے ریشم اور سونے کے زیورات کو استعمال کرنے سے اس لیے روکا گیا ہے کہ اس میں اسراف اور تکبر ہے۔ زیب و زینت اختیار کرنا حسین و جمیل بننے کی کوشش کرنا اور خوبصورت دکھنا ہر انسان کی خواہش کا حصہ ہے۔ سونے چاندی اور دیگر دھاتوں کے زیورات کو زیب و زینت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ انگوٹھی بھی ان زیب و زینت کی اشیاء میں سے ایک ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے انسان کی جمالیاتی تسکین کے لیے جتنا مناسب سمجھا اس چیز کی اتنی اجازت عنایت فرمائی ہے۔ اسی وجہ سے عورتوں کے لئے سونے کی انگوٹھی پہننا درست ہے جبکہ مردوں کے لیے درست نہیں ہے۔ اور مردوں کو ضرورت پوری کرنے کے لیے چاندی کی انگوٹھی کی خاص مقدار کے ساتھ پہننے کی اجازت ہے۔ مرد کے لیے چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ والی پہننا درست ہے۔ چاندی کی انگوٹھی کا وزن ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو جو آجکل کے وزن کے مطابق 4 گرام 374 ملی گرام ہے۔ انگوٹھی کے علاوہ بالیاں ہار کنگن وغیرہ مردوں کے لئے اس وجہ سے درست نہیں ہے کہ یہ عورتوں کا حصہ ہیں اور ان کے جسم کی ساخت اور پوشیدہ خصوصیات ہی کے لیے مناسب ہیں۔ انگوٹھی میں نقش و نگار اور نام لکھوانا وغیرہ بھی درست ہے کیونکہ مختلف احادیث میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ پیتل اور لوہے جیسی سخت دھات جو کہ نقصان دے ہیں اس لئے ان سے زیورات بنانا ممنوع ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی ہر ہر ادا قابل اتباع ہے۔ خواہ اس کا تعلق عبادات سے ہو یا روزمرہ کی عادت نشست وبرخاست رفتار و گفتار طعام و لباس وغیرہ سے ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ میں عمامہ پہننا بھی شامل

تھا۔ دین شریعت میں بہت سے اعمال اور چیزیں ایسی ہیں جن کا تعلق صرف مردوں کے ساتھ خاص ہے انہی چیزوں میں سے عمامہ اور ٹوپی کا استعمال مردوں کے ساتھ خاص ہیں۔ عمامہ میں شملہ لازمی جز کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کو لٹکانا بہتر ہے۔ شملے کو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکانا بہتر اور مناسب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مختلف مواقع پر مختلف رنگ کا عمامہ پہنا ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے جوتا پہنے اور اترنے والے شخص کی فضیلت کو بھی اپنی تعلیمات میں شامل کیا ہے۔ انسان کے اعضاء کی خوبصورتی تحفظ بیماریوں سے بچت اور ان کی آرائش کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جسے رسول اللہ ﷺ نے نظر انداز کیا ہو۔ جوتے کا پہنا سوار شخص کی مانند ہے جس طرح سوار شخص راستے کی مشقت اور کانٹوں سے اور پیروں کو تکلیف پہنچانے والی چیزوں سے محفوظ رہتا ہے اسی طرح جوتا پہنے والا بھی سوار کی مانند محفوظ رہتا ہے۔ اسی طرح دیگر اشیائے زینت میں سے مرد کے لیے گھڑی کا استعمال بھی درست ہے۔ مرد کے لیے ہاتھ میں چاندی لوہے اور اسٹیل وغیرہ کا کڑا پہننا درست نہیں ہے۔ اور اسی طرح سونے چاندی یا کسی بھی دھات کی چین زنجیر کا گلے میں لٹکانا درست نہیں ہے۔ اسی طرح سردی میں خوبصورتی اور سردی سے بچنے کے لیے شال کا استعمال کیا جاتا ہے۔ شال کا استعمال خواتین وحضرات دونوں استعمال کرتے ہیں۔ البتہ شال کی بناوٹ اور خوبصورتی میں فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح سردیوں میں چمڑے کے موزے کا استعمال بھی کیا جاتا ہے موزوں کا چمڑے کے ہونے کی وجہ سے پاؤں سردیوں میں محفوظ اور گرم رہتے ہیں۔

فصل سوم

بالوں کی تزئین و آرائش

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جس نے انسان کو کامیاب زندگی گزارنے کے تمام اصول و طریقے بتلائے ہیں۔ اور اسلام کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کرنے میں بندگی بھی ہے اور حسن و کامیابی بھی۔ اسلام کے خلاف عمل کرنے میں دنیا آخرت کی ذلت کے ساتھ انسانی حسن و وقار کے بھی خلاف ہے۔ اور اس کا احساس و شعور وہی کر سکتا ہے جو فطرت سلیم رکھتا ہو۔ اللہ تعالی نے انسان کو خوبصورت اور مکمل سانچے میں تخلیق فرما کر اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ انسان کے جسم کا ہر ہر عضو اپنے انداز سے قدرت کا ایک مکمل شاہکار ہے۔ زیب و زینت فطرت کا ایک تقاضہ ہے۔ اس فطری خواہش کی تکمیل کے لئے اللہ تعالی نے انسان کو حسن و فطرت کے انتہائی خوبصورت سانچے میں تخلیق فرمایا، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴾[1]

(اللہ تعالی سب سے بہتر تخلیق کرنے والا ہے۔)

بال نہ صرف انسانی شخصیت میں جاذبیت پیدا کرتے ہیں بلکہ بہت سے اندونی اور بیرونی اثرات سے جسم کو محفوظ رکھتے ہیں۔ مثلاً سر کے بال کھوپڑی کو مضر اثرات اور تمام موسمی اثرات سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اور براہ راست سورج کی شعاعوں اور دیگر عوامل سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اسی طرح پلکوں کے بال، آنکھوں میں گرد و غبار سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اسی طرح ناک میں موجود بال گرد و غبار، مٹی اور دیگر آلائشوں سے انسانی جسم میں داخل ہونے سے روکتے ہیں۔

---

[1] المؤمنون:14

انسانی جسم کے بال عطیہ خداوندی ہیں جو ہماری شخصیت کو پُر کشش اور جاذب نظر بناتے ہیں۔ مردوں کے لئے بال انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ کیونکہ جو مرد حضرات بالوں کی نعمت سے محروم ہیں، وہ احساس محرومی کا شکار نظر آتے ہیں۔ خوبصورت بال انسان کا قدرتی زیور ہیں۔ بال نہ صرف شخصیت اور جاذب نظر کی علامت ہیں بلکہ بہترین صحت کے آئینہ دار بھی ہیں۔ بال انسانی شخصیت پر براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں اور شخصیت کی دلکشی میں اضافہ کرتے ہیں۔

سائنسی نقطہ نظر

بال خوبصورتی کا اہم ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ سائنسی نقطہ نظر سے بھی اہمیت مسلّم ہے۔

1۔ جلد کے خلیوں کو روشنی سے بچاتے ہیں، اور موجودہ حرارت اور نقصان دہ شعاعوں سے جسم کو محفوظ رہتا ہے۔

2۔ بال جلد کو ٹھنڈا ہونے سے بچاتے ہیں جس کی وجہ سے جسم کی حرارت محفوظ رہتی ہے۔

3۔ بالوں کی جڑوں میں پسینہ سے پیدا ہونے والے غدود ہوتے ہیں جب کی مدد سے جسمانی درجہ حرارت کی مقدار برابر رہتی ہے اور اضافی نمی جذب ہوتی ہے۔

4۔ بال جلد کو ٹراما سے محفوظ رکھتے ہیں۔

5۔ مردوں میں داڑھی اور مونچھ کے بال مردانہ ہارمونز کو کنٹرول میں رکھتے ہیں اور مردوں میں چہرے کے بال بلوغت کی نشانی ہیں۔

6۔ بال سیدھے، گھنگریالے، کالے، سرخ اور براؤن رنگ کے ہوتے ہیں اور ان کا قدرتی طور پر مختلف ہونا ماحول، علاقہ، رہن سہن کے اثر ہونے کی وجہ سے ہے۔[1]

---

[1] حافظہ ثمن سرور، "شریعت اسلام کی رو سے خواتین کے بالوں کی زیب وزینت: ایک تحقیقی جائزہ،" الدحاء، شمارہ 2، (2021)50

جرائم کی دنیا میں بال فرانزک تجزیہ کا اہم ذریعہ ہیں۔ اکثر و بیشتر اہم معلومات بالوں کی مدد سے حاصل کی جاتی ہے، جو کہ مجرموں اور متاثرہ لوگوں کی شناخت میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ بال کیراٹن نامی پروٹین پر مشتمل فولسلز ہیں جو کہ مختلف اقسام کے کلر، شکل وصورت رکھتے ہیں۔ یہی مختلف اقسام کے سیلز ماہرین کو شناخت کرنے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ مردانہ جسم پر اوسطاً پچاس لاکھ بال ہوتے ہیں۔ اور سر سے لے کر پاؤں تک جسم کے مختلف حصوں پر مختلف کثافت کے ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ سورج کی حرارت سے سر کے بال دماغ کو تحفظ فراہم کرتے ہیں۔[1]

رسول اللہ ﷺ کے بال مبارک

رسول اللہ ﷺ نے بال رکھے اور انہیں سنوارا، تیل لگا کر چمکایا، بڑھایا اور صحابہ کرام میں بھی اس ذوق کو پیدا فرمایا، چناچہ سادگی، کم فرلیے اور عبادات میں انہماک ہونے کے باوجود بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالوں کی آرائش کے لئے وقت نکالتے تھے۔ بالوں کی نگہداشت اور ان کی قدردانی کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے بالوں کے متعلق ارشاد فرمایا کہ:((مَنْ كَانَ لَهُ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ))[2]

(جس کے بال ہوں اس کو چاہیے کہ اس کا اکرام کرے(اس کو سلیقے سے رکھے۔)

حدیث کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ بالوں کے اکرام، حفاظت اور ان کی چمک دمک کے لئے تیل اور کنگھی کا استعمال رسول اللہ ﷺ خود بھی کرتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے بالوں کی صحت، صفائی اور آرائش کے متعلق ایسے ارشادات فرمائے ہیں کہ طبّ جدید نے بھی انہی اصولوں سے رہنمائی لے کر اپنی تحقیقات کیں ہیں۔ بالوں کے متعلق ہر انسان کے احساسات

[1] Paul L.Kirk,'' *Human Hair Studies*'', Genral Consideratior of Hair Individualization and it Fornsic Impotance,1984,485

[2] السجستانی،السنن،کتاب بالترجل،باب في إصلاح الشعر ،ح4163 علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو حسن صحیح کہاہے،الالبانی، صحیح وضعيف سنن أبي داود:2/1

مختلف ہوتے ہیں، جس وجہ سے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سب کی رعایت فرمائی، چناچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بال مبارک کی کیفیت کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بالوں کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

((كَانَ شَعَرُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ))[1]

(رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بال مبارک آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے کانوں کے نصف تک تھے۔)

ایک اور حدیث مبارکہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بالوں کی کیفیت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ:

((كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مَرْبُوعًا بَعِيدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ عَظِيمَ الْجُمَّةِ إِلَى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ عَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))[2]

(رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم درمیانہ قد کے تھے، دونوں شانوں کے درمیان بہت فاصلہ تھا۔ بال بڑے تھے جو کہ کانوں کی لو تک آئے تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر سرخی مائل جوڑا تھا، میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا۔)

مذکورہ بالا روایات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بالوں کی کیفیت مختلف حالتوں میں مختلف تھی۔ اہل لغت نے سر کے بالوں کی تین قسمیں بیان کیں ہیں۔

لمۃ: وہ بال جو کندھوں کے قریب ہوں۔

جمۃ: وہ بال جو کندھوں تک پہنچ چکے ہوں۔

وفرۃ: وہ بال جو کانوں لی لو تک پہنچ چکے ہوں۔

---

[1] القشیری،الجامع الصحیح، کتاب الفضائل،باب صفة شعر النبي صلى الله عليه وسلم، ح2338

[2] القشیری،الجامع الصحیح کتاب الفضائل، باب في صفة النبي صلى الله عليه وسلم2337

نبی اکرم ﷺ کے سر کے بالوں کے بارے میں متعدد و مختلف روایات وارد ہیں۔ قاضی عیاضؒ نے مختلف روایات میں بالوں کی مختلف کیفیت کو یوں توفیق دیا ہے کہ تمام صورتیں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ ان سب میں معمولی سا فرق ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ جب بال کٹواتے تو کانوں کے نصف تک پہنچ جاتے جو کہ وفرۃ ہیں۔ جب ان بالوں کو کچھ چھوڑ دیتے تو بڑھ کر کندھوں کے قریب ہو جاتے جو کہ لمۃ ہیں۔ پھر جب مزید بڑھ جاتے تو وہ کندھوں تھ پہنچ جاتے جو کہ جمۃ ہیں۔ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے بال مبارک اس طرح بڑھتے اور کم ہوتے تھے۔[1]

بال اور جدید فیشن

عصر حاضر میں بالوں کے فیشن کا جب جائزہ لیا جاتا ہے تو اِس کے بے شمار دینی نقصان کے ساتھ ساتھ دنیوی نقصانات بھی نظر آتے ہیں۔ دنیاوی نقصانات میں سر فہرست وقت اور مال کا ضیاع ہے، کیونکہ جب کسی خاص اسٹائل میں بال کٹوائے جاتے ہیں تو سب سے پہلے بال بڑھانے کے لئے خاصا وقت درکار ہوتا ہے اور پھر کٹوانے کے بعد اس کی دیکھ بھال اور اس کو درست رکھنے میں صرف وقت ہی نہیں لگتا بلکہ ہمہ وقت چوکنا بھی رہنا پڑتا ہے۔ اسٹائلش ہیئر کٹنگ کیلئے پیسے بھی کافی بلکہ منہ مانگے لئے جاتے ہیں۔ ان دونوں نقصانوں کے علاوہ ایک اہم نقصان یہ ہوتا ہے کہ انسان جس کام میں ہے، اس کام پر مکمل توجہ مرکوز نہیں کر پاسکتا۔

عصر حاضر میں وِگ وغیرہ کے ذریعے چھوٹے بالوں کو بڑا کر کے پیش کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے زمانہ مبارک میں بھی معاشرے میں یہ رواج عام تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ کا ایک ارشاد نقل کیا ہے فرمایا کہ:

((لَعَنَ اللّٰہُ الوَاصِلَةَ وَالمسْتَوْصِلَةَ، وَالوَاشِمَةَ وَالمسْتَوْشِمَةَ))[2]

---

[1] النووی، المنهاج شرح صحيح مسلم:91/15

[2] البخاری ،الجامع الصحیح،کتاب اللباس ،باب الوصل في الشعر،ح5933

(اللہ تعالی نے مصنوعی بال جوڑنے اور جڑوانے والیوں اور گودنے اور گدوانے والیوں پر لعنت کی ہے۔)

مذکورہ بالا روایت سے یہ استدلال ہوتا ہے کہ کسی مرد و عورت کے لئے انسانی بالوں کا جوڑا لگا کر اپنے بالوں کو بڑھانا اچھا نہیں ہے۔ دوسری صورت میں اون، پلاسٹک وغیرہ کے بنے ہوئے بال اور بالوں سے بنی ہوئی ٹوپی قرامل وغیرہ درست ہے۔ علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم نے قرامل کے معاملے میں رخصت دی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دیکھنے والوں کو اس سے دھوکہ نہیں ہوتا اور وہ مرد و خواتین کے اصل بال شمار نہیں کیے جاتے [1]۔ ایسی پیوندکاری جس میں انسان اپنے بال اپریشن کے ذریعے لگائے اور وہ بال دوبارہ اُگ بھی جائیں تو اس کے درست ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

جہاں تک دینی اعتبار سے ہیئر اسٹائل کا تعلق ہے تو ایک مسلمان کے لئے وہی طرزِ زندگی قابلِ اتباع ہے، جس کی تعلیم قرآن و سنت میں دی گئی ہے۔ چنانچہ مَردوں کے بالوں کے حوالے سے جب اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو صاف طور پر یہ حاصل ہوتا ہے کہ بال کٹوانے کے تعلق سے جدید فیشن سراسر اسلامی تعلیمات سے دور ہے۔ سر کے کچھ حصوں پر بال رکھنا اور کچھ حصوں پر سے کٹوانا یا اسی طرح سے سر کے کچھ حصوں پر بال زیادہ رکھنا اور سر کے کچھ حصے پر کم رکھنا شرعی اصطلاح میں قزع کہا جاتا ہے جو بالکل درست نہیں ہے ۔ حضرت نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

((نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقَزَعِ قَالَ: وَمَا الْقَزَعُ؟ قَالَ: أَنْ يُحْلَقَ مِنْ رَأْسِ الصَّبِيِّ مَكَانٌ وَيُتْرَكَ مَكَانٌ)) [2]

(رسول اللہ ﷺ نے قزع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت نافع سے پوچھا گیا کہ قزع کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا (قزع اس کو کہتے ہیں کہ) لڑکے کے سر کے بعض حصہ کو مونڈا جائے اور بعض حصے کو چھوڑ دیا جائے۔)

---

[1] العظیم آبادي ،محمد أشرف بن أمیر، عون المعبود وحاشیة ابن القیم(دار الکتب العلمیة1415ھ)153/11

[2] ابن ماجه ،السنن،کتاب اللباس ، باب النهي عن القزع،ح3637-علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔الالبانی،، صحیح وضعیف سنن ابن ماجه،ص:2

مذکورہ حدیث اور تشریح کی روشنی میں غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ بالوں کے حوالے سے جدید فیشن کو اختیار کرنا درست نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے بچنے کے لئے بطورِ خاص نوجوانوں میں بیداری لانا ضروری ہے۔ جس کیلئے ضروری ہے کہ شریعت کی تعلیمات کو پڑھایا اور عام کیا جائے جن میں شریعت کے مطابق بال رکھنے کی تشریح اور وضاحت موجود ہے۔

احادیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کے مبارک بالوں کے متعلق جو تفصیل آئی ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ بڑے بال رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے۔ البتہ کبھی آپ ﷺ کے بال مبارک کانوں کے درمیان تک، کبھی کانوں تک، کبھی کانوں کی لو تک، کبھی کاندھوں تک یا کاندھوں کے قریب رہتے تھے۔ یعنی جب آپ ﷺ اپنے بال مبارک ترشواتے تو وہ کم سے کم کانوں کے درمیان تک ہوتے اور جب بڑھتے تو کاندھوں تک یا کاندھوں کے قریب پہنچ جاتے تھے؛ اس لئے بال رکھنے کا بہتر اور درست طریقہ یہی ہے۔ اسی طرح کبھی کبھار آپ ﷺ سے بال منڈوانا بھی ثابت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے مبارک طرزِ زندگی سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مختلف سائز کے بال رکھ سکتے ہیں لیکن وہ ہر طرف سے برابر ہوں اور ضرورت محسوس کرنے پر بال منڈوا بھی سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی سنت ہے۔ اگر ہم بال رکھتے ہیں تو یہ بھی ضروری ہے کہ اس کو سنوار کر رکھیں تاکہ مہذب اور باسلیقہ انسان نظر آئیں۔

سفید بال

مَردوں کے لئے سفید بالوں کو اکھاڑنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ احادیث مبارکہ میں سفید بالوں کو مؤمن کا نور کہا گیا ہے۔ اس لئے بلاوجہ سفید بالوں کا اکھاڑنا مناسب نہیں ہے۔ حضرت عمر بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے دادا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سفید بال اکھاڑنے سے روکا ہے اور فرمایا ہے کہ:

((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ نَتْفِ الشَّيْبِ، وَقَالَ: إِنَّهُ نُورُ الْمُسْلِمِ))[1]

(آپ ﷺ نے بوڑھاپے میں (سفید بالوں کے) اُکھاڑنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ یہ مسلمان کا نور ہے۔)

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

((مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الإِسْلَامِ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ القِيَامَةِ))[2]

(جس کے بال اسلام کی حالت میں سفید ہو گئے وہ قیامت کے دن اس کے لئے روشنی ہوں گے۔)

مذکورہ بالا تمام حدیثوں سے سفید بالوں کی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ انہیں نہ اکھیڑا جائے کیونکہ وہ مسلمان کا نور اور وقار ہیں۔ اور وقار انسان کو غرور و تکبر سے روکتا ہے۔ اور انسان کو توبہ کی طرف مائل کرتا ہے۔ سفید بال دنیا و آخرت میں مؤمن کا نور ہیں۔

غیر ضروری بال

اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ پر جو شریعت نازل فرمائی ہے، وہ تمام سابقہ ادیان کی جامع ہے۔ اس میں گذشتہ آسمانی تعلیمات میں سے اہم تعلیمات کو بھی دین کا حصہ بنایا گیا ہے۔ ان میں سے یہ ہے کہ سارے الانبیاء کرام اور ان کے اعلی ذوق رکھنے والے امتی غیر ضروری بال صاف کیا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لئے غیر ضروری بالوں کے لئے مدت مقرر فرمائی ہے کہ:

---

[1] الترمذی ،السنن،كتاب الاداب،باب ما جاء في النهي عن نتف الشيب ،ح2821۔علامہ البانی اور صاحب مشکوۃ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔الالبانی ، صحيح وضعيف سنن الترمذي:321/6

[2] الترمذی ،السنن،أبواب فضائل الجهاد ،باب ما جاء في فضل من شاب شيبة في سبيل الله،ح1634

((وُقِّتَ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ، وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ، وَنَتْفِ الْإِبِطِ، وَحَلْقِ الْعَانَةِ، أَنْ لَا نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً))[1]

(مونچھیں کترنے اور ناخن کاٹنے اور بغلوں کے بال صاف کرنے اور زیر ناف بال صاف کرنے کے لئے ہمارے لئے مدت مقرر کی گئی ہے کہ ان بالوں کو چالس دن سے زیادہ نہ چھوڑیں۔)

مذکورہ بالا حدیث کی روشنی سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر ضروری بالوں کی صفائی کی آخری حد چالس دن ہے۔لیکن کوشش یہ ہونے چاہئے کہ ہر ہفتے ان کی صفائی کی جائے کیونکہ ماہرین نے لکھا ہے کہ اگر بروقت ان کی صفائی نہ کی جائے تو ان جگہوں کی جلد نازک ہونے کی وجہ سے جلد کو آکسیجن نہیں پہنچ پاتی اور مسامات بند ہو جاتے ہیں۔اورر پھر مہلک بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔انجام کار انسان جنسی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔لہذا ان بیماریوں سے بچنے کے لئے صفائی کا خاص اہتمام ہو۔

داڑھی اور مونچھ کا بیان

اللہ تعالی نے اسلام کو ایسا کامل و اکمل بنایا ہے جس میں کمال و شمول اور جامیعت کی ایسی بے پناں خوبیاں شامل ہیں۔جن کے ادراک سے صلاحیتیں عاجز ہیں۔اللہ تعالی کی عطاء کردہ نعمتوں جہاں عزو شرف،بلندی اور امتیاز کا سبب ہیں وہاں طبیعتوں کے لئے نہایت موزوں اور مناسب بھی ہیں۔

اللہ تعالی نے بنی نوع انسان کی تکریم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ---الی الآخر﴾

(اور تحقیق ہم نے بنی آدم پر کرم کیا ہے۔۔۔)

اس تکریم کا بنیادی پہلو انسانی جنسوں کی شکل وصورت اور حلیہ کی ساخت اور حُسن ہے۔

---

[1] القشیری،الجامع الصحیح، کتاب الطهارة ،باب خصال الفطرة258

رسول اللہ ﷺ نے مردو حضرات کو فطرت کی سنتوں اور خلقت و آفزائش کے طبعی نظام کے التزام کی تاکید فرمائی ہے۔ جو ہر دور میں زمان و مکان کی تاکید کے بغیر انبیاء اور رسل کی زندگیوں کا حصہ رہی ہیں۔ جسمِ باطن کا اہم عضو دل ہے جبکہ جسمِ ظاہر میں سب سے جاذب حصہ چہرہ ہے۔ چہرے کی زینت پورے جسم کے حُسن و جمال کی نمائندگی کرتی ہے۔ دین اسلام میں خواتین کو اپنے چہروں کو جلابیب یا اوڑھنیوں سے چھپانے اور ڈھاپنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور مردوں کو اپنے چہروں کو اعفاء اللحیة داڑھی بڑھانا اور قص الشوارب مونچھیں کٹانے کی ترغیب دی گئی ہے۔

داڑھی کی تعریف

داڑھی ٹھوڑی سمیت دونوں رخساروں پر اگنے والے بالوں کو کہتے ہیں، جیسے فارسی میں ریش کہا جاتا ہے۔ اور عربی میں داڑھی کے لئے مشہور لفظ لحیة استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں وارد ہوا ہے۔ علماء لغت نے داڑھی کی مختلف تعریفیں کیں ہیں، جن سے داڑھی کی حدود اور زاویوں کی وضاحت ہوتی ہے۔ علامہ فیروز آبادیؒ لکھتے ہیں کہ لحیة لام کے کسرہ کے ساتھ دونوں رخساروں اور ٹھوڑی کے بالوں کو کہتے ہیں۔ جس کی جمع لحی آتی ہے۔[1] علامہ ابن منظورؒ لکھتے ہیں کہ داڑھی رخساروں اور ٹھوڑی پر اگنے والے تمام بالوں کا نام ہے۔ جس کی جمع لحی آتی ہے۔[2] داڑھی چوڑائی میں کنپٹی سے لے دونوں رخساروں اور داڑھوں تک اور لمبائی میں ریش بچہ سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اگنے والے تمام بال داڑھی ہیں۔

---

[1] الفیروز آبادی، القاموس المحیط: 4/377

[2] ابن منظور، لسان العرب: 5/4016

داڑھی کی حقیقت اور اہمیت

اکثریت کی بے عملی کی وجہ سے اور حالات بدلنے سے شریعت کے اصول بدل نہیں سکتے اور نہ ہی وہ چیز درست ہو جاتی ہے۔ داڑھی اسلام کا شعار ہے جس کی تعظیم ضروری ہے اور شعار کو قرآن مجید میں تقوی کی علامت بتایا گیا ہے کہ:

﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾[1]

(جو اللہ تعالی کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہے۔)

جب دل میں اللہ کی محبت ہو گی تب ہی شعار اللہ کی تعظیم دل میں ہو گی۔

داڑھی قدرت کا ایک عطیہ ہے جو انسانوں کے لئے مردانگی کی علامت اور سراپا حُسن و جمال ہے۔ اللہ تعالی نے مردوں اور عورتوں کو ان کی فطرت کے مطابق شکل و صورت عطاء کی ہے۔ مادہ کو لطیف بنایا ہے جس وجہ سے اس کے چہرے کو بالوں کی کثافت سے پاک رکھا ہے اور اس میں فطری لطافت پیدا کی ہے۔ اس کے برعکس مرد کو بارعب اور حاکمانہ قدرت عطاء کی ہے۔ ان دونوں جنسوں کا حقیقی حُسن و جمال ان کی حقیقی شکل و صورت میں پوشیدہ ہے۔[2] اللہ تعالی نے انسان کو فطرت پر پیدا کیا ہے، یعنی قد و قامت، علم و دانش اور جبلت و خلقت کے لحاظ سے جو اوصاف رکھنے چاہیے وہ سب عطاء کیے ہیں۔ قرآن مجید میں فطرت کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

﴿ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

(اللہ تعالی کی بنائی ہوئی اس فطرت پر چلو جس پر اس نے تمام لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں لائی جا سکتی، یہی بالکل سیدھا راستہ ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔)

---

[1] الحج:32

[2] الندوی، مختار احمد، **داڑھی کے مسائل** (لاہور: سلیمان اکیڈمی)، ص:13

اللہ تعالی نے انسان کے علاوہ دوسری مخلوقات کو بھی فطرت پر پیدا کیا ہے لیکن انسان اور دوسری مخلوقات کے فطرت پر پیدا ہونے پر فرق یہ ہے کہ دوسری مخلوقات اپنی فطرت سے انحراف نہیں کر سکتی۔ جبکہ انسان کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ زندگی گزارنے کے لئے کون سا دستور، کون سا طریقہ، کون سا حلیہ اور کیسے معالات کرتا ہے۔ تاکہ پتہ چل سکے فطرت کے مطابق چلتا ہے یا اپنی من مانی کر کے فطرت سے انحراف کرتا ہے۔[1]

رسول اللہ ﷺ نے دس چیزوں کو فطرت کا حصہ بنایا ہے اور فرمایا کہ:

((عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ، وَالسِّوَاكُ، وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ،وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ))[2]

(دس باتیں فطرت میں سے ہیں، مونچھیں کاٹنا، داڑھی کا بڑھانا، مسواک کا کرنا، ناک میں پانی چڑھانا، ناخن تراشنا، انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا، بغل کے بال اکھیڑنا، زیر ناف بال مونڈنا اور پانی سے استنجاء کرنا۔)

مذکورہ حدیث مبارکہ میں داڑھی بڑھانا اور مونچھیں کٹوانے کو فطرت بتلایا گیا ہے۔ اور فطرت کہتے ہیں جس کو انسان کی طبیعت سلیمہ پیدائشی طور پر پسند اور قبول کرے اور انبیاء کرامؑ کی طبیعت سب سے زیادہ سلامتی والی تھی جس کی وجہ سے انبیاء کرام نے بھی اختیار اور پسند کیا۔ فطرت کے متعلق لکھا ہے کہ فطرت سے مراد قدیم طریقہ ہے جس کو انبیاء کرامؑ نے اختیار کیا ہے اور اس پر تمام تر شریعتیں متفق رہی ہیں۔[3]

رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک

رسول اللہ ﷺ اپنے قول و فعل کے لحاظ سے پوری انسانیت کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے کہ:

---

[1] **محمد عبد منیب، داڑھی مرد مؤمن کا شعار** (لاہور: دار الشکر)، ص:8

[2] القشيرى،الجامع الصحيح،كتاب الطهارة،باب خصال الفطرة،ح262

[3] العينى ، محمود بن أحمد، عمدة القاري شرح صحيح البخاري(بيروت دار: إحياء التراث العربي):45/22

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ---الی الآخر﴾[1]

(تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمومہ ہے---)

شریعت کے تمام احکام اعتدال پر مبنی ہیں اور افراط و تفریط سے پاک ہیں۔ اللہ تعالی نے انسان کی تخلیق احسن انداز میں کی ہے اور داڑھی کے ذریعے اسے زینت بخشی ہے۔ داڑھی جہاں اللہ تعالی کی ایک نعمت ہے، وہاں اسوۂ رسول ﷺ بھی ہے، یہ جہاں انسان کا فطرتی حسن ہے وہاں اللہ کی شریعت بھی ہے۔ داڑھی جہاں شعارِ اسلام ہے وہاں محبت رسول ﷺ کا تقاضا بھی کرتی ہے۔ داڑھی جہاں مرد کے لیے ظاہری حسن و جمال ہے، وہاں اس کے باطن کی تطہیر کا سبب بھی ہے۔

کتب احادیث اور کتب سیر کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی کے معاملے میں رسول اللہ ﷺ سے مختلف الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ اُن الفاظ کی وجہ سے آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کی حالت و کیفیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ کی داڑھی کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

((كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَمِطَ مُقَدَّمُ رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ، وَكَانَ إِذَا ادَّهَنَ لَمْ يَتَبَيَّنْ، وَإِذَا شَعِثَ رَأْسُهُ تَبَيَّنَ، وَكَانَ كَثِيرَ شَعْرِ اللِّحْيَةِ))[2]

(آپ ﷺ کے سر کے اگلے بال اور داڑھی کے کچھ بال سفید ہو گئے تھے، جب آپ ﷺ تیل لگاتے تو وہ سفیدی معلوم نہیں ہوتی تھی اور جب بال بکھرے ہوئے ہوتے تھے تو سفیدی ظاہر ہوتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک بہت گھنی تھی۔)

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ:

---

[1] الاحزاب:21

[2] القشیری،الجامع الصحیح، کتاب الفضائل،باب شیبه صلی الله علیه وسلم ،ح2344

((أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالعَصْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قُلْنَا: بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْرِفُونَ؟ قَالَ: «بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ))[1]

(کیا رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں قرات کرتے تھے، فرمایا: جی ہاں، تو آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کو کیسے پتہ چلتا تھا؟ فرمایا کہ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کی حرکت سے۔)

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی دڑھی مبارک اتنی تھی کہ ہلکی سی قرات کرنے سے بھی حرکت کرتی تھی۔ اور اس حرکت کو دوسرے حضرات بھی محسوس کرتے تھے۔ اور قرات کرنے کی وجہ سے داڑھی کا اصل مقام چہرے پر نیچے والا جبڑہ ہے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ ایک لمبی حدیث میں فرماتے ہیں کہ:

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجِلًا مَرْبُوعًا عَرِيضَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ، كَثَّ اللِّحْيَةِ))[2]

(رسول اللہ ﷺ درمیانہ قد کے تھے اور دونوں کندھوں کے درمیان جگہ وسیع تھی۔ اور آپ ﷺ کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔)

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کی داڑحی مبارک کے لئے استعمال ہونے والا لفظ کث جس کے معنی ایسی داڑھی کے ہیں جو گنجان ہو، گول ہو اور زیادہ لمبی نہ ہو۔ داڑھی مبارک کے گول اور زیادہ لمبی نہ ہونے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ایک حد کے بعد رسول اللہ ﷺ داڑھی مبارک کو سنوار لیا کرتے تھے۔ جس سے بال چھوٹے بڑے نہیں ہوتے تھے بلکہ ہر اطراف سے برابر ہوتے تھے۔

---

[1] البخاری،الجامع الصحيح، كتاب الأذان ، باب القراءة في الظهر،ح760

[2] الخراسانی،السنن ، كتاب الزينة ،باب اتخاذ الجمة، ح5232۔علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔الالبانی،صحيح وضعيف سنن النسائي (11/ 232

داڑھی بڑھانا اور مونچھیں کٹانا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

((أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَى))[1]

(مونچھوں کو پست کرو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔)

اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت بھی منقول ہے کہ:

((انْهَكُوا الشَّوَارِبَ، وَأَعْفُوا اللِّحَى))[2]

مونچھوں کو خوب اچھی طرح کاٹو اور داڑھی کو بڑھاؤ۔)

رسول اللہ ﷺ کی مبارک حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ داڑھی کو بڑھاؤ، جس سے واضح ہوتا ہے کہ داڑھی رکھنا ضروری ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے مونچھوں کو کاٹنے کے لئے کے الفاظ استعمال کیے ہیں جس کا معنی ہے کہ خوب اچھی طرح کاٹنا۔ مذکورہ احادیث سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں ایک یہ کہ داڑھی رکھنا ضروری عمل ہے۔ اور دوسری یہ بات کہ کم داڑھی رکھنے سے عمل پورا نہیں ہوتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

((خَالِفُوا المُشْرِكِينَ: وَفِّرُوا اللِّحَى، وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ: إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَمَا فَضَلَ أَخَذَهُ))[3]

---

[1] القشیری،الجامع الصحیح کتاب الطھارۃ ، باب خصال الفطرۃ ح 259

[2] البخاری،الجامع الصحیح، کتاب اللباس ، باب إعفاء اللحی ،ح5893

[3] البخاری،الجامع الصحیح،، کتاب اللباس باب تقلیم الأظفار،ح5892

(مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کا کاٹو۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ حج یا عمرہ کے موقع پر جب فارغ ہو جاتی تو اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑتے اور جو مٹھی سے زائد ہوا کرتی اس کو کاٹ دیا کرتے تھے۔)

مذکورہ حدیث شریف میں داڑھی بڑھانے اور مونچھوں کو کاٹنے کے ساتھ ساتھ مشرکین کی مخالفت کا حکم بھی دیا گیا ہے کیونکہ وہ لوگ مونچھوں کو بڑھاتے تھے اور داڑھی کو نہیں بڑھاتے تھے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک مٹھی کے بعد داڑھی کو کاٹ دیا کرتے تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑھانے کا حکم ایک مٹھی تک پورا ہو جاتا ہے اور اس سے زیادہ داڑھی کا بڑھانا ضروری نہیں ہے۔[1]

بالوں کی تراش خراش میں دینی اور دنیاوی دونوں نقصان ہیں۔ دنیاوی نقصانات میں سہر فہرست وقت اور مال کا ضیاع ہے۔ کیونکہ کسی خاص سٹائل میں بال کٹوانے کے لئے سب سے پہلے بالوں کو بڑھانے کیلئے وقت درکار ہوتا ہے۔ دینی اعتبار سے بالوں کی تراش خراش کا تعلق وہی طرز زندگی قابل اتباع ہے جس کی تعلیم قرآن و سنت کی روشنی میں دی گئی ہے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بال کانوں کے درمیان تک، کبھی کانوں تک، کبھی کانوں کی لو تک، کبھی کندھوں کے قریب ہوتے تھے۔

اسی طرح غیر ضروری بالوں کی صفائی کا خصوصی خیال رکھنا کیونکہ صفائی نہ ہونے کی وجہ سے ان خاص جگہوں کی جلد نازک ہونے کی وجہ سے آکسیجن نہیں پہنچ پاتی، جو مہلک بیماریوں کا سبب بنتی ہے۔

اسی طرح داڑھی قدرت کا عطیہ ہے جو مرد کے لیے سراپا حسن و جمال ہے۔ داڑھی بڑھانا اور مونچھیں کٹانا فطری عمل ہے۔ اور فطرت کا مطلب یہ ہے کہ جس کو انسان کی طبیعت سلیمہ پیدائشی طور پر پسند اور قبول کرے اور انبیاء کرام کی طبیعت سب سے زیادہ سلامتی والی تھی۔

---

[1] الكشميري، محمد أنور شاه، **العرف الشذي شرح سنن الترمذي** (بيروت: دار التراث العربي 1425ھ): 4/162

خلاصہ کلام

تخلیق انسان میں بال قدرت کی ایک عظیم شاہکار ہیں۔ فطری طور پر انسان سر کے بالوں میں نہایت دلچسپی رکھتا ہے۔ سائنسی نقطہ نظر سے بھی بال اہمیت کے حامل ہیں۔ جلد کے خلیوں کو روشنی سے بچاتے ہیں اور جلد کو ٹھنڈا ہونے سے بھی بچاتے ہیں۔ مردوں میں داڑھی اور مونچھ کے بال مردانہ ہارمونز کو کنٹرول میں رکھتے ہیں۔ اور اسی طرح جرائم کی دنیا میں بھی فرانزک تجزیہ کا اہم ذریعہ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بھی بال رکھنے اور ان کو سنوارنے اور تیل لگا کر چمکانے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذوق ملتا ہے۔ بالوں کی قدردانی کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے بال ہوں اس کو چاہیے کہ وہ بالوں کا اکرام کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے بالوں کی صحت صفائی اور آرائش سے متعلق جو ارشاد فرمائے ہیں۔ طب جدید نے بھی انہی اصولوں سے رہنمائی لے کر اپنی تحقیقات کرتی ہے۔

عصر حاضر میں وِگ کے ذریعے چھوٹے بالوں کو بڑا کر کے پیش کیا جاتا ہے۔ مرد یا عورت کا انسانی بالوں کا جوڑا لگا کر اپنے بالوں کو بڑھانا درست نہیں ہے۔ جبکہ اون یا پلاسٹک سے بنے ہوئے بال اور بالوں سے بنی ہوئی ٹوپی یا قرامل کا استعمال درست ہے۔ اسی طرح انسان اپنے بال آپریشن کے ذریعے ایک جگہ سے دوسری جگہ پر لگائے پر وہ بال دوبارہ اگ آئیں تو بالوں کو اس طرح کا آپریشن کروانا درست ہے۔ اسی طرح سر کے کچھ حصوں پر بال رکھنا اور کچھ حصوں پر کٹوانا درست نہیں ہے۔

اسی طرح مردوں کے لیے سفید بالوں کو اکھاڑنا بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ احادیث مبارکہ میں سفید بالوں کو مومن کا نور کہا گیا ہے۔ اسی طرح مرد کے لیے ضروری ہے کہ اپنے جسم سے غیر ضروری بالوں کی صفائی کرے کیونکہ صفائی نہ کرنے کی وجہ سے ان جگہوں کی جلد نازک ہونے کی وجہ سے جلد کو آکسیجن نہیں پہنچ پاتی اور مسامات بند ہو جاتے ہیں اور پھر مہلک بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فطرت کی سنتوں اور خلقت و افزائش کے طبعی نظام کے التزام تاکید فرمائی ہے۔ چہرے کی زینت پورے جسم کے حسن و جمال کی نمائندگی کرتی

ہے۔ دین اسلام میں خواتین کو اپنے چہروں کو اوڑھنیوں سے چھپانے اور ڈھانپنے کی تعلیم دی ہے جبکہ مردوں کو اپنے چہروں پر داڑھی سجانے اور مونچھیں کٹانے کی ترغیب دی ہے۔ اور داڑھی کا اطلاق رخساروں اور تھوڑی پر آنے والے تمام بالوں پر ہوتا ہے۔ چہرے کی چوڑائی میں کنپٹی سے لے کر دونوں رخساروں اور داڑھوں تک اور لمبائی میں ریش بچہ سے لے کر تھوڑی کے نیچے اگنے تمام بال داڑھی کی حدود میں شامل ہیں۔ داڑھی اسلام کا شعار ہے اور شعار کو قرآن مجید میں تقویٰ کی علامت بتایا گیا ہے۔ دس چیزوں کو فطرت میں بتایا گیا ہے ایک داڑھی بڑھانا اور دوسرا مونچھیں کٹانا بھی شامل ہے۔

باب سوم

سرجری کے ذریعے حصول حسن کا تجزیہ

فصل اول: سرجری کے ذریعے حصول حسن

فصل دوم: کان، ناک اور دانتوں کی آرائش

فصل سوم: اعضاء جسمانی پر نقش و نگار

فصل اول

سرجری کے ذریعے حصول حسن

دنیا کے اکثر مذاہب انسانوں کی فلاح و بہبود کو ترجیح دیتے ہیں اور انسانوں کو ہر برائی اور بے حیائی سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسلام میں طہارت صفائی، پاکیزگی اور زیب وزینت کی کتنی اہمیت ہے؟ اس کی اہمیت کا اندازہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ جن میں طہارت و پاکیزگی اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ احادیث کی کتابوں میں کتاب الطہارت اور کتاب اللباس کے عنوان کے تحت کافی احادیث مذکور ہیں۔ ان احادیث مبارکہ میں طہارت پاکیزگی اور زیب وزینت کے مسائل واحکام کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

اسلام تمام معاملات میں اعتدال کا درس دینے کے ساتھ ساتھ اس کی حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے۔ اسی طرح زینت کے معاملے میں بھی اعتدال کا حکم دیتا ہے۔ مقررہ حد کے اندر رہتے ہوئے زینت اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ انسان کی تخلیق کا اصل مقصد اللہ تعالی کی اطاعت و بندگی ہے۔ انسان دنیا میں آسانی، سہولت اور عیش و عشرت کے لئے بہت محنت کرتا ہے۔ اسی لئے وہ مختلف پراڈکس بنانے کے لئے طرح طرح کی ایجادات کرتا ہے، تاکہ اپنی زندگی سے لطف اندوز ہو سکے۔ اسی طرح اس نے خود کو مزید پُرکشش بنانے کے لئے بہت سی ایجادات کیں ہیں۔ بہت سے نئے نئے ایسے طریقے تلاش کیے ہیں جن سے انسان خود کو پُرکشش بنا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ انسان نے بہت سی بیماریوں اور حادثات کی وجہ سے انسانی اعضاء کے تلف ہونے کی وجہ سے تلافی کے نئے طریقے بھی تلاش کیے ہیں۔ ان علاج اور طریقوں کو زیادہ آسان اور موثر بنایا گیا ہے۔ اسی طرح تزئین اور پُرکشش دکھنے کے لئے نئے طریقوں میں پلاسٹک سرجری بھی شامل ہے۔

اللہ تعالی پوری کائنات کا تنہا مالک اور پوری کائنات کا خالق و مصور ہے۔ اللہ تعالی کی تمام مخلوقات میں حضرت انسان سب سے زیادہ خوبصورت اور احسن تخلیق کا نمونہ ہے۔ انسان کی ظاہری بناوٹ، جسم ظاہری شکل و صورت اور اندرونی نظام صنعت کاری کا اعلی ترین اور شاہکار اور زندہ ثبوت ہے۔ اسی کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ﴾[1]

(تحقیق ہم نے انسان کو اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ تمام مخلوقات میں سے انسان سے خوبصورت کوئی چیز نہیں۔ کیونکہ انسان کو اللہ رب العزت نے زندگی کے ساتھ عالم، قادر، سمیع، متکلم، بصیر اور حکیم بنایا ہے۔ اور یہ سب کی سب صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں۔[2]

اس ضمن میں ایک اور قرآنی آیت میں ارشاد ربانی ہے کہ:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ---الی الآخر ﴾[3]

(بے شک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی۔۔۔)

اولادِ آدم کو تمام مخلوقات پر جو فضیلت دی ہے اس میں کسی قسم کی اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف حیثیتوں سے ایسی خصوصیات عطاء فرمائی ہیں جو دوسری مخلوقات میں نہیں ہیں۔ مثلاً حُسن وصورت، اعتدال جسم، اعتدال قد و قامت اور اعتدال مزاج، یہ سب خصوصیات دوسرے جانداروں میں نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ عقل و شعور میں بھی خاص امتیاز حاصل ہے جس کے ذریعے وہ تمام کائناتِ آسمانی اور اراضی سے کام نکالتا ہے۔ اس کے علاوہ انسان کو یہ بھی قدرت حاصل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات ایسے مرکبات اور مصنوعات تیار کرے جو اس کے رہنے سہنے اور نقل و حرکت اور لباس میں اس کے کام آسکے۔[4]

---

[1] التین:4

[2] العثمانی، معارف القرآن:8/775

[3] الاسراء:70

[4] ایضاء:5/506

انسانی اعضاء جو اللہ تعالی کی طرف سے خصوصی عطیہ ہیں۔ اب ان اعضاء کو مختلف ذرائع سے نکال کر تبدیل کیا جارہا ہے کیا ایسا کرنا درست ہے بھی ہے یا نہیں؟ مفتی محمد شفیعؒ نے سرجری اور پیوندکاری کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس ضمن میں دو قرآنی آیات کو بیان کیا گیا ہے کہ:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا --- الى الآخر﴾[1]

(وہی جس نے پیدا کیا تمھارے لئے جو کچھ زمین میں ہے۔۔۔)

کیا انسان کو جسم کے اعضاء میں تصرف کرنے کا اختیار صاصل ہے کہ وہ اپنے اعضاء کا استعمال کرتا پھرے؟ انسان کے پاس جسم اللہ تعاکی کی امانت ہے اورر وہ اپنے اعضاء کے بارے میں اللہ تعالی کے ہاں جواب دہ ہو گا۔

دوسری آیت میں ہے کہ:

﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴾[2]

(بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے پوچھ گچھ ہو گی۔)

ان دونوں آیات کریمہ کے متعلق مفتی محمد شفیعؒ اپنی کتاب انسانی اعضاء کی پیوندکاری کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ جس طرح انسان کے لئے خودکشی کرنا درست نہیں ہے اسی طرح حضرت انسان کو یہ اختیار بھی حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو کسی دوسرے کو رضاکارانہ طور پر یا معاوضہ لے کر دے۔ فقہاء کرام نے نصوص کو سامنے رکھتے ہوئے واضح طور پر فرمایا ہے کہ جو شخص بھوک یا پیاس سے مر رہا ہو تو اس کے لئے مردار جانور کا کھانا بقدر ضرورت درست ہے۔ مگر یہ بات اس وقت بھی درست نہیں ہو سکتی کہ وہ انسان کسی دوسرے زندہ یا مردہ انسان کا گوشت

---

[1] البقرۃ:29

[2] الاسراء:36

کھائے۔ اور نہ ہی یہ درست ہے کہ وہ اپنا اعضاء کسی دوسرے کو بخش دے کیونکہ خرید و فروخت صرف اپنی ہی ملکیت والی چیزوں میں ہو سکتی ہے۔

روح انسانی اور اعضاء انسانی انسان کی مِلک میں نہیں ہیں۔ جس طرح جانوروں کی کھال اور بال کو مختلف چیزوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور کاموں میں لایا جاتا ہے اسی طرح انسان کے اعضاء اور بالوں کو بھی استعمال میں لایا جائے تو یہ انسانی شرافت و تکریم اور منشاء تخلیق کے منافی ہے۔ کیونکہ انسانی اعضاء کو کاٹ کر استعمال کرنا جرم اور درست نہیں ہے۔ دنیا کے ہر دور میں حکماء نے اس کو تسلیم کیا ہے اور تمام انبیاء کرامؑ کی مختلف شریعتوں کا بھی اتفاق رہا ہے۔ اسلام نے دوسرت انسان کے اعضاء کو اس کی رضامندی کے باوجود بھی درست نہیں کہا ہے۔ اللہ تعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے انسان کے جسم کی ساخت بنائی ہے اس جیسی ساخت سائنس چاہیے جدید ہو یا قدیم دونوں مل کر ایک حصہ بھی بنانے سے قاصر ہیں۔[1]

پلاسٹک سرجری کی تعریف

پلاسٹک سرجری کے الفاظ سے ایسا لگتا ہے جیسے اس میں کسی پلاسٹک کا استعمال کیا گیا ہو جبکہ ایسا نہیں ہے۔ لفظ پلاسٹک دراصل یونانی لفظ (Plastiko) پلاسٹک سے ماخوذ ہے۔ جس کا مطلب ہے بدلنا، تبدیل کرنا، یا کسی بھی چیز کو نئی شکل دینا ، رمت کرنا، اصلاح کرنا۔۔ طب کی اصطلاح میں پلاسٹک سرجری کے مختلف نام پائے جاتے ہیں۔ انگریزی زبان میں پلاسٹک سرجری کو کاسمیٹک سرجری "Cosmetic Surgery" کہتے ہیں۔ اور اسے عربی زبان میں جراحة التجميل یاالعمليات الجميلة کہتے ہیں۔ عربی میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والا لفظ جراحة التجميل ہے۔

مجمع الفقہ الاسلامی الدولی جدہ نے پلاسٹک کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی ہے:

---

[1] عثمانی، مفتی محمد شفیع، انسانی اعضاء کی پیوند کاری (کراچی: دار الاشاعت 2002ء)، ص:13

"جَراحة التَجمِيل هِيَ تِلكَ الجَرَاحة الّتِي تَعنِي بِتَحسَينِ اَو تَعدِيلِ شَكل جُزء اَو اَجزَاء مِنَ الجِسمِ البَشَرِي الظَاهِر ،اَو عَادَة وَ ظِيفَة اِذَا طرء عَليهِ خلل مُؤَثِّر[1]"

(پلاسٹک سرجری سے مراد انسانی جسم کے کسی بھی ظاہری عضو یا جسم کے حصوں کو خوبصورت بنانا یا نادانستہ طور پر کوئی آفت آگئی ہو (کسی عضو کو کسی حادثے یا حادثے کے نتیجے میں نقصان پہنچا ہو) اس کو دوبارہ کارگر بنانے کے لئے کیے جانے والا آپریشن پلاسٹک سرجری کہلاتا ہے۔)

ڈاکٹر محمد احمد کنعان پلاسٹک سرجری کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ:

"بِانَّهَا جَرَاح تَجرِی لِتَحسِن مَنظَر جُزء مِن اَجزَاء الجِسمِ الظَاهِرة اَو وَظِيفَة اِذَا مَا طَراء عَلَيه نقص اَو تَلف اَو تَشوه[2]"

(آپریشن جسم کی ظاہری اعضاء کو خوبصورت بنانے یا بہتر اور زیادہ کارآمد بنانے کے لیے کیا جاتا ہے۔اس میں کسی قسم کا نقص پیدا ہو جائے، چاہے وہ پیدائشی نقص ہو یا کسی حادثے کے نتیجے میں ہو۔)

مذکورہ بالا تعریفات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پلاسٹک سرجری انسان کی شکل و صورت اور ظاہری بناوٹ سے تعلق رکھنے والا ایک آپریشن ہے اور اس کے ذریعے انسانی جسم میں پیدا ہونے والی طبعی طور پر یا حادثاتی طور پر پیدا ہونے والے عیوب کا علاج کیا جاتا ہے۔مزید یہ کہ انسانی جسم کو مزید خوبصورت اور پرکشش بنانے کے لیے جسم کے ظاہری حصے کو ٹھیک کرنے کا ایک طبعی عمل ہے۔

ضرورت واہمیت

دین اسلام صرف عقائد و عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک کامل نظام حیات اور دینی فطرت ہے۔ اس کے تمام احکام صرف ایک شعبہ زندگی سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ انسانی زندگی سے متعلق تمام شعبہ جات کو شامل

---

[1] مجمع الفقہ الاسلامی (جدہ1428ھ)، ص30

[2] کنعان، ڈاکٹر محمد احمد، **الموسعہ الفقھیہ الطیبہ** (بیروت: دار النفائس1420ھ)، 2/350

اور فطرت کے مطابق ہیں۔ عموماً انسان کو دو طرح کی بیماریاں لاحق ہوتی ہے۔ایک بیماری کا تعلق جسم کے ساتھ ہے اور دوسری بیماری کا تعلق اندرونی یعنی باطن کے ساتھ ہے۔ باطنی بیماری نفسیاتی اور ذہنی دونوں طرح کی ہو سکتی ہیں۔لہذا اسی طرح تکلیف بھی جسمانی اور نفسیاتی طور پر ہوتی ہے۔ان بیماریوں اور تکالیف کا حل علاج ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ اور علاج کا مقصد بیماریوں سے نجات حاصل کر کے تکلیف کو دور کرنا ہے ۔بعض مرتبہ انسان کے جسمِ ظاہری میں کوئی عیب یا نقص پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے انسان بد نما نظر آتا ہے۔ پھر وہ عیب پیدائشی طور پر بھی ہو سکتا ہے اور کسی حادثے کے نتیجے میں بھی پیدا ہو سکتا ہے۔اب وہ عیب انسان کو معیوب بنا دیتا ہے۔جس کی وجہ سے انسان کو نفسیاتی اور ذہنی طور پر اذیت پہنچتی ہے۔ جسمانی تکلیف کی طرح انسان کو نفسیاتی تکلیف بھی درد پہنچاتی ہے۔

اسلام ہمیشہ مصائب و آلام دور کرنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔تکلیف یا روحانی ہو یا نفسیاتی معنوی ہو یا حسی اس کو دور کرنا اسلام کی نظر میں ایک قابل مدح عمل ہے۔ابن نجیم زین العابدینؒ فقہ کا ایک عمومی اصول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"الضرار یزال" "تکلیف کو ختم کیا جائے گا۔[1]

ایک انسان جب بہت زیادہ ذہنی اذیت اٹھاتا ہے یا کسی خرابی کا شکار ہوتا ہے تو بہت زیادہ تناؤ برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ احساسِ کمتری کا بھی شکار ہو جاتا ہے۔ اس کا یہ بوجھ کسی مصیبت سے کم نہیں ہوتا۔ پھر اس مصیبت اور آفت سے نجات حاصل کرنا اس کی ضرورت بن جاتا ہے۔

علامہ الحمویؒ نے حاجات کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

1۔ضرورت،2۔حاجت،3۔منفعت،4۔زینت،5۔فضل

[1] ابن نجیم،زین العابدین بن ابراہیم،الاشباہ **والنظائر علی مذهب ابی حنیفه** (بیروت:دار الکتب العلمیہ 1405ھ)،ص:42

ضرورت: انسان کا اس درجے تک پہنچ جانا اگر وہ منع کردہ چیز کو نہ کھائے تو مر جائے گا یا موت کے قریب ہو جائے گی تو اس درجے میں اس منع کردہ چیز کو استعمال کرنا مباح بنا دیتا ہے۔

حاجت: انسان کا اس بھوکے کی طرح کا ہونا جس کو کھانا نہ ملنے کی وجہ سے اس کی موت واقع نہیں ہوتی لیکن وہ مشقت اور تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ درجہ منع کردہ چیز کو مباح نہیں بناتا بلکہ روزے کے توڑ دینے کو مباح بنا دیتا ہے۔

منفعت: منفعت کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کو بکرے کا گوشت، گندم کی روٹی اور اچھی غذائیں کھانے کا شوق ہو۔

زینت: زینت کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کو مٹھائی اور گڑ کھانے کا شوق ہو۔

فضل: حرام اور مشتبہ چیزوں کے کھانے میں وسعت اختیار کرنا ہے۔[1]

مذکورہ بالا حاجات کی قسموں کو سامنے رکھتے ہوئے انسان کے جسم کا عیب جو اس کو بدنما بنا دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ بڑی مشقت اور اذیت میں مبتلا ہوتا ہے۔ لہذا اس درجے میں پلاسٹک سرجری بھی حاجت کے زمرے میں آتی ہے۔ کیونکہ مذکورہ بالا تعریف کے مطابق حاجت میں موت واقع نہیں ہوتی بلکہ انسان تکلیف اور مشقت میں مبتلا ہوتا ہے۔ عیب کا شکار شخص بھی ذہنی تکلیف میں مبتلا ہو کر مشقت میں رہتا ہے۔ اور حاجت شریعت کی روشنی میں ضرورت کی طرح ہوتی ہے۔

امام سیوطیؒ نے فقہ کا ایک اصول اور قاعدہ لکھا ہے کہ:

"اَلمشَقَّةُ تَجلب التَیسِر"[2] (مشقت آسانی لاتی ہے۔)

---

[1] الحموی، احمد بن محمد، **غمز عیون البصائر شرح کتاب الاشباہ والنظائر** (بیروت: دار الکتب العلمیہ 1405ھ)، 107/1

[2] السیوطی ، عبد الرحمن بن أبي بکر، **الاشباہ و النظائر فی قواعد و فروع** (بیروت:1419ھ)،ص:69

ایک اور بھی فقہ کا قاعدہ ہے کہ:

"اَلحَاجَةُ تَنزِلُ مَنزِلَة الضَرُورَةُ عَامَة او خَاصَة"[1]

(حاجت عام ہو یا خاص، مگر ضرورت کے درجے تک پہنچ جاتی ہے۔)

"اَلضَّرُورَات تَبِيحُ المحظُورَات"[2]

(ضرورت کی وجہ سے ممنوعہ چیزیں بھی بقدر ضرورت جواز کے درجے میں داخل ہو جاتی ہیں۔)

بد نمائی یا عیب عموما جان لیوا بیماری نہیں ہوتی لیکن ذہنی اذیت اور تکلیف کا باعث ضرور بنتی ہیں۔ بلکہ یہاں تک کہ جسمانی تکلیف کی طرح ذہنی تکلیف بھی اذیت کا سبب بنتی ہے۔ لہذا ان جسمانی تکالیف اور اذیتوں کو دور کرنے کے لیے پلاسٹک سرجری کرانا درست ہے۔ جسمانی بدنمائی کو دور کرنا اور تکلیف کو دور کرنا شرعی حاجت ہے۔حاجت عام ہو یا خاص ہو، ضرورت کے تابع ہوتی ہے۔ لہذا عیب کو ختم کرنے کے لئے آپریشن اور سرجری کرانادرست ہے۔علاج کے بغیر انسان مشقت اور تکلیف میں زندگی گزارتا ہے اور اسلام مشقت کی بجائے انسان کو ترجیح دیتا ہے۔

سرجری اور اسلامی اصولی تعلیمات

1۔اللہ تعالی نے انسان کو اچھی شکل و صورت پر پیدا کیا ہے۔اس نے انسان کو ہاتھ، پیر، دل و دماغ، زبان اور دیگر اعضائے بدن سے نوازا ہے، تاکہ وہ انہیں کام میں لاسکے اور اللہ تعالی کا شکر ادا کرے۔انسان کے اعضاء اللہ تعالی کی امانت ہیں اور امانت کی حفاظت کرنا انسان پر فرض ہے۔ اعضائے بدن کے جو مخصوص کام ہیں ان میں اگر

---

[1] ایضاء،ص:67

[2] ابن نجیم، الاشباہ والنظائر،ص:31

کوئی خلل کسی بیماری کی وجہ سے یا حادثاتی طور پر پیدا ہو جاتا ہے تو اسے دور کرنا شریعت میں مطلوب ہے۔ احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ کچھ بدو نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ:

((يَا رَسُولَ اللهِ، أَلاَ نَتَدَاوَى؟ قَالَ: نَعَمْ، يَا عِبَادَ اللهِ تَدَاوَوْا، فَإِنَّ اللَّهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلاَّ وَضَعَ لَهُ شِفَاءً))[1]

(اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہم علاج معالجہ کر سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، اے اللہ کے بندو علاج کراو، اس لئے کہ اللہ تعالی نے جو بیماری پیدا کی ہے اس کے لئے شعفاء بھی رکھی ہے۔)

2۔ جسمِ انسانی کا کوئی عضو کلی اور جزوی طور پر اپنا متعلقہ کام کرنا بند کر دے تو اس کو بیماری کہا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح انسان دیکھنے میں کسی خاص وجہ سے بدہیت نظر آتا ہے تو یہ بھی ایک بیماری ہے۔ بدہیت نظر آنے سے اگرچہ انسان کے جسم کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی لیکن اس سے انسان کو ذہنی اور نفسیاتی تکلیف ہوتی ہے۔ اور یہ تکلیف جسمانی تکلیف سے کم نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات اس کی اذیت جسمانی اذیت سے بھی زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ اور یہ دونوں بیماریاں پیدائشی طور بھی ہو سکتی ہیں اور کسی حادثے کی سبب سے بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔ شریعت میں علاج معالجہ کے معاملے میں بیماریوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا بلکہ ہر طرح کی بیماری کا علاج کرنے کا حکم دیا ہے۔[2]

3۔ کائنات کی دیگر نشانیوں کی طرح تخلیقِ انسان میں بھی اللہ تعالی کی بے شمار نشانیاں ہیں۔ اور ایک نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کو مختلف شکلوں اور صورتوں میں پیدا کیا ہے، ہر ایک کی شکل دوسرے سے مختلف ہے۔ اور اسلام میں مشابہت سے روکا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ:

---

[1] الترمذی، الجامع السنن، أبواب الطب عن رسول اللهﷺ، باب ما جاء في الدواء والحث عليه، ح2038۔ علامہ البانیؒ اور ابن ماجہؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، الالبانی، صحیح وضعیف سنن الترمذي: 38/5

[2] طارق، ڈاکٹر فرید الدین، "پلاسٹک سرجری کی شرعی حیثیت"، القمر، جلد2، شمارہ4، (2021)، ص431

((لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالمتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ))[1]

(رسول اللہ ﷺ نے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت کی ہے۔)

مذکورہ حدیث میں مشابہت کی صرف ایک صورت کا ذکر ہے۔ اس طرح کی اور بھی مشابہات ہو سکتی ہیں جن کو شریعت میں مذموم اور ناپسندیدہ کہا گیا ہے۔

4۔ اسلامی شریعت نے اللہ تعالی کی پیدا کردہ تخلیق میں کوئی بھی تبدیلی لانے کی کوشش کرنے کو ناپسندیدہ اور شیطانی تحریک کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں شیطان کو اللہ تعالی کی بارگاہ میں لعنتی قرار پانے کے بعد جن طریقوں سے گمراہ کرنے انکشاف کیا گیا تھا۔ ان میں سے یہ بھی تھا کہ میں لوگوں کو حکم دوں گا کہ وہ اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کریں۔ قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ:

﴿وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ---الى الآخر﴾[2]

(میں انہیں حکم دوں کہ وہ میرے حکم سے اللہ تعالی کی بنائی ہوئی خلقت میں تبدیلی کریں۔۔۔)

یہ ایک وسیع تعبیر ہے، جس میں انسان کا بناوٹ میں تبدیلی لانا بھی شامل ہے۔

5۔ انسان اپنی زندگی میں عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ مختلف مراحل میں داخل ہوتا ہے۔ بچپن، جوانی اور بڑھاپا انسانی زندگی کے اہم مرحلے ہیں۔ اور یہ تمام مراحل فطرت کے عین مطابق ہیں جس پر اللہ تعالی نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں منتقل ہونے کے ساتھ ساتھ انسان کے بدن میں کچھ تبدیلیاں

---

[1] البخاری،الجامع الصحیح، کتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء، والمتشبهات بالرجال،ح5885

[2] النساء:119

واقع ہوتی ہے۔اور یہ تبدیلیاں اللہ تعالی کے عطا کردہ قانون فطرت کا حصہ ہیں۔ لہذا ان کو روکنا یا ان میں تبدیلی کرنے کی کوشش کرنا بھی اللہ کی تخلیق میں تبدیل کرنے کے مترادف ہے۔[1]

6۔شریعت اسلامی میں انسانوں کے آپس کے معاملات میں اظہار حقیقت اور سچائی کو پسندیدہ رویہ قرار دیا گیا ہے۔ جھوٹ، دھوکہ دہی، مکر وفریب اور غلط بیانی سے روکا گیا ہے۔

سرجری کے ذریعے حصول حُسن کی صورتیں

اسلام میں زینت، حسن وجمال اور انسان کی صفائی نظافت اور اچھی صورت کو پسند کیا گیا ہے اور اس کی مختلف انداز سے ترغیب بھی دی گئی ہے۔انسان طبعی طور پر بھی خوبصورت نظر آنے اور اچھی حالت میں رہنے کو پسند کرتا ہے۔ہر انسان اپنے جسم کو نقائص و عیوب سے پاک اور صحت مند رکھنے کی کوشش میں ہے۔لیکن کبھی کبھی پیدائشی طور پر یا حادثاتی طور پر انسان کے جسم میں بعض نقائص و عیوب پیدا ہو جاتے ہیں، ان نقائص و عیوب کے ازالہ کے لئے دوا و علاج کرنے کی شریعت نے بھی اجازت دی ہے۔شہد کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:﴿فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ---الی الآخر﴾[2](اس یعنی شہد میں لوگوں کے لئے شفاء ہے)۔

احادیث مبارکہ میں بھی تداوی اور علاج کی رخصت اور ترغیب دی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

((مَا أَنْزَلَ اللَّهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً))[3]

(اللہ تعالی نے ہر مرض کے ساتھ اس کا علاج بھی اتارا ہے۔)

---

[1] فرین الدین،"پلاسٹک سرجری کی شرعی حیثیت"،ص432

[2] النحل:69

[3] البخاری،الجامع الصحیح، كتاب الطب ،باب ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء،ح5678

عصر حاضر میں آپریشن کی ایک قسم سرجری کا رواج تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ یہ ایسا عمل جراحی ہے جس میں انسانی خراب اعضاء کی تبدیلی یا پیوند کاری یا مفقود اعضاء کی تلافی کسی ایسے متبادل سے کی جاتی ہے جو مطلوبہ عضو کے رنگ و ساخت میں ڈھل سکے۔ اس علاج کی غرض بظاہر تین چیزیں ہیں۔

پہلی چیز ازالہ عیب ہے کہ انسانی جسم میں پیدائشی طور پر کوئی ایسا عیب ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان بد ہیت نظر آتا ہے، جیسے ہونٹ کا کٹا ہوا ہونا، دانت کا باہر نکلنے کی وجہ سے کھانے میں دکت ہونا، ناک کا ٹیڑھا ہونا، ہاتھ یا پاؤں کی انگلیوں کا پانچ کی بجائے چھ ہونا، یہ سب کے سب نقائص عام طور پر انسانی جسم میں عیب شمار ہوتے ہیں۔ ان کو دور کرنے کے لئے آپریشن اور سرجری کرائی جاتی ہے۔

دوسری چیز یہ ہے کہ انسانی جسم میں کوئی ایسا عیب جو کسی تصادم، حادثہ اور جلنے کی وجہ سے ہو اور اس کی وجہ سے انسان بد نما معلوم ہوتا ہو تو اس کے ازالے کے لئے بھی سرجری کی جاتی ہے جو کہ درست ہے۔ ہاتھ یا بدن کے ظاہری حصے کی جلد جلنے کی وجہ سے بد نما ہو گئی ہو یا جسم کے کسی مخفی حصے سے جلس لے کر اس کی سرجری کر دی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جبکہ دوسرے حصے کا زخم بھی مندمل ہو جاتا ہے اور داغ غیر مضر ہوتا ہے۔

تیسری چیز یہ ہے کہ ایسے عیوب اور نقائص جو انسانی جسم پر وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ظاہر ہوتے ہیں اور عمرِ رواں کے اثر سے ہوتے ہیں، جیسے چہرے پر جھریاں پیدا ہو جانا یا جلد کا ڈھیلا ہو جانا ان عیوب کو سرجری کے ذریعے درست کروانا ٹھیک نہیں ہے، کیونکہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ محض تحسین و تجمیل کے لئے ہے جو کہ بے محل کی غرض سے ہے اور اس میں تدلیس و اسراف ہے۔[1]

1۔ خلقی بدہیئتی بخلاف فطرت

بسا اوقات انسان کے جسم میں پیدائشی طور پر کوئی ایسا عیب ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کی شکل بدہیئت نما معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ عیب عام قانون فطرت کے خلاف ہوتا ہے، مثلاً ہاتھ یا پاؤں کی انگلیوں میں اضافہ

---

[1] ڈاکٹر شہاب اشرف، "انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور عصر حاضر: فقہاء کرام کی آراء کا جائزہ"، بر جس، جلد 3، شمارہ 1، (2016)، ص، 156

ہونا، ہونٹ یا تالو کا کٹا ہوا ہونا، منہ میں زائد دانتوں کا ہونا، یا دانت وغیرہ کا زیادہ لمبا یا چھوٹا ہونا۔ قاضی عیاضؒ ان بدہیئتی عیب کی اصلاح کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے انسان کو جس طرح بھی پیدا کیا ہے اس کی شکل وصورت میں تبدیلی کرنا درست نہیں ہے۔[1] جس شخص کے بدن میں کوئی انگلی یا کوئی دوسرا عضو زائد ہو اس کے لیے کاٹنا یا اسے جسم سے الگ کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ یہ اللہ کی تخلیق میں تبدیلی ہے۔یہی بات ابو جعفر طبریؒ نے بھی لکھی ہے۔ یہ حضرات ان کاموں کو درست صرف اس صورت میں نہیں کہتے جب یہ صرف بدہیئتی کو دور کرنے کے لئے انجام دیا جائے۔ لیکن اگر ان کی وجہ سے روزمرہ کے کاموں میں رکاوٹ آرہی ہے، مثلا زائد یا لمبے دانتوں کی وجہ سے کھانے میں دشواری ہوتی ہے، یا زائد انگلی کی وجہ سے کوئی جسمانی اذیت لاحق ہوتی ہے تو ان حضرات کے ہاں انگلی کو کٹوانا اور دانت کو نکلوانا درست ہے۔ علامہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے وہ تمام صورتیں مستثنیٰ ہے جس سے تکلیف اور ضرر لاحق ہوتا ہو مثلا انسان کے منہ میں زائد یا لمبے دانت ہوں اور صحیح طریقہ سے نہ کھا سکتا ہوں نہ پی سکتا ہو یا اس سے اس کو تکلیف یا اذیت ہوتی ہو تو اس کے لئے اس انگلی کو کٹوانا اور دانت کو نکالنا درست ہے۔

علماءِ احناف کے ہاں انگلی کو کٹوانے اور دانت کے نکلوانے کے بارے میں رائے یہ ہے کہ یہ کام اس وقت کروایا جائے جب اس کی وجہ سے جان کا خطرہ نہ ہو مثلاً اگر کوئی شخص اپنے جسم کا کوئی عضو یا اپنی زاید انگلی کٹوانا چاہے اور اگر اس سے ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو اور غالب گمان یہ ہو کہ اس سے ہلاک نہیں ہوگا تو اس صورت میں کٹوانا درست ہے۔[2]

2۔بدہیئتی بسببِ حادثہ

ایسا بھی ممکن ہے کہ بدہیئتی پیدائشی طور پر نہ ہو بلکہ کسی حادثے کے نتیجے میں ظاہر ہوئی ہو۔ مثلاً ایکسیڈنٹ کی صورت میں ناک کا کٹ جانا یا کان کا کٹ جانا یا گھر میں آگ لگنے کی وجہ سے جلد کا جھلس جانا یا کسی کے گولی مارنے کی

---

[1] القرطبی، الجامع لأحکام القرآن:393/5

[2] مولانا سید امیر علی، **فتاوی عالمگیری جدید اردو**(لاہور: مکتبہ رحمانیہ)،5/363

وجہ سے جسم میں سے گوشت کے ٹکڑے کا کٹ جانا، یا اس طرح کی کوئی اور صورت ہو۔ ان تمام صورتوں میں انسان کے جسم میں عیب پہلے سے نہیں ہوتا بلکہ کسی حادثے کے سبب پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح کے تمام عیب بیماری میں شمار ہوتے ہیں اور اس کے لئے علاج کی اجازت بھی ہے۔ ایک مرتبہ غزوہ خندق کے موقع پر اہل کفار کی طرف سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ایک تیر لگا، جس کی وجہ سے ان کے بازو کی ایک رگ زخمی ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے مسجد نبوی میں خیمہ لگوایا اور ان کے علاج معالجے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔[1]

اسی طرح ایک صحابی رسول حضرت عرفجہ بن اسعد رضی اللہ عنہ کی ناک زمانہ جاہلیت میں ہونے والی جنگِ کلاب میں کٹ گئی، انہوں نے اس کی جگہ چاندی کی ناک لگوائی تھی۔ کچھ عرصے کے بعد جب اس میں سے بدبو پیدا ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں سونے کی ناک بنوانے کا مشورہ دیا تھا۔[2] اسی طرح غزوہ بدر کے موقع پر حضرت رافع بن مالک رضی اللہ عنہ کو ایک تیر لگا جس کی وجہ سے ان کی آنکھ زخمی ہو گی پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب دہن لگایا اور میرے لیے دعا کی۔ دعا کی برکت سے مجھے آنکھ میں ذرا برابر بھی تکلیف نہیں ہوئی۔ ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی حادثے کے نتیجے میں پیدا ہونے والے عیب کو جسمانی اذیت کی وجہ سے سرجری کے ذریعے دور کیا جا سکتا ہے۔

3۔ بعض جسمانی اعضاء کی تبدیلی

اللہ تعالی نے انسان کی تخلیق اس انداز سے کی ہے کہ سب کو ایک جیسی شکل و صورت عطاء نہیں کی ہے۔ کسی کو گورا بنایا ہے تو کسی کو کالا، کسی کو موٹا تو کسی کو دُبلا، کسی کی ناک اٹھی ہوئی ہے تو کسی کی چپکی ہوئی ہے۔ اور اسی طرح کسی کا سینہ زیادہ چوڑا تو کسی کا کم ہے۔ اکثر یہ معمولی فرق اعضاء کے متعلق افعال کی انجام دہی میں بالکل خارج نہیں ہوتے اور ان کو قانون فطرت کے خلاف بھی تصور نہیں کیا جاتا۔ البتہ ان میں سے بعض صورتوں کو پسندیدہ اور خوبصورتی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اور جبکہ بعض کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ پلاسٹک

---

[1] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغاذی، ح 4122

[2] السجستانی، السنن، کتاب الطب، ح4232

سرجری کے ذریعے ان تمام صورتوں میں تبدیلی کی جاتی ہے اور اپنے جسم کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لیا جاتا ہے۔اسی وجہ سے اس ٹیکنیک سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوتا جارہا ہے۔اور اس نے ایک زبردست منافع بخش کاروبار کی حیثیت بھی اختیار کرلی ہے۔[1]

ان تمام صورتوں میں اسلامی شریعت کا نقطہ نظر یہ ہے کہ انسان کا جسم اللہ تعالی کی امانت ہے اور اللہ تعالی نے اعضائے انسانی سے مختلف منفعتیں وابستہ کررکھیں ہیں۔انہیں مخصوص کاموں میں لگادیا ہے۔قرآن مجید میں مختلف جسمانی اعضاء کو، مثلا آنکھ، کان، زبان، ہونٹ، دل، دماغ کا تذکرہ اللہ تعالی کے نعمتوں کی حیثیت سے کیا گیا ہے اور انسان کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ ان نعمتوں پر اللہ تعالی کا شکر ادا کرے اور صرف اسی کی عبادت کرے۔جس نے انہیں ان تمام نعمتوں سے نوازا ہے۔ان باتوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انسان اپنے اعضاء جسم کا مالک نہیں ہے کہ اس میں جس طرح چاہے تصرف کرتا پھرے۔بلکہ انسان کو اعضائے جسمانی کو صرف ان کے متعلقہ کام کے لئے استعمال کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔اس لیے شرعی نقطہ نظر سے یہ درست نہیں قرار دیا جاسکتا۔اس سے صرف ایک صورت مستثنیٰ ہیں کہ جسمانی اعضاء کی کوئی شکل قانون فطرت کے خلاف ہو یا اس سے اس کے متعلقہ کاموں کی انجام دہی میں دشواری پیدا ہوتی ہو تو اس جسمانی اعضاء کو سرجری کے ذریعے درست کیا جاسکتا ہے۔[2]

4۔عمر رواں کے ساتھ تبدیلیاں

انسان عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ زندگی کے مختلف مراحل میں داخل ہوتا ہے۔ انسان ایک مختصر اور نحیف جسم لے کر پیدا ہوتا ہے۔پرورش کے نتیجے میں اس کے جسم کے اعضاء کا حجم بڑھتا ہے۔ان میں چستی اور طاقت پیدا ہوتی ہے۔اور جب انسان جوانی میں پہنچتا ہے تو ہر پہلو سے مکمل ہو جاتا ہے۔پھر جوانی کے بعد انحطاط کا عمل شروع ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے آہستہ آہستہ طاقت کم ہو جاتی ہے۔اور جسم میں چستی کی جگہ ڈھیلا پن بڑھنے لگتا ہے۔یہاں تک کہ انسان بڑھاپے کی حالت میں کمزوری اور بے بسی کو پہنچ جاتا ہے، یہ قانون فطرت ہے جس سے

---

[1] فرین الدین، "پلاسٹک سرجری کی شرعی حیثیت"، ص433

[2] ایضاء

ہر انسان کا سامنہ پیش آتا ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ان مراحل زندگی کا ترتیب سے ذکر کیا گیا ہے۔ وقت گزرنے اور عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ انسانی اعضاء میں تبدیلی فطرتی عمل ہے۔ ان تبدیلیوں کو روکنے یا ان ہیئتوں کو اپنی مرضی کے مطابق تبدیل کرنے کی کوشش کرنا فطرت سے بغاوت کے مترادف ہے۔ یہ اللہ تعالی کی خلقت میں تبدیلی شمار ہوتا ہے، جیسے شیطانی تحریک کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے۔ اس بنا پر ہاتھوں اور چہروں پر ظاہر ہونے والی جھریوں کو دور کرنے کے لئے سرجری کرانا درست نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی شدید بیماری کی وجہ سے جوانی میں ایسے عوارض ظاہر ہو جائیں جن کو دواؤں سے دور نہ کیا جاسکتا ہو تو ان کو دور کرنے کی واحد صورت پلاسٹک سرجری ہے لہذا اس صورت میں سرجری کر کے عوارض کو دور کیا جاسکتا ہے۔[1]

5۔ خوبصورت یا کم عمر نظر آنے کے لئے سرجری

انسان فطری طور پر یہ خواہش رکھتا ہے کہ وہ خوبصورت دکھائی دے اور اس کا ظاہر دوسروں کی نظر میں بھلا معلوم ہو۔ اس کے لئے وہ مختلف طرح کی تدابیر اختیار کرتا ہے۔ شریعت نے خوبصورت نظر آنا اور زیب و زینت اختیار کرنے کی اجازت دی ہے بلکہ اس کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔ اور زیب و زینت اختیار کرنے کی ترغیب بھی دی ہے۔ ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو غرور و تکبر کے برے انجام سے ڈراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو، یہ سن کر ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اگر آدمی یہ خواہش رکھتا ہو کہ اس کا لباس اچھا ہو، اس کا جوتا اچھا ہو، تو کیا یہ بھی تکبر میں شمار ہو گا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

((إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ، وَغَمْطُ النَّاسِ))[2]

---

[1] فرین الدین، "پلاسٹک سرجری کی شرعی حیثیت"، ص434

[2] القشیری، الجامع الصحیح، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر وبیانه، ح147

(اللہ تعالی خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے تکبر یہ ہے کہ حق کو ٹھکرایا جائے دوسروں کو حقیر سمجھا جائے۔)

خوبصورتی کے اختیار کرنے کو شریعت نے حدود کا پابند بنایا ہے۔ زیب و زینت اور حسن و جمال میں اضافے کے لئے خارجی تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں لیکن جسم کے اعضاء کے ساتھ روکا گیا ہے جو اسلام کی ابتدا میں عربوں کے درمیان حسن و جمال میں اضافے کے لئے معروف اور رائج تھیں۔ لہذا کم عمر لگنے یا حسن و جمال میں اضافے کے مقصد سرجری کرانا اسلامی نقطہ نظر سے درست نہیں ہے۔

6۔شناخت چھپانے کے لئے سرجری

بسا اوقات انسان کو کسی وجہ سے معاشرے کے مظالم کا شکار ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔اور اس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ ان کی گرفت میں نہ آئے۔ ایسی صورت میں وہ اپنی شناخت چھپانے کے لیے سرجری کرواتا ہے۔اسلامی تعلیمات سے یہ واضح ہوتا ہے اس طرح کی سرجری کروانے سے انسان جھوٹ، مکر و فریب اور دھوکہ دہی میں شمار ہوتا ہے، جبکہ اسلام نے جھوٹ اور فریب سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ اسلام کے مزاج کے مطابق ہر فرد کو اس طرح دکھائی دینا جس طرح وہ حقیقت میں ہے۔ بہروپیہ بن کے رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ ایک مرتبہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ: اے اللہ کے رسول ﷺ میری ایک سوکن ہے، کیا میرے اوپر اس بات کا گناہ ہوگا کہ اگر اس کے سامنے میں یہ عرض کروں کہ مجھے میرے شوہر نے فلاں فلاں چیزیں دیں ہیں، حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوا ہے۔ اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسے کوئی چیز حاصل نہ ہو اور اس کے حاصل ہونے کا اظہار کرے وہ اس شخص کی طرح ہے جو جھوٹ اور فریب کے کپڑے پہنتا ہو۔[1]

---

[1] البخاری ،الجامع الصحیح،کتاب النکاح،ح2130

شریعت میں اس بات کی اجازت ہے کہ ظلم و تعدی سے بچنے کے لیے راہ فرار اختیار کی جا سکتی ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ اور مکہ میں رہنے والے کچھ دیگر مسلمانوں نے اہل مکہ کی گرفت سے بچنے کے لئے ایک مقام پر پناہ لی تھی۔[1] ان تمام صورتوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شناخت چھپانے کے لیے پلاسٹک سرجری کروانا درست نہیں ہے کیونکہ اس میں دھوکا اور فریب کے ساتھ ساتھ اللہ کی خلقت میں تبدیلی ہے۔ اس لیے یہ درست نہیں ہے۔

مذکورہ بالا سرجری کے ذریعے حصول حسن کی صورتوں سے پلاسٹک سرجری کی تمام صورتیں درست ہیں، جن کا تعلق علاج معالجے کے ساتھ ہے۔ مثلاً کسی حادثے کی صورت میں بدن میں کوئی عیب پیدا ہو جائے تو اس معاملے میں جسمانی اذیت کی طرح ذہنی اور نفسیاتی اذیت کا بھی لحاظ رکھا جائے گا۔ چہرہ تیزاب کی وجہ سے جھلس کر بدنما ہو گیا ہو یا کینسر کی وجہ سے کوئی عضو کاٹ یا نکال دیا گیا ہو۔ ان تمام صورتوں میں مذکورہ بدہیئتی کو دور کرنے کے لئے سرجری کرنا درست ہے۔ انسان میں پیدائشی طور پر کوئی عیب پایا جاتا ہو جس کی وجہ سے اس کی بدہیئتی نمایاں ہوتی ہے، اور وہ عیب قانون فطرت کے خلاف ہو، مثلا ہونٹ یا تالو کٹا ہوا ہو، ہاتھ یا پاؤں کی انگلیاں زائد ہو، منہ میں زائد دانت ہو یا کوئی دانت زیادہ لمبا ہو، یا اس طرح کی کوئی اور صورت ہو تو ایسی بدہیئتی کی اصلاح کرنا درست ہے۔ لیکن ان کے علاوہ دیگر صورتوں میں مثلاً عمر کے گزرنے کے ساتھ ساتھ جسم میں ظاہر ہونے والی تبدیلی کو چھپانا یا کم عمر لگنے یا حسن و جمال میں اضافے کے لئے سرجری کروانا درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تمام تبدیلیاں فطرت کے عین مطابق ہیں اور ان میں تبدیلی کی کوشش کرنا فطرت کے خلاف ہے۔ سرجری کا عمل بعض دفعہ اپنے آپ کو چھپانے کے لئے بھی کیا جاتا ہے۔ ایسا اقدام اگر مظلوم ظلم سے بچنے کے لئے کرتا ہے تو درست ہے۔ دفع ظلم کے لئے کرنا درست ہے۔ لیکن البتہ کوئی مجرم خود کو جرم سے چھپانے کے لئے یہ عمل کرتا ہے تو ایسا کرنا درست نہیں کیونکہ اس طرح کرنے سے جرم کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے جو کہ درست نہیں ہے۔

---

[1] ابن ھاشم، عبد المالک بن ھشام، **سیرت ابن ھاشم** (لاھور: ادارہ اسلامیات 2005ء)، 372/3

خلاصہ کلام

انسان دنیا میں آسانی سہولت اور عیش و عشرت کے لئے بہت محنت کرتا ہے۔ اسی لیے مختلف پروڈکٹ بنا کر طرح طرح کی ایجادات کرتا ہے تاکہ اپنی زندگی سے لطف اندوز ہوسکے۔ پرکشش دِکھنے کے نئے طریقوں میں پلاسٹک سرجری بھی شامل ہے۔ انسانی جسم کے کسی بھی ظاہری عضو یا جسم کے حصوں کو خوبصورت بنانا یا نادانستہ طور پر کوئی آفت آگئی ہو کسی عضو کو کسی حادثے میں نقصان پہنچا ہوں اس کو دوبارہ کاکارِ یگر بنانے کے لیے کیے جانے والا آپریشن پلاسٹک سرجری کہلاتا ہے۔ پلاسٹک سرجری کا عمل عموماً تین وجوہات کی بنا پر کیا جاتا ہے۔ ازالہ عیب کو دور کرنے کے لئے اور وہ عیب جو کسی حادثے کی صورت میں پیدا ہوا ہو اس کو دور کرنے کے لئے اور وہ عیب جو انسانی جسم پر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ظاہر ہوتی ہیں ان کو دور کرنے کے لئے پلاسٹک سرجری کی جاتی ہے۔

سرجری کے ذریعے حصول حسن کی پہلی صورت یہ ہے کہ ایسی خلقی بدہیئتی ہو جو فطرت کے خلاف ہو مثلاً ہاتھ یا پاؤں کی انگلیوں کا زائد ہونا۔ ہونٹ یا تالو کا کٹا ہوا ہونا وغیرہ۔ دوسری صورت میں بدہیئتی کسی حادثے کے نتیجے میں ظاہر ہوتی ہے مثلاً ایکسیڈنٹ کی وجہ سے ناک یا کان کا کٹ جانا وغیرہ۔ بعض جسمانی اعضاء کی تبدیلی کے ذریعے بھی سرجری کرکے حسن اپنایا جاتا ہے۔ انسانی جسم میں عمرِ رواں کے ساتھ ساتھ جو تبدیلیاں ظاہر ہوتی ہیں ان کو بھی سرجری کے ذریعے ٹھیک کروایا جاتا ہے۔ اسی طرح خوبصورت یا کم عمر نظر آنے کے لیے سرجری کرائی جاتی ہے۔ بسا اوقات انسان کو کسی وجہ سے معاشرے کے مظالم کا شکار ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اس صورت میں وہ اپنی شناخت چھپانے کے لیے سرجری کراتا ہے۔

فصل دوم

کان، ناک اور دانتوں کی آرائش

اللہ تعالی نے اپنی تمام مخلوقات میں سے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے ۔ اور اس کو حسن و جمال کے بہترین سانچے میں ڈھالا ہے۔ زیب و زینت انسان کی فطرت میں داخل ہے، لہذا شریعت نے بھی انسان کی فطرت کا خیال رکھتے ہوئے اپنے حدود میں رہتے ہوئے زیب وزینت کو اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے۔ لیکن شرعی حدود سے تجاوز کرنے کو روکا گیا ہے۔ تزئین و آرائش میں بے جا تکلفات یا زیب زینت کے نام پر ایسی غیر معمولی تبدیلیاں جس سے تغیر لخلق اللہ لازم آتی ہو اس سے روکا گیا ہے۔ مثلا بھوؤں کو باریک کرنا، سامنے کے دانتوں میں فاصلہ کرنا، چہرے کے بالوں کو مختلف طریقوں سے نوچنا، گودنا یا گدوانا، یہ تمام چیزیں ممنوعات میں سے ہیں۔

دانتوں میں خوبصورتی کے لئے فاصلہ

اللہ تعالی نے انسان کو اپنی تمام مخلوقات میں سے ایک بہترین سانچے میں ڈالا ہے۔ انسان کے جسم کے تمام اعضاء اپنی خوبصورتی کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ کسی انسان کو اللہ تعالی نے گورا بنایا ہے تو کسی کو کالا بنایا ہے۔ اسی طرح کسی کا قد لمبا ہے تو کسی کا قد چھوٹا ہے۔ کسی کی آنکھوں کا رنگ کالا ہے تو کسی کا زرد ہے۔ غرض یہ کہ ہر انسان اپنی بناوٹ کے اعتبار سے دوسرے انسان سے مختلف ہے۔

دانت جہاں چہرے کی خوبصورتی کے لیے نمایاں اہمیت کے حامل ہیں وہاں یہ اپنی دیکھ بھال کے معاملے میں بھی حساس ہیں۔ ان کی دیکھ بھال اور صفائی میں دلچسپی نہ لینا زندگی بھر کے لئے مشکل بن جاتی ہے ۔ دانت اور مسوڑھوں کا آپس کا تعلق لازم ملزوم کا ہے۔ دانتوں کی بہترین نشوونما اور خطرناک انفیکشن سے بچنے کے لئے ان کی صفائی کو اولین ترجیح دینا بے حد ضروری ہے۔ طبی ماہرین کے نزدیک مسوڑھوں کی سوزش اور ان سے خون نکلنے کا عمل دانتوں کی پہلی بیماری ہے۔ جس کو جنجی وائٹس کہتے ہیں۔ ایک خطرناک انفیکشن ہے جو مسوڑھوں اور دانتوں کی سپورٹ کرنے والی ہڈیوں کو اس انداز سے متاثر کرتا ہے کہ وہ دانت کو ضائع کرنے کا سبب بنتا ہے۔ دانتوں کی باقاعدہ صفائی نہ کرنے کی وجہ سے ان پر چونے کی طرح کا مادہ جم جاتا ہے۔ جو دانتوں کی بیماریوں کا سبب بنتا ہے۔ اس کی وجہ

سے مسوڑھوں میں جلن اور سوزش ہوتی ہے۔ دانتوں کی بیماریوں کی وجہ سے جسم میں دوسری بیماریاں بھی جنم لیتی ہیں۔ کھانا کھانے کے بعد کُلی کرنے سے دانتوں میں موجود ریشے نکل جاتے ہیں۔ اسی طرح وضوٗ کرتے وقت مسواک کرنے سے دانت صحت مند رہتے ہیں۔ پیٹ کی بیماریوں کے علاوہ بہت سی دوسری بیماریوں کے جراثیم بھی منہ اور دانت کے ذریعے جس صحت مند جسم میں منتقل ہوتے ہیں۔

اسلام کے نقطہ نظر سے انسان کا تمام جسم اللہ تعالی کی امانت ہے۔ اللہ کی تخلیق کا مظہر ہے۔ جس میں کسی شرعی اور فطری ضرورت کے بغیر خود ساختہ تبدیل کرنا درست نہیں۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے مصنوعی بال لگانے اور دانتوں کے درمیان فصل کرنے سے روکا ہے۔ حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ:

((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ الْوَشْرَ وَالْوَشْمَ وَالنَّتْفَ))[1]

(آپ ﷺ نے دانتوں کو باریک کرنے، رنگ بھرنے اور بالوں کو اکھڑنے کو حرام قرار دیا ہے۔)

دانتوں کے درمیان تھوڑے سے فاصلے کو حُسن کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ اسلام سے پہلے خواتین مصنوعی طور پر ایسا کرتی تھیں، اس طرح کرنا درست نہیں ہے۔

اسی طرح ایک اور روایت میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((لَعَنَ اللَّهُ الوَاشِمَاتِ وَالمستَوْشِمَاتِ، وَالمتَنَمِّصَاتِ، وَالمتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، المغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللَّهِ تَعَالَى))[2]

(اللہ تعالی نے لعنت فرمائی ہے جسم گودنے والیوں پر، جسم گدوانے والیوں پر، اور چہرے کے بال اکھڑنے والیوں پر، اکھڑوانے والیوں پر، اور حسن وجمال کے لیے دانتوں کے درمیان مصنوعی طور پر فصل پیدا کرنے والی خدا کی تخلیق میں تغیر پیدا کرنے والیوں پر۔)

---

[1] النسائی، أحمد بن شعیب، السنن (بیروت: دار المعرفة 1420ھ)، کتاب الزینة، ح5125-علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ الألباني، ،صحيح وضعيف سنن النسائي: 182/11

[2] البخاری ،الجامع الصحیح، کتاب اللباس، باب المتفلجات للحسن، ح5931

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ المتفلجات سے مراد یہ ہے کہ اپنے دانتوں کو رگڑ کر باریک کرنا، اگلے چار یا دو دانتوں کو رگڑ کر خوبصورت بنانا۔ اور المتفلجات الفلج سے ہے، جس کا معنی یہ ہے کہ اگلے دو یا چار دانتوں کے درمیان رگڑ کا فاصلہ پیدا کرنا۔ یہ بوڑھی اور اس عمر کو پہنچنے والی عورتیں کرتی ہیں تاکہ وہ دکھنے میں چھوٹی عمر والی لگیں۔ اور المتفلجات للحسن کا معنٰی یہ ہے کہ یہ فعل خوبصورتی کے لیے کیا جائے۔ اس میں اس بات کا اشارہ ہے کے خوبصورتی کے لیے کام کرنا درست نہیں ہے۔ لیکن اگر دانت کے علاج یا کسی عیب کی بنا پر ایسا کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔[1]

مذکورہ بالا حدیث میں جو باتیں ذکر کی گئی ہیں وہ عموماً حُسن و زینت کی تحصیل کے لیے اختیار کی جاتی ہیں۔ جبکہ تحصیلِ حسن بذات خود ممنوع چیز نہیں ہے تو اس میں ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں دوسروں کو دھوکا دینا شامل ہے اور تحصیلِ حسن میں محض تکلف کرنا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تحصیل حسن کے لئے جو طریقہ اختیار کیا جاتا ہے ضروری نہیں کہ وہ طریقہ تمام انسانوں کے نزدیک حسن کے معیار پر ہو، بلکہ بعض لوگ اس کو حسن سمجھتے ہیں اور بعض دوسرے علاقوں کے لوگ اس میں سرے سے حسن خیال ہی نہیں کرتے بلکہ اس کو بدنمائی خیال کرتے ہیں۔[2]

دانتوں پر سونے چاندی کا خول چڑھانا

مردوں کے لئے دانتوں کو سونے کی تاروں سے باندھنے یا سونے کا خول چڑھانے کے بارے میں علماء کرام کی مختلف آراء ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک سونے کی تاروں کے ساتھ باندھنے یا سونے کا خول چڑھانا درست نہیں ہے۔ اور جبکہ چاندی کے ساتھ درست ہے۔ کیونکہ ممنوعہ چیزوں سے استفادہ صحیح نہیں ہے۔ مگر صرف ضرورت کی حد تک صحیح ہے جبکہ ضرورت چاندی سے بھی پوری ہو جاتی ہے۔[3] بعض علماء کے نزدیک یہ درست ہے کیونکہ حضرت

---

[1] النووی، المنهاج شرح صحيح مسلم:106/14

[2] اسلم زاہد، مردوں کی زیب وزینت، ص:174

[3] داماد أفندي،عبد الرحمن بن محمد،**مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر**(بيروت: دار الكتب العلمية 1419ھ)،536/2

عرفجہ رضی للہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے سونے کی ناک بنوانے کی اجازت دی تھی۔ جبکہ چاندی کے ناک کی وجہ سے اس میں بوُ پڑ گئی تھی۔ حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ والی روایت کا جواب یہ ہے کہ وہ صرف ناک کے بارے میں ہے دانتوں کے بارے میں نہیں ہے اور صرف حضرت عرفجہ کے ساتھ خاص ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہما کو ریشم کے استعمال کی اجازت دی تھی۔[1]

اس پوری بحث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مردوں کے لیے دانتوں کو سونے کی تاروں کے ساتھ باندھنا یا سونے کا خول چڑھانے کے درست ہونے اور نہ ہونے کا تعلق ضرورت پر مبنی ہے، کیونکہ مردوں کے لیے سونے کا استعمال درست نہیں ہے۔ اور اگر سونے کے استعمال کے علاوہ کوئی اور راستہ نہ ہو تو ضرورت کی وجہ سے درست ہے۔

ایک وقت ایسا تھا کہ برصغیر میں لوگ بڑے شوق سے اپنے دانتوں پر سونے کے خول چڑھوایا کرتے تھے۔ اور اس مقصد کے لیے چاندی بھی استعمال کی جاتی تھی۔ یہ خول پلاس اور گلو کی مدد سے دانتوں پر چڑھائے جاتے ہیں۔ اور سمجھا یہ جاتا ہے کہ خول چڑھانے سے نیچے کے دانت بالکل محفوظ رہتے ہیں۔ طب ماہرین کے مطابق یہ عمل دانتوں کے لیے سخت مضر ہے۔ اس کی وجہ سے نیچے کے دانتوں میں کیڑا لگ جاتا ہے یعنی اس میں سوراخ یا کھوڑ ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ متاثرہ دانت کا علاج بہت مشکل ہو جاتا ہے۔[2]

دانتوں کی صفائی

انسان کی خوبصورتی، وجاہت اور شخصیت کی بناوٹ میں دانتوں کا اہم کردار ہے۔ دانتوں کی صفائی جہاں انسانی وقار میں اضافہ کرتی ہے وہاں اللہ تعالی کی خوشنودی اور طبی نقطہ نظر سے متعدد فوائد کے حصول کا سبب بنتی ہے۔ دانتوں کی صفائی نہ کرنے کی وجہ سے مختلف طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ میڈیکل سائنس کے مطابق دانتوں کی گندگی بدن کی صحت اور تندرستی کے لیے نقصان دے اور کئی بیماریوں کا سبب بنتی ہے۔ اسی طرح معدے کی صحت

[1] ایضاء

[2] اسلم زاہد، مردوں کی زیب وزینت، ص:177

کا دارومدار بھی دانتوں کی صفائی پر ہے۔اور پورے بدن کی عمومی صحت و تندرستی کا انحصار معدے کی صحت پر ہے [1]۔اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے دانتوں کو ہمیشہ صاف ستھرا رکھنے کے لئے مسواک کے استعمال کی ترغیب دی ہے۔رسول اللہ ﷺ کے نزدیک مسواک کی اہمیت اور ضرورت کا اندازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی آپ ﷺ کے اس ارشاد سے لگایا جاسکتا ہے کہ:

((لَوْلاَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوءٍ))[2]

(مجھے اپنی امت پر مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو انہیں ہر وضوء کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔)

مسواک کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنھا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

((السِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ))[3]

(مسواک منہ کی پاکیزگی اور اللہ تعالی کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔)

کان اور ناک کی سرجری

خالق کائنات مالک ارض و مکان نے بنی نوع انسان کو تخلیق کا اعلی ترین شاہکار بنایا ہے۔انسان کو میسر اللہ تعالی کی انمول نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت قوت سماعت کی نعمت ہے۔ ہمارے جسم میں موجود کان آواز کے ارتعاش کو وصول کر کے دماغ کی حس سماعت تک پہنچانے کا کردار ادا کرتے ہیں۔اور قوت سماعت ایک ایسی نعمت ہے کہ جب انسان سوجاتا ہے اس کے ساتھ اس کے حواس بھی سو جاتے ہیں، مثلاً انسان دیکھ نہیں سکتا، سن نہیں سکتا ہے لیکن اس کے سننے کی حس بیدار ہوتی ہے۔

---

[1] حافظ محمد سعد اللہ، **رسول عربی ﷺ اور حُسن کاری**(لاہور: دار الکتاب 2019ء)، ص:216

[2] البخاری،الجامع الصحیح، کتاب الصوم،باب السواك الرطب واليابس للصائم،ح1933

[3] ایضاء،ح1934

کان کی سرجری کو اوٹو پلاسٹی کہا جاتا ہے۔ اس سرجری کے ذریعے کانوں کے سائز کو کم یا زیادہ کیاجاتاہے۔اس عمل جراحی سے انسان کی ظاہری شباہت میں اضافہ ہوتا ہے۔کانوں کی سرجری کانوں کو آگے کو نکلے ہوئے کی درستگی یا بگڑی ہوئی ساخت کے لیے کی جاتی ہے۔کانوں کی پلاسٹک سرجری کی متعدد اقسام ہیں۔جنہیں تجربہ کار اور بہترین ماہر سرجن سرانجام دیتے ہیں۔کانوں کی سرجری کانوں کو درست کرنے اور جمالیاتی کشش کے مدنظر کی جاتی ہے۔کانوں کی سرجری کے لئے ایک تجربہ کار سرجن کان کے عقبی حصے کی طرف ایک شگاف کرکے کری ہڈی کو نمایاں کرکے عمل جراحی کرتا ہے۔اس ہڈی کو ایک نئی ساخت دی جاتی ہے اور کان کو ہٹا کر کان کو سر کے موضوع حصے سے جوڑ کر ٹانکے لگا دیئے جاتے ہیں۔یہ جمالیاتی سرجری عموماً چھوٹی عمر میں کی جاتی ہے۔اس میں عمر کے مطابق ساخت بنائی جاتی ہے۔بڑی عمر کے لوگ جن کی کان کی لوئیں لمبی ہو جاتی ہیں یا جن کے بڑے یا آگے نکلے ہوئے کان ہوتے ہیں ان کے لئے یہ ایک بہترین سرجری ہے۔[1]

ناک کو موڑنا اور ہونٹوں کو موٹا پتلا کرنا

موجودہ زمانے میں Cosmetic Surgery عام ہوتی جا رہی ہے۔ Cosmetic Surgery سے مراد یہ نہیں ہوتا کہ کسی پیدائشی یا حادثاتی جسمانی نقص و عیب کو دور کیا جائے۔ بلکہ اس سرجری کے ذریعے جسمانی بناوٹ میں وہ تغیرات کی جاتی ہے جن کا شمار محض تکلف میں ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کسی انسان کے ہونٹ موٹے ہیں تو وہ اپنے ہونٹوں کو پتلا کرتا ہے۔ حالانکہ اس کے ہونٹوں کی موجودہ موٹائی ناقابل قبول نہیں بلکہ وہ قدرتی تفاوت کے قابل قبول وسعت کے اندر ہے۔اسی طرح اگر کسی کے ناک کچھ دبی ہوئی ہے تو اس کی کوشش ہوتی ہیں کہ سرجری کے ذریعے ناک کو کچھ اونچا کر دیا جائے یا اس کی ناک کی کچھ چونچ بنادی جائے۔ یا اگر پہلے سے ناک کی چونچ تھی اور اس کو پسند نہیں ہے تو اس کو دور کیا جاتا ہے۔ اس طرح کے تمام طریقے محض تحصیل حسن کے لیے تکلف ہیں۔[2]

---

[1] اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، **پلاسٹک سرجری فقہ اسلامی کی روشنی میں** (نئی دہلی: ایفا پبلیکیشنز،2010ء)، ص:83

[2] اسلم زاہد، مردوں کی زیب وزینت، ص:174

ہونٹوں کی سرجری سے اچھا اور گداز لب بنایا جاتا ہے۔ اس سرجری کے ذریعے سے منہ کے ارد گرد ہونے والی جھریوں کو مٹایا اور چربی کو گھٹایا جاتا ہے۔ جسم کے دوسرے حصوں سے کولاجن انجکشن ہونٹوں میں لگائے جاتے ہیں۔ موٹے ہونٹوں سے فاضل ریشے نکال کر انہیں باریک بنایا جاتا ہے۔ ہونٹوں کو خوشنما بنانے کے لئے لیزر کے ذریعے ہونٹوں کو تر و تازہ بنانا ایک اور متبادل ہے۔ جس کی وجہ سے قدرتی کولاجن میں لچک پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہونٹوں کے نیچے کہ خلیوں میں بھی لچک پیدا ہوتی ہے۔ [1]

خلاصہ کلام

تزئین و آرائش میں بے جا تکلفات یا زیب و زینت کے نام پر ایسی غیر معمولی تبدیلیاں جس سے تغیر لخلق اللہ لازم آتی ہو اس سے روکا گیا ہے۔ انسانی جسم میں دانت جہاں چہرے کی خوبصورتی کے لیے نمایاں اہمیت رکھتے ہیں۔ وہاں اپنی دیکھ بھال کے معاملے میں بھی حساس ہیں۔ دانتوں میں خوبصورتی کے لئے فاصلہ اور دانتوں کی تزئین و آرائش کے لیے سونے چاندی کے خول کا استعمال بھی کیا جاتا ہے۔ دانتوں کے درمیان خوبصورتی پیدا کرنے کے لئے فاصلہ کرنے کو روکا گیا ہے۔ مردوں کے لئے دانتوں کو سونے کی تاروں کے ساتھ باندھنا یا سونے کا خول چڑھانے کے درست ہونے اور اور نہ ہونے کا تعلق ضرورت پر مبنی ہے اور مرد کے لیے سونے کا استعمال درست نہیں ہے۔ اسی طرح ناک اور کان کو بھی خوبصورت بنانے کے لئے سرجری کی جاتی ہے۔ کانوں کے سائز کو کم یا زیادہ کیا جاتا ہے اور آگے نکلے ہوئے کانوں کو یا کانوں کی بگڑی ہوئی ساخت کو درست کرنے کے لئے سرجری کی جاتی ہے۔

[1] اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، پلاسٹک سرجری فقہ اسلامی کی روشنی میں، ص:85

فصل سوم

اعضاء جسمانی پر نقش و نگار

اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے کہ پوری کائنات نہایت ہی خوبصورت اور حسین ہے۔ خود خالق کائنات نے اپنی کتاب میں کئی مقامات پر کائنات کی رنگینی کا ذکر فرمایا ہے۔ لیکن اللہ تعالی نے اس عظیم الشان گلستان کا گل حضرت انسان کو قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ﴾[1]

(اس نے آسمانوں اور زمینوں کو برحق پیدا کیا ہے، اور تمہاری صورتیں بنائی ہیں، اور تمہاری صورتیں اچھی بنائی ہیں اور اس کی طرف آخر کار سب کو پلٹ کر جانا ہے۔)

اللہ تعالی نے انسان کو خوبصورت بنانے کے ساتھ ساتھ بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ اللہ تعالی نے انسان کو ایک بہترین صورت میں پیدا فرمایا ہے۔ انسان کی شکل و صورت اور ہیئت نہ ہی جانوروں کی طرح جھکی ہوئی ہے اور نہ ہی جانوروں کی طرح منہ سے چیزوں کو پکڑتا ہے۔ انسان کو علم فہم عقل اور باتیں کرنے کی صلاحیتیں عطا کی گئی ہیں۔ عصر حاضر میں جسمانی اعضاء میں حسن و خوبصورتی پیدا کرنے کے لیے طرح طرح مختلف اور جدید طریقے استعمال ہوتے ہیں۔ خوبصورت دکھنے کے جدید طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ جسمانی اعضاء پر مختلف طرح کے نقش و نگار کروائے جائیں۔ جسمانی اعضاء پر نقش و نگار یا ٹیٹو جسم میں ایک ترمیم کی شکل ہے۔ جہاں رنگت کو تبدیل کرنے کیلئے جلد کو جلد میں رنگنا یا رنگین روغن داخل کرکے ڈیزائن بنایا جاتا ہے۔

ٹیٹو تین وسیع زمرے میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک یہ ہے کہ پورے بدن انسانی پر نقش و نگار بنانا اور وہ نقش و نگار بغیر کسی خاص معنی کے ہوں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ پورے بدن انسانی پر اس طرح کے نقش و نگار بنانا

[1] التغابن:3

جو کہ مخصوص علامت ہوں۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ پورے بدن انسانی پر اس طرح کے نقش و نگار بنانا جو کسی خاص شیء کی عکاسی کرتا ہو۔[1]

جسم گدوانا

انسانی جسم میں بعض تصرفات ایسے ہیں جن کو کرنے سے مختلف احادیث مبارکہ میں روکا گیا ہے۔ مثلا جسم کو گدوانا یا گودنا۔ جسم گدوانے کو جدید دور کے جمالیاتی تصرفات میں شامل کیا جاتا ہے۔ جسمانی اعضاء پر سوئی کے ذریعے گدوا کر جو ٹیٹو جسم پر بنایا جاتا ہے، اس کا بنوانا احادیث مبارکہ کی رو سے درست نہیں ہے۔ مذکورہ ٹیٹو پر جاندار کی تصویر بھی ہو سکتی ہے اور غیر جاندار کی بھی۔

آج کل بعض ایسے نقش نگار بھی ہیں جو جسم کو گدوائے بغیر جسم پر اسٹیکر وغیرہ کے ذریعے چپکائے جاتے ہیں۔ اور سٹیکر کو ہٹانے کے بعد جسم پر اسٹیکر میں موجود صرف تصویر رہ جاتی ہے۔ اور پانی وغیرہ کے دھونے سے وہ تصویر زائل ہو جاتی ہے۔ تو اس صورت میں اسٹیکر جاندار کی تصویر پر مشتمل ہو تو جاندار کی تصویر کی وجہ سے درست نہیں ہو گا۔ البتہ اگر وہ نقش و نگار کسی جاندار کی تصویر پر مشتمل نہ ہو تو اس کو درست کہا جا سکتا ہے، لیکن یہ ایک عبث اور لایعنی کام ہونے کی وجہ سے قابل ترک ہے۔ اور مسلمان کی شان نہیں کہ وہ ایسے لایعنی کاموں میں اپنے وقت کو ضائع کرے۔ بازو یا جسم کے کسی بھی حصہ پر سوئی یا کسی بھی چیز سے گود کر رنگ یا سرمہ بھرنا، نشان یا نقش وغیرہ بنانا مرد وزن سب کے لیے درست نہیں ہے اور موجبِ لعنت ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

((لَعَنَ اللَّهُ الوَاشِمَاتِ وَالمسْتَوْشِمَاتِ، وَالمتَنَمِّصَاتِ، وَالمتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، المغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللَّهِ تَعَالَى))[2]

---

[1] https://mimirbook.com/ur/4aa8dff668a

[2] البخاری ،الجامع الصحیح،کتاب اللباس، باب المتفلجات للحسن،ح5931

(اللہ تعالی نے لعنت فرمائی ہے جسم گودنے والیوں پر، جسم گدوانے والیوں پر،اور چہرے کے بال اکھڑنے والیوں پر،اکھڑوانے والیوں پر،اور حسن وجمال کے لیے دانتوں کے درمیان مصنوعی طور پر فصل پیدا کرنے والی خدا کی تخلیق میں تغیر پیدا کرنے والیوں پر۔)

اسی طرح ایک اور حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

((أُتِيَ عُمَرُ بِامْرَأَةٍ تَشِمُ، فَقَامَ فَقَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ، مَنْ سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الوَشْمِ؟ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَقُمْتُ فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ المؤْمِنِينَ أَنَا سَمِعْتُ، قَالَ: مَا سَمِعْتَ؟ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لاَ تَشِمْنَ وَلاَ تَسْتَوْشِمْنَ))[1]

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی جو جسم کو گود کر نشان بناتی تھی، آپ نے فرمایا، میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کس نے رسول اللہ ﷺ سے جسم کو گود کر نشان بنانے کے بارے میں سنا ہے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں کھڑا ہوا اور عرض کیا، اے امیر المومنین! میں نے سنا ہے، آپ نے فرمایا، آپ نے کیا سنا ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عورتیں نہ تو جسم کو گود کر نشان بنائیں اور نہ ہی بنوائیں۔)

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اہل لغت نے الوشم کا معنی یہ لکھا ہے کہ جسم میں سوئی یا اس جیسی چیز ڈالنا یہاں تک کہ خون بہہ جائے، اور پھر اسے سوئی یا کسی اور چیز سے بھرا جائے۔ ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ توالواشمہ کا مطلب یہ ہے کہ سرمہ یا سیاہی کو گھوڑوں کے چہروں پر ڈالنا۔ اور یہ کام کرنے والے کو مستوشمہ کہتے ہیں۔ یہاں پر چہرے کا ذکر غالب ہونے کی وجہ سے کیا گیا ہے جبکہ اصل میں ہونٹوں پر یہ عمل کیا جاتا ہے۔ یہاں پر چہرے کا ذکر کسی قید کی وجہ سے نہیں کیا گیا بلکہ یہ نقش ونگار ہاتھوں پر اور جسم پر بھی بنائے جاسکتے ہیں۔ اور گودنے والی جگہ ناپاک ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں خون پھنسا ہوا ہوتا ہے ولہذا ضروری ہے کہ اس کو زائل کیا جائے یا عمل جراحی

[1] البخاری ،الجامع الصحیح، کتاب اللباس،باب المستوشمة، ح5946

کے ساتھ اس کو ختم کیا جائے۔ اور اگر عمل جراحی کی وجہ سے جسم کے حصے کا تلف ہونے کا خدشہ ہو تو اس کا باقی رہنا درست ہے۔ اور اس گناہ سے بچنے کے لیے اس پر توبہ کرنا ضروری ہے۔ اور اس تمام معاملے میں مرد وزن دونوں برابر ہیں۔[1]

جسمانی فٹنس

دین اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو انسان کی زندگی کے ہر لمحہ ہر پہلو چاہے سماجی ہو یا معاشی ہو سیاسی ہو تعلیمی ہو یا انسان کی صحت کے متعلق ہو رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ جس کا عملی نمونہ سیرت النبی ﷺ ہمارے سامنے موجود ہے۔ اسلام دین فطرت ہے یہ فقط روحانیت کا سرچشمہ اور آخرت سنوارنے کا وسیلہ نہیں بلکہ یہ ہماری مادی زندگی کے لیے ایک بہترین عملی اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس پر عمل پیرا ہونے کی بدولت نہ صرف مادی، معاشی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی عروج حاصل کیا جا سکتا ہے بلکہ صحت و توانائی کے حصول کو بھی ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ اسلام کا مطمع نظر متوازن شخصیت کے حامل افراد مرد مومن پیدا کرنا اور ایک قابل رشک معاشرہ کا قیام ہے۔

اس مقصد کے لیے اسلام نے مکمل ضابطہ اخلاق مرتب کیا ہے اور ایسا معاشرہ جس میں انسان صحت مند توانا اور مضبوط اعصاب کا مالک قوت برداشت کرنے والا بیماری سے پاک گندگی سے پاک صاف ستھرا ظاہری اور باطنی طور پر پاک ہو۔ جسمانی تعلیم انسان کے شروع دن سے ساتھ ہے اس کی تمام سرگرمی فطرت انسان کے مطابق ہیں۔ جن کو اختیار کر کے انسان روحانی سکون حاصل کرتا ہے بلکہ جسمانی بالیدگی بھی حاصل ہوتی ہے۔ اسلامی تعلیم کی طرح تعلیم جسمانی کا مقصد بھی انسان کی مکمل شخصیت کے حامل افراد اور ایک مثالی ماحول کا قیام ہے۔

جسمانی فٹنس کے لیے سب سے اہم چیز صحت ہے۔ اگر صحت خراب ہو تو فٹنس بھی ٹھیک نہیں رہ سکتی کیونکہ صحت پر ہی اس کا دارومدار ہوتا ہے دوسرے الفاظ میں صحت ہی فٹنس ہے۔ اگر ہم اسلام کے حفظان صحت

---

[1] العسقلانی،فتح الباری :372/10

کے اصولوں (متوازن غذا، صفائی، ورزش، بیماریوں سے بچاو) کو اپنائے تو نہ صرف انسانی صحت بر قرار رہتی ہے بلکہ جسمانی فٹنس بھی بحال رہتی ہے۔

ورزش

اسلام میں پاک اور با مقصد ورزش کو درست قرار دیا ہے۔ ورزش وہ عمل ہے جس کی وجہ سے انسان کی جسمانی فٹنس پیدا ہوتی ہے بلکہ قائم بھی رہتی ہے۔ اگر ہم اسلامی عبادات پر غور کریں اکثر عبادات جسمانی ورزش کی قسموں میں شمار ہوتی ہیں جیسے نماز کی تمام حرکات و سکنات جن میں قیام، رکوع، سجدہ، تشدد وغیرہ شامل ہیں ان سے جسم کے تمام حصے حرکت کرتے ہیں۔

روزہ بھی حفظان صحت اور ورزش کے اصولوں میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اسی طرح حج کو اگر ایک ورزش کی تربیت گاہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ اس کے تما ارکان کی ادائیگی میں جسمانی مشقت کرنا پڑتی ہے ۔ جیسے طواف، صفاء مروہ کی سعی، وقوف عرفہ، پھر مزدلفہ، پھر منیٰ کو جانا یہ سب ایسی جسمانی ورزشیں ہیں۔ جن سے جسم کو طاقت ملتی ہے۔ یہ ورزشیں جسم کو تقویت کے ساتھ اللہ کے قرب کا ذریعہ بھی ہے۔

ورزش کا ایک طریقہ کھیل کود بھی ہے اسلام ان تمام کھیلوں کی اجازت دیتا ہے جس میں جسمانی اور غیر جسمانی قوت کے حصول کی دعوت بھی دی ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ﴾[1]

((اے مسلمانو!) تم جس قدر استطاعت رکھتے ہو ان (کفار) کے لئے قوت و طاقت اور بندھے ہوئے گھوڑے تیار رکھو۔ تاکہ تم اس (جنگی تیاری) سے خدا کے دشمن اور اپنے دشمن کو اور ان کھلے دشمنوں کے علاوہ دوسرے لوگوں (منافقوں) کو خوفزدہ کر سکو۔ جن کو تم نہیں جانتے البتہ اللہ ان کو جانتا ہے۔)

---

[1] الانفال:60

اس آیت کی تفسیر میں علامہ محمد ثناء اللہؒ مِنْ قُوَّةٍ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ:

(مِنْ قُوَّةٍ اى أسباب وآلات واعمال يقويكم على حربهم من الخيل والسلاح والمصارعة ونحو ذلك)[1]

علامہ محمد ثناء اللہؒ فرماتے ہیں کہ قوت سے مراد کہ اسباب، آلات اور اعمال ایسے اختیار کریں جو تمہیں جنگ کے لئے مضبوط کریں وہ گھوڑے بھی ہو سکتے ہیں اور اصلحہ بھی اور پہلوانی بھی ہو سکتی ہے۔

اپنے بدن کو طاقتور اور چست و توانا رکھنا عقلاً بھی اچھی بات ہے اور شرعاً بھی مطلوب ہے تاکہ انسان عبادت میں سستی کا مظاہرہ نہ کرے۔ باڈی بلڈنگ، کھیل یا کسی بھی ورزش میں کوئی چیز مانع نہیں سوائے اس سے انسان کو تکلیف یا نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، بشرطیکہ اس میں واجب الستر اور اعضاء کے کھولنے جیسے کام کا ارتکاب نہ ہو۔

الغرض دین اسلام میں اسپورٹس اور ورزش کو بے پناہ اہمیت حاصل ہے اور اس کے ذریعے طاقت و قوت کے حصول پر زور دیا گیا ہے۔

چہرے کا فیشل اور بلیچ کرانا

مرد کا اپنی ظاہری ہیئت کو سنوارنے کے لیے بلیچ کروانا، ٹیڑھے دانت کو سیدھا کروانا اور چہرے کا فیشل کروانا، مرد و عورت، دونوں کے لیے درست ہے، البتہ خوب صورتی کے لیے بھنویں بنانا درست نہیں ہے۔

(يندب تحسين الهيئة العامة من غير مبالغة، و قد كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمر بذلك. و مما قال في هذا: أصلحوا رحالكم، و أصلحوا لباسكم حتى تكونوا كأنكم شامة في الناس، فإن الله لايحب الفحش و لا التفحش)[2]

---

[1] المظهري ، التفسير المظهري:106/4

[2] جماعة من العلماء, تصدرها وزارة الأوقاف الكويتية، **الموسوعة الفقهية**(الكويت:دارالسلاسل 1404ھ)،215/10

اپنی عام ہیئت کو سنوارنا بغیر کسی مبالغہ کے مندوب اور احسن ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے باقاعدہ اس کا حکم دیا ہے۔ انہوں نے فرمایا اپنی سواریوں اور لباس کو درست رکھو۔ یہاں تک کہ تم لوگوں میں نمایا(معزز) لگو۔ بے شک اللہ تعالی بیہودگی اور بے حیائی کو پسند نہیں کرتا۔

خلاصہ کلام

عصر حاضر میں جسمانی اعضاء میں حسن و خوبصورتی پیدا کرنے کے لیے جدید طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔ جسمانی اعضاء پر نقش و نگار یا ٹیٹو جسم میں ایک ترمیم کی شکل ہے۔ جسمانی رنگ کو تبدیل کرنے کے لئے جلد کو جلد میں رنگا جاتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں جسم گدوانا اور جسم کو گودنا دونوں کے متعلق لعنت دی گئی ہے۔ بعض ایسے نقش و نگار بھی ہیں جو جسم کو گدوائے بغیر جسم پر اسٹیکر وغیرہ کے ذریعے چپکائے جاتے ہیں اور اسٹیکر کو اٹھانے کے بعد جسم پر اسٹیکر میں موجود تصویر رہ جاتی ہے اور پانی وغیرہ کے دھونے سے وہ تصویر ذائل ہو جاتی ہے۔ جاندار کی تصویر ہونے کی وجہ سے اسٹیکر چپکانا بھی درست نہیں ہے البتہ وہ نقش و نگار کسی جاندار کی تصویر پر مشتمل نہ ہو تو اس کو درست کہا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ ایک عبس اور لایعنی کام ہونے کی وجہ سے قابل ترک ہے۔

اسلام نے مکمل ضابطہ اخلاق مرتب کیا ہے اور ایسا معاشرہ جس میں انسان صحت مند توانا اور مضبوط اعصاب کا مالک قوت برداشت کرنے والا بیماری سے پاک گندگی سے پاک صاف ستھرا ظاہری اور باطنی طور پر پاک ہو۔ اگر ہم اسلامی عبادات پر غور کریں اکثر عبادات جسمانی ورزش کی قسموں میں شمار ہوتی ہیں جسے نماز کی تمام حرکات و سکنات جن میں قیام، رکوع، سجدہ، تشدد وغیرہ شامل ہیں ان سے جسم کے تمام حصے حرکت کرتے ہیں۔ اپنے بدن کو طاقتور اور چست و توانا رکھنا عقلاً بھی اچھی بات ہے اور شرعا بھی مطلوب ہے تاکہ انسان عبادت میں سستی کا مظاہرہ نہ کرے۔

مرد کا اپنی ظاہری ہیئت کو سنوارنے کے لیے بلیچ کروانا، ٹیڑھے دانت کو سیدھا کروانا اور چہرے کا فیشل کروانا، مرد و عورت، دونوں کے لیے درست ہے۔

خلاصہ بحث

زیب وزینت کا تعلق کسب کے ساتھ اور جمال کا تعلق خلقت کے ساتھ ہے۔ زینت سے مراد وہ تمام اشیاء ہیں جن سے زینت اختیار کی جاتی ہے، مثلاً لباس، خوشبو، زیورات اور سرمہ وغیرہ۔ زیب وزینت انسان کی فطری ضرورت ہیں اسی وجہ سے اس کو اختیار کرنے کی ترغیب مختلف انداز سے دی گئی ہے۔ اللہ تعالی نے انسان کو اسباب زیب وزینت کی تلاش کا حکم مختلف انداز سے دیا ہے۔

معاشرے میں لوگوں سے ملنے جلنے اور عبادات میں لباس کی مناسبت کا خصوصی خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ ظاہری وضع قطع اور دینی امور میں طہارت و نظافت کا خیال رکھنے کی وجہ سے اس کا اثر باطن پر بھی پڑتا ہے۔ تاکہ ہر انسان ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن کے اعتبار سے بھی خوبصورت ہو۔ نشت وبرخاست میں زیب وزینت کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔

زیب وزینت کے اسلام میں تصور کے ساتھ ساتھ اس کی تمام اصولوں میں راہ اعتدال کو اپنانے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ شریعت میں تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہونے کی وجہ سے اعمال موجب اجر وثواب ہوتے ہیں۔ ہر ایسی زینت کے اختیار کرنے سے بچنا ضروری ہے جس میں نص شرعی سے معارضت لازم آتی ہو۔ زیب وزینت کے معاملے میں کفار کی مشابہت سے گریز اور تکبر سے اجتناب کرتے ہوئے زینت کا اختیار کرنا بہترین عمل ہے۔ خلقی صفات میں تبدیلی سے گریز اور زیب وزینت کے اختیار کرنے میں اسراف سے بھی بچنا ضروری ہے۔ ہر ایسی زینت جس میں تصنع اور فریب ہو اس کے اختیار کرنے سے بھی بچنا ضروری ہے۔

لباس انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہیں۔ لباس کے بنیادی طور پر دو مقاصد ہیں۔ ایک یہ کہ مقامات ستر کو چھپاتا ہے اور دوسرا زیب وزینت کا ذریعہ بنتا ہے۔ اللہ تعالی نے ہر انسان کو مختلف حیثیت اور وسعت عطا کی ہے لہذا ہر انسان کو اپنی وسعت اور حیثیت کے مطابق لباس پہننا چاہیے۔ لباس کے آداب میں یہ بھی ہے ہر قسم کے تصنع اور تکلفات سے اجتناب کرتے ہوئے اپنی حیثیت کے مطابق راہ اعتدال کو اپنانا چاہیے۔ لباس کا سنت کے مطابق

ہونے کی وجہ سے اس کا اثر انسان کے دل و دماغ اور اس کی فکر پر پڑتا ہے۔ صفائی اور پاکیزگی ہمارے ایمان کا حصہ ہے لہذا لباس کے معاملے میں بھی صفائی اور پاکیزگی کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

جس طرح لباس ہماری زندگی میں اہم کردار ادا کرتا ہے اسی طرح بال بھی ہماری شخصیت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اور بالوں کے آداب میں سے یہ ہے کہ ان کو صاف ستھرا رکھنا، تیل لگانا اور کنگھی کرتے رہنا چاہیے۔ بالوں کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا جس کے بال ہوں اس کو چاہئے کہ وہ بالوں کا اکرام کرے۔ بالوں کے ساتھ ساتھ داڑھی میں بھی تیل اور کنگھی کرنا داڑھی کی زینت میں اضافہ کرتا ہے۔ ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے جسم سے کسی بھی طرح کی بدبو نہ آئے۔ لہذا خوشبو کے استعمال کرنے کے معاملے میں آداب یہ ہیں کہ خوشبو کی دھونی لی جائے کیونکہ دھونی لینے سے خوشبو کپڑوں میں بس جاتی ہے۔ اور ایسی خوشبو کے استعمال سے بچنا چاہیے جو کسی دوسرے کے لیے تنگی کا باعث بنے۔ اور آنکھوں کی خوبصورتی کے لیے آنکھوں میں سرمہ لگایا جاتا ہے۔ سرمہ لگانے کے آداب میں سے یہ ہے کہ سونے سے قبل تین مرتبہ ہر آنکھ میں سرمہ لگایا جائے۔

آپ ﷺ کے لباس میں وسعت اور کسی خاص قسم کی جستجو نہ تھی۔ آپ ﷺ کے لباس کے اجزاء میں ازار، ردا، قمیص اور حلہ شامل تھے۔ آپ ﷺ نے قمیض، سفید لباس اور مختلف مواقعوں پر مختلف اقسام کی چادر استعمال کرنا پسند فرماتے تھے۔ یمنی، سادہ اور منقش چادریں جن پر سبز رنگ کی دھاریاں بنی ہوتی پسند فرماتے تھے۔ سردیوں میں آپ ﷺ لباس کے اوپر جبہ، قبا کا استعمال اور سفر کی حالت میں جبہ استعمال فرماتے تھے۔ عصر حاضر میں کرتا، پاجامہ، تھری پیس سوٹ اور پینٹ شرٹ کو زیبائش کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ان تمام کا استعمال اس صورت میں درست ہے جب یہ چست نہ ہوں۔ منقش کرتا، قمیص کا استعمال زیبائش کے طور پر کیا جاسکتا ہے۔

اسلام میں جن چیزوں کے استعمال سے روکا گیا ہے ان کی وجوہات بھی بتائی گئی ہیں۔ ریشم اور سونے کا استعمال اسراف اور تکبر کی وجہ سے مردوں کے لیے منع ہے۔ مردوں کے لئے ضرورت پوری کرنے کی وجہ سے چاندی کی انگوٹھی کا استعمال خاص مقدار یعنی 4 گرام 374 ملی گرام کی انگوٹھی کا استعمال کرنا درست ہے۔ چاندی کی انگوٹھی میں نقش و نگار اور نام کا لکھوانا بھی درست ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی ہر ہر ادا قابل اتباع ہے۔ خواہ اس کا تعلق عبادات سے ہو یا روزمرہ کی عادت نشست وبرخاست رفتار و گفتار طعام و لباس وغیرہ سے ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ میں عمامہ پہننا بھی شامل تھا۔ دین شریعت میں بہت سے اعمال اور چیزیں ایسی ہیں جن کا تعلق صرف مردوں کے ساتھ خاص ہے انہی چیزوں میں سے عمامہ اور ٹوپی کا استعمال مردوں کے ساتھ خاص ہیں۔ عمامہ میں شملہ لازمی جز کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کو لٹکانا بہتر ہے۔ شملے کو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکانا بہتر اور مناسب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مختلف مواقع پر مختلف رنگ کا عمامہ پہنا ہے۔

اسی طرح دیگر اشیائے زینت میں سے مرد کے لیے گھڑی کا استعمال بھی درست ہے۔ مرد کے لیے ہاتھ میں چاندی، لوہے اور اسٹیل وغیرہ کا کڑا پہننا درست نہیں ہے۔ اور اسی طرح سونے چاندی یا کسی بھی دھات کی چین زنجیر کا گلے میں لٹکانا درست نہیں ہے۔ اسی طرح سردی میں خوبصورتی اور سردی سے بچنے کے لیے شال کا استعمال کیا جاتا ہے۔ شال کا استعمال خواتین و حضرات دونوں استعمال کرتے ہیں۔ البتہ شال کی بناوٹ اور خوبصورتی میں فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح سردیوں میں چمڑے کے موزے کا استعمال بھی کیا جاتا ہے موزوں کا چمڑے کے ہونے کی وجہ سے پاؤں سردیوں میں محفوظ اور گرم رہتے ہیں۔

تخلیق انسان میں بال قدرت کی ایک عظیم شاہکار ہیں۔ سائنسی نقطہ نظر سے بھی بال اہمیت کے حامل ہیں۔ بالوں کی قدردانی کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے بال ہوں اس کو چاہیے کہ وہ بالوں کا اکرام کرے۔ عصر حاضر میں وِگ کے ذریعے چھوٹے بالوں کو بڑا کر کے پیش کیا جاتا ہے۔ مرد یا عورت کا انسانی بالوں کا جوڑا لگا کر اپنے بالوں کو بڑھانا درست نہیں ہے۔ اسی طرح مردوں کے لیے سفید بالوں کو اکھاڑنا بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ احادیث مبارکہ میں سفید بالوں کو مومن کا نور کہا گیا ہے۔ داڑھی اسلام کا شعار ہے اور شعار کو قرآن مجید میں تقویٰ کی علامت بتایا گیا ہے۔ دس چیزوں کو فطرت میں بتایا گیا ہے، ایک داڑھی بڑھانا اور دوسرا مونچھیں کٹانا بھی شامل ہے۔

انسانی جسم کے کسی بھی ظاہری عضو یا جسم کے حصوں کو خوبصورت بنانا یا نادانستہ طور پر کوئی آفت آگئی ہو کسی عضو کو کسی حادثے میں نقصان پہنچا ہو اس کو دوبارہ کار یگر بنانے کے لیے کیے جانے والا آپریشن پلاسٹک سرجری کہلاتا ہے۔ پلاسٹک سرجری کا عمل عموماً تین وجوہات کی بنا پر کیا جاتا ہے۔ عیب کو دور کرنے کے لئے، کسی حادثے کی صورت میں پیدا ہونے والے عیب کو دور کرنے کے لئے یا ایسا عیب جو انسانی جسم پر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ظاہر ہوتے ہوں ان کو دور کرنے کے لئے پلاسٹک سرجری کی جاتی ہے۔ سرجری کے ذریعے حصول حسن کی صوتوں میں خلقی بدہئیتی ہو جو فطرت کے خلاف ہو، کسی حادثے کے نتیجے میں ظاہر ہونے والی بدہئیتی، جسمانی اعضاء کی تبدیلی، انسانی جسم میں عمرِ رواں کے ساتھ ساتھ جو تبدیلیاں ظاہر ہوتی یا خوبصورت یا کم عمر نظر آنا۔ بسا اوقات انسان کو کسی وجہ سے معاشرے کے مظالم کا شکار ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اس صورت میں وہ اپنی شناخت چھپانے کے لیے سرجری کراتا ہے۔

تزئین و آرائش میں بے جا تکلفات یا زیب و زینت کے نام پر ایسی غیر معمولی تبدیلیاں جس سے تغیر لخلق اللہ لازم آتی ہو اس سے روکا گیا ہے۔ انسانی جسم میں دانت جہاں چہرے کی خوبصورتی کے لیے نمایاں اہمیت رکھتے ہیں۔ وہاں اپنی دیکھ بھال کے معاملے میں بھی حساس ہیں۔ دانتوں میں خوبصورتی کے لئے فاصلہ اور دانتوں کی تزئین و آرائش کے لیے سونے چاندی کے خول کا استعمال بھی کیا جاتا ہے۔ دانتوں کے درمیان خوبصورتی پیدا کرنے کے لئے فاصلہ کرنے کو روکا گیا ہے۔ مردوں کے لئے دانتوں کو سونے کی تاروں کے ساتھ باندھنا یا سونے کا خول چڑھانے کے درست ہونے اور اور نہ ہونے کا تعلق ضرورت پر مبنی ہے اور مرد کے لیے سونے کا استعمال درست نہیں ہے۔

اسی طرح ناک اور کان کو بھی خوبصورت بنانے کے لئے سرجری کی جاتی ہے۔ کانوں کے سائز کو کم یا زیادہ کیا جاتا ہے اور آگے نکلے ہوئے کانوں یا کانوں کی بگڑی ہوئی ساخت کو درست کرنے کے لئے سرجری کی جاتی ہے۔ عصر حاضر میں جسمانی اعضاء میں حسن و خوبصورتی پیدا کرنے کے لیے جدید طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔ جسمانی اعضاء پر نقش و نگار یا ٹیٹو جسم میں ایک ترمیم کی شکل ہے۔ جسمانی رنگ کو تبدیل کرنے کے لئے جلد کو جلد میں رنگا جاتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں جسم گدوانا اور جسم کو گودنا دونوں کے متعلق لعنت دی گئی ہے۔ بعض ایسے نقش و نگار

بھی ہیں جو جسم کو گدوائے بغیر جسم پر اسٹیکر وغیرہ کے ذریعے چپک جاتے ہیں اور اسٹیکر کو اٹھانے کے بعد جسم پر اسٹیکر میں موجود تصویر رہ جاتی ہے اور پانی وغیرہ کے دھونے سے وہ تصویر زائل ہو جاتی ہے۔ جاندار کی تصویر ہونے کی وجہ سے اسٹیکر چپکانا بھی درست نہیں ہے البتہ وہ نقش و نگار کسی جاندار کی تصویر پر مشتمل نہ ہو تو اس کو درست کہا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ ایک عبس اور لایعنی کام ہونے کی وجہ سے قابل ترک ہے۔

اسلام نے مکمل ضابطہ اخلاق مرتب کیا ہے اور ایسا معاشرہ جس میں انسان صحت مند توانا اور مضبوط اعصاب کا مالک قوت برداشت کرنے والا بیماری سے پاک گندگی سے پاک صاف ستھرا ظاہری اور باطنی طور پر پاک ہو۔ اگر ہم اسلامی عبادات پر غور کریں اکثر عبادات جسمانی ورزش کی قسموں میں شمار ہوتی ہیں جیسے نماز کی تمام حرکات و سکنات جن میں قیام ، رکوع، سجدہ، تشدد وغیرہ شامل ہیں ان سے جسم کے تمام حصے حرکت کرتے ہیں۔ اپنے بدن کو طاقتور اور چست و توانا رکھنا عقلاً بھی اچھی بات ہے اور شرعا بھی مطلوب ہے تاکہ انسان عبادت میں سستی کا مظاہرہ نہ کرے۔

مرد کا اپنی ظاہری ہیئت کو سنوارنے کے لیے بلیچ کروانا، ٹیڑھے دانت کو سیدھا کروانا اور چہرے کا فیشل کروانا، مرد و عورت، دونوں کے لیے درست ہے۔

نتائجِ تحقیق

1۔زیب وزینت کا تعلق کسب کے ساتھ اور جمال کا تعلق خلقت کے ساتھ اور جمال خلقت کے اعتبار سے تناسب، برابری اور اعتدال کو کہتے ہیں۔

2۔زیب وزینت کے تمام اصولوں میں راہ اعتدال کو اپنانا، اسراف، تکبر اور خلقی صفات میں تبدیلی سے گریز کرنے کے ساتھ ساتھ تصنع اور فریب سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

3۔لباس کا بنیادی مقصد انسان کے مقامات شرم کو چھپانا اور شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے انسان کے حُسن زیباء اور خوبصورتی کا باعث بنتا ہے۔

4۔سونے اور چاندی سے بنی ہوئی اشیاء جن کو خوبصورتی کے لیے زیب تن کیا جاتا ہے اس کو حلی کہتے ہیں۔

5۔بال جلد کو خلیوں کی روشنی سے اور موجودہ حرارت اور نقصان دہ شعاعوں سے جسم کو محفوظ رکھتے ہیں۔

6۔بالوں کو سنوارنا، صاف ستھرا رکھنا بالوں کے اکرام میں سے ہے۔

7۔چہرے کی زینت پورے جسم کے حسن وجمال کی نمائندگی کرتی ہے اس لئے چہرے پر داڑھی کو بڑھانا اور مونچھوں کو کٹانا حدیث میں واضح کیا گیا ہے۔

8۔بالوں کا آپریشن کے ذریعے ایک جگہ سے دوسری جگہ لگوانا اور بالوں کو رنگنا درست ہے، بشرطیکہ تشبہ بالکفار والفساق نہ ہو۔

9۔سرجری کا عمل عیب کو دور کرنے، حادثے کے نتیجے میں پیدا ہونے والے عیب اور عمر رواں کے ساتھ ساتھ ظاہر ہونے والے عیوب کو دور کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔

10۔باڈی بلڈنگ، کھیل یا کسی بھی ورزش میں کوئی چیز مانع نہیں سوائے اس سے انسان کو تکلیف یا نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، بشرطیکہ اس میں واجب الستر اور اعضاء کے کھولنے جیسے کام کا ارتکاب نہ ہو۔

11۔ مرد کا اپنی ظاہری ہیئت کو سنوارنے کے لیے بلیچ کروانا، ٹیڑھے دانت کو سیدھا کروانا اور چہرے کا فیشل کروانا، مرد و عورت دونوں کے لیے درست ہے۔

تجاویز وسفارشات

تحقیق کے دوران کچھ ایسے موضوعات سامنے آئے اور اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی ہے کہ ان پر مزید تحقیق کام کی ضرورت ہے۔

1۔ بطور زینت تبدیلیٔ جنس، جس پر ایک نئی جہت کے ساتھ تحقیقی مقالہ لکھا جا سکتا ہے۔

2۔ اگرچہ تبدیلیٔ جنس شرعی طور پر ممنوع ہے لیکن اگر کسی سے اس جرم کا ارتکاب ہو جائے تو جرم کے مرتکب اور یہ کام کروانے والے سرجن کی اسلامی ریاست میں فقہی یا قانونی عقوبت کیا ہو سکتی ہے۔

3۔ تبدیلیٔ جنس اور عائلی قوانین پر اس کے اثرات کے جائزے پر ایم فل سطح پر تحقیقی کام کیا جا سکتا ہے۔

4۔ مَردوں کے بیوٹی سیلون پر ایک مکمل تحقیقی کام کیا جا سکتا ہے۔

فہارس(Indexes)

فہرست آیات

نمبر شمار	آیت	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
1	هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا	البقرة	29	124
2	وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ	البقرة	42	26
3	قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا لَوْنُهَا	البقرة	69	63
4	هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ	البقرة	187	62
5	إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ	البقرة	222	47
6	لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا	البقرة	286	31
7	يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا	آل عمران	156	30
8	وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ	النساء	119	131
9	كُلُوْ مِنْ ثَمَرِهِ اِذَا اَثْمَرَ وَآتُوْا حَقَّهُ	الانعام	141	34
10	فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا	الاعراف	20	39
11	يَابَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي	الاعراف	26	16
12	يَابَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ	الاعراف	29	16
13	يَابَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ	الاعراف	31	18
14	قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ	الاعراف	32	38
15	وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ	النحل	6	10
16	وَهُوَ الَّذِىْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا	النحل	14	20
17	فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ	النحل	69	127
18	فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ	النحل	112	115
19	إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ	الاسراء	36	124
20	وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ	الاسراء	70	123

53	31	الكهف	أُولَئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ	21
51	32	الحج	وَمَن يُعَظِّمْ شَعَٰٓئِرَ ٱللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى ٱلْقُلُوب	22
103	14	المؤمنون	فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ	23
13	31	النور	وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ	24
11	60	النور	وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لا يَرْجُونَ نِكَاحًا	25
115	21	الاحزاب	لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ	26
120	96	الصافات	وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ	27
148	3	التغابن	خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ	28
39	4	المدثر	وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ	29
17	4	التين	لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِی اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ	30

فہرست احادیث

نمبر شمار	حدیث کا متن	کتاب کا نام	صفحہ نمبر
1	أَمَا كَانَ هَذَا يَجِدُ مَاءً يَغْسِلُ	سنن ابوداؤد	42
2	البَسوا الثِّيابَ البِيضَ فإنَّها أطهَرُ	صحیح بخاری	73
3	البَسُو مِن ثِيَابِكُم البَيَاضَ	سنن ابوداؤد	73
4	أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبٍ دُونٍ	سنن ابوداؤد	42
5	أَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاوَمَنَا سَرَاوِيلَ	سنن ابن ماجہ	72
6	انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ	صحیح بخاری	75
7	إِنَّ اللهَ يُحِبُّ أَنْ يُرَى أَثَرُ نِعْمَتِهِ	جامع الترمذی	44
8	أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَى	صحیح مسلم	117
9	انْهَكُوا الشَّوَارِبَ، وَأَعْفُوا اللِّحَى	صحیح بخاری	117
10	اتَّخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ	سنن ابن ماجہ	88
11	إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ	صحیح مسلم	137
12	إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَيِيٌّ سِتِّيرٌ	سنن ابوداؤد	48
13	إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ	صحیح بخاری	82
14	إن نبي اللهﷺ أَخَذَ حَرِيرًا فَجَعَلَهُ فِي يَمِينه	سنن ابوداؤد	83
15	إِنَّكُمْ قَادِمُونَ عَلَى إِخْوَانِكُمْ، فَأَصْلِحُوا رِحَالَكُمْ	سنن ابوداؤد	20
16	إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ	صحیح بخاری	28
17	أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ	صحیح مسلم	92
18	أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْوَاصِلَةَ	صحیح مسلم	33
19	أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي خَمِيصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ	صحیح بخاری	74
20	أَنَّ نَعلي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهُمَا قبالَان	صحیح بخاری	95
21	أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الأَنْصَارِ زَوَّجَتِ ابْنَتَهَا	صحیح بخاری	29

34	صحیح بخاری	تَصَدَّقُوا، فِي غَيْرِ وَالبَسُوا كُلُوا	22
85	جامع الترمذی	حُرِّمَ لِبَاسُ الحَرِيرِ وَالذَّهَبِ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي	23
117	صحیح بخاری	خَالِفُوا المشْرِكِينَ: وَفِّرُوا اللِّحَى، وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ	24
61	صحیح مسلم	رَأَيْ النبىُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلّى ثَوبَيْنِ	25
93	صحیح بخاری	رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ	26
94	صحیح مسلم	سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:اسْتَكْثِرُوا مِنَ النِّعَالِ	27
88	صحیح بخاری	صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا	28
100	صحیح بخاری	صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المِنْبَرَ	29
114	صحیح مسلم	عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ	30
70	صحیح بخاری	فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ	31
76	صحیح بخاری	قَسَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبِيَةً وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ شَيْئًا	32
98	صحیح بخاری	قَامَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ الصَّلاَةِ	33
66	صحیح بخاری	كُلُوا وَاشْرَبُوا وَالبَسُوا وَتَصَدَّقُوا	34
50	سنن ابوداؤد	كانَّ النَّبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم كان يُكثِرُ دَهْنَ	35
71	جامع الترمذی	كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم الْقَمِيْصُ	36
71	صحیح بخاری	كانَ النبيُّ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّم يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ	37
106	صحیح مسلم	كَانَ شَعَرُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ	38
115	صحیح بخاری	كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَمِطَ مُقَدَّمُ رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ	39
106	صحیح مسلم	كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مَرْبُوعًا	40
95	سنن ابوداؤد	كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا أَنْ نَحْتَفِيَ أَحْيَانًا	41
57	صحیح مسلم	كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا اسْتَجْمَرَ اسْتَجْمَرَ بِالْأَلُوَّةِ	42
58	جامع الترمذی	كَان النبى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يكتحل	43
49	صحیح بخاری	كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا	44
67	مسند احمد بن حنبل	كسَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبْطِيَّةً كَثِيفَةً	45

46	لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُم أو لَيُخَالِفَنَّ اللهُ	صحیح بخاری	23
47	لا يَنْظُرُ اللهُ إلَى مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلاَءَ	صحیح بخاری	32
48	لاَ تَلْبَسُوا الحَرِيرَ وَلاَ الدِّيبَاجَ	صحیح بخاری	68
49	لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ	صحیح مسلم	29
50	لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ	صحیح بخاری	131
51	لَعَنَ اللَّهُ الوَاشِمَاتِ وَالمسْتَوْشِمَاتِ، وَالمتَنَمِّصَاتِ	صحیح بخاری	142
52	لَوْلاَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوءٍ	صحیح بخاری	145
53	مَا أَنْزَلَ اللَّهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً	صحیح بخاری	132
54	مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ، أَلْبَسَهُ	سنن ابن ماجہ	17
55	مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ	سنن ابوداؤد	21
56	مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا	صحیح مسلم	35
57	مَن تَشَبَّه بقومٍ فهو منهم	سنن ابوداؤد	30
58	مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الإِسْلَامِ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ القِيَامَةِ	جامع الترمذی	53
59	مَنْ كَانَ لَهُ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ	سنن ابوداؤد	50
60	مَا عَلَى أَحَدِكُمْ لَوِ اشْتَرَى ثَوْبَيْنِ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ	سنن ابن ماجہ	64
61	مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِي لِمَّةٍ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ	جامع الترمذی	62
62	مَرَّ بِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا جَالِسٌ	سنن ابوداؤد	24
63	نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّرَجُّلِ	سنن ابوداؤد	51
64	نَهَى عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ	صحیح بخاری	85
65	نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقَزَعِ	سنن ابن ماجہ	108
66	وُقِّتَ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ، وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ	صحیح مسلم	111
67	يَا رَسُولَ اللهِ، أَلاَ نَتَدَاوَى؟ قَالَ: نَعَمْ، يَا عِبَادَ اللهِ تَدَاوَوْا	جامع الترمذی	130

فہرست مصادر ومراجع

1۔القرآن الکریم

2۔عربی کتب

- الاصفهانی ،حسین بن محمد، المفرادات فی غریب القرآن(بیروت:دار القلم1428ھ)
- الالبانی،محمد بن ناصرالدین، صحیح وضعیف سنن أبي داود (مكتبة المعارف 1419)
- الابانی،محمد ناصر الدین، صحیح وضعیف سنن ابن ماجة(مكتبة المعارف 1413ا)
- البخاری،محمد بن اسماعیل،الجامع الصحیح(بیروت:دار طوق النجاة 1422ھ)
- البهوتی،منصور بن یونس،کشاف القناع عن المتن الاقناع (بیروت :دارالکتب العملیة 2006ء)
- الترمذی، محمد بن عیسی، السنن،(مصر: شركة مكتبة1395ھ)
- ابن تیمیه، احمد بن عبد الحلیم،الجمال فضلةحقیقیة، (ریاض:دارالشریف1413ھ)
- الحموی،احمد بن محمد،غمز عیون البصائر شرح کتاب الاشباه والنظائر(بیروت: دار الکتب العلمیه 1405ھ)
- الرازی،محمد بن عمر،مفاتیح الغیب(بیروت: دار إحياء التراث العربي1420ھ)
- ابن رجب،عبد الرحمن بن أحمد،فتح الباري شرح صحيح البخاري(المدينة النبوية: مكتبة الغرباء الأثرية1417ھ)
- ابن رشد ، محمدبن احمد،هداية المجتهد ونهايةالمقتصد(بيروت: دار الحديث1420ھ)
- الزمخشری، محمود بن عمرو، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل (بیروت:دار الکتب العربی 1407ھ)
- السهارنپوری ،خلیل احمد، بذل المجهود فی حل سنن ابی داؤد (مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی 1427ھ)
- السیوطی ، عبد الرحمن بن أبي بكر، حاشية السيوطي على سنن النسائي(حلب: مكتب المطبوعات الإسلامية1406ھ)

- السرخسى،محمدبن احمد،المبسوط(بيروت :دار المعفرة 1423ھ
- السجستانی، أبو داود سليمان بن الأشعث،السنن(بيروت: المكتبة العصرية 1403ھ)
- السيوطى ، عبد الرحمن بن أبي بكر، الاشباه و النظائر فی قواعد و فروع (بيروت:1419ھ)
- الطبرى ،محمد بن جرير،جامع البيان فی تفسير القرآن(بيروت:دار الكتب1420ھ)
- الطوسى، فضل بن الحسن ،مجمع البيان فی تفسير القرآن(بيروت:مؤسسة التاريخ العربی 1992ء)
- ابن عابدين،محمد امين ، الدر المختارو حاشيه (رياض:دار عالم الكتب 2003ء)
- العثمانی،مفتی محمد تقی ، تكملة فتح الملهم (دار إحياء التراث العربي 1426ھ
- العظيم آبادي ،محمد أشرف بن أمير، عون المعبود وحاشية ابن القيم(دار الكتب العلمية1415ھ
- العينى، محمود بن احمد ،بناية فی شرح الهداية(بيروت :دار الكتب1420ھ)
- العسقلاني، أحمد بن علي بن حجر، فتح الباري شرح صحيح البخاري(بيروت: دار المعرفة1397ھ)
- الفيروز آبادى، محمد بن يعقوب،القاموس المحيط(بيروت:دارالسلام1426ھ)
- القرطبى،محمد بن أحمد بن أبي بكر، الجامع لأحكام القرآن(قاهرة:دار الكتب المصرية 1384ھ)
- القشيرى، مسلم بن الحجاج ، الجامع الصحيح(بيروت: دار إحياء التراث العربي 1412ھ)
- القلعجي، محمد رواس، معجم لغة الفقهاء(دار النفائس للطباعة1408ھ)
- الكاندهلوى، محمد زكريا ،أوجز المسالك إلى موطأ مالك (دار القلم2003ء)
- الكتانى،محمدبن جعفر،الدعامة لمعرة الحكام سنةالعمامة(بيروت:دار الكتب العلمية1430ھ)
- ابن كثير، إسماعيل بن عمر، تفسير القرآن العظيم(دار طيبة للنشر والتوزيع 1420ھ)
- الكشميري،محمد أنور شاه، العرف الشذي شرح سنن الترمذي(بيروت: دار التراث العربي1425ھ)
- ابن ماجه،محمد بن يزيد،السنن(بيروت:دار الرسالة العالمية1430ھ)

- المظهري، محمد ثناء الله، التفسير المظهري (الباكستان: مكتبة الرشدية1412ھ)
- المنار،محمد رشيد بن على، تفسير المنار (الهيئة المصرية العامة للكتاب1990ء)
- ابن منظور،محمدبن مكرم،لسان العرب(بيروت :دارالفكر 1956ء)
- محمد بن ابى بكر ،مختار الصحاح(بيروت:المكتبة العصرية 1140ھ)
- النسائى،أحمد بن شعيب،السنن (بيروت: دار المعرفة1420ھ)
- النيسابوري، أبو عبد الله الحاكم، المستدرك على الصحيحين(بيروت: دار المعرفة1432ھ)
- النووى ،محيي الدين يحيى بن شرف،المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج(بيروت: دار إحياء التراث العربي1332ھ)
- ابن هاشم،عبد المالک بن هشام،سیرت ابن هاشم (لاهور :اداره اسلامیات2005ء)

3۔اردو کتب

- حافظ محمد سعد اللہ، رسول عربی ﷺ اور حُسن کاری (لاہور: دار الکتاب 2019ء)
- ریالوی، عبد الصمد، خصائل نبوی (لاہور: انصار السنہ 2015ء)
- عارف باللہ، ڈاکٹر محمد عبد الحی، اُسوہ رسول اکرم ﷺ (لاہور: مکتبہ رحمانیہ)
- عثمانی، مفتی محمد شفیع، انسانی اعضاء کی پیوند کاری (کراچی: دار الاشاعت 2002ء)
- عثمانی، شبیر احمد، فوائد القرآن (لاہور: تاج کمپنی لیمیٹڈ 2001ء
- عثمانی، مفتی محمد شفیع، معارف القرآن (کراچی: مکتبہ معارف القرآن 2012ء
- قاسمی، عزیز احمد، عمامہ کی شرعی حیثیت (بنگلور: جامع القرآن 1438ھ)
- قاسمی، قاری محمد طیب، اسلامی تہذیب و تمدن (لاہور: ادارہ اسلامیات 1980ء)
- کاندھلوی، مولونا محمد ادریس، سیرت مصطفی (لاہور: مکتبہ العلم 2015ء)70
- کاندھلوی، محمد زکریا، خصائل نبوی (کراچی: مکتبہ الشیخ 2014ء
- مولانا محمد اسلم زاہد، مردوں کی زیب وزینت، (معارف ادب اسلامی 2012ء)

- محمد عبد منیب، داڑھی مرد مؤمن کا شعار (لاہور: دار الشکر)117
- مولانا سید امیر علی، فتاوی عالمگیری جدید اردو (لاہور: مکتبہ رحمانیہ)،130
- ندوی، مختار احمد، داڑھی کے مسائل (لاہور: سلیمان اکیڈمی)117